

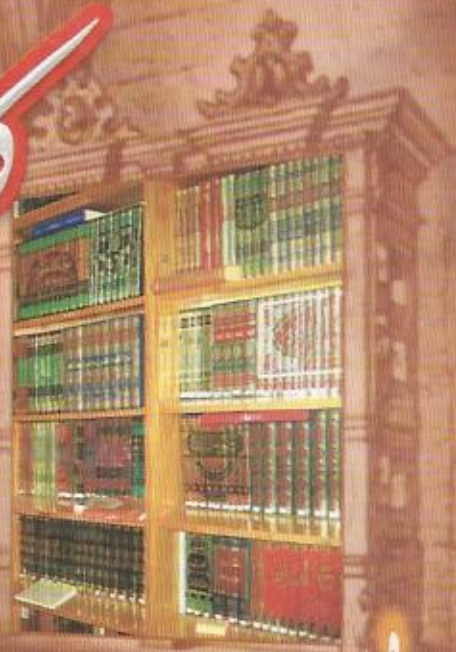
عربی اسلامی علوم اور شوق سائنس میں

تحقیق و تدوین کا طریقہ کار

پروفیسر ڈاکٹر حیات داد ملک

چیمبرن شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی لاہور

اسٹیل بکس لاہور



فہرست مضامین

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

15	پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک	پیش لفظ:
19	علمی بحث و تحقیق کے منابع	باب اول:
23	☆ تحقیق کے مقاصد اور دائرہ کار	
24	☆ علمی تحقیق کی اہمیت	
27	علمی تحقیق کی اقسام	فصل اول:
27	☆ مصادر کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام	
28	☆ مقاصد کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام	
29	☆ نظریاتی علوم میں تحقیق کا طریقہ کار	
31	☆ مدت کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام	
31	☆ اخراجات کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام	
31	☆ اثر اندازی کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام	
32	☆ محققین کی تعداد کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام	
33	☆ معیار کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام	
35	☆ موضوع کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام	
35	☆ منج کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام	
39	علمی تحقیق کے بنیادی عناصر	فصل ثانی:
39	☆ مسئلہ تحقیق کی حدود کی شناخت	
39	☆ جدت اور تخلیق	
40	☆ حیاتیات و واقعات	

کتاب	:	عربی، اسلامی علوم اور سوشل سائنسز میں تحقیق و تدوین کا طریقہ کار
مصنف	:	پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک
کمپیوٹر ورک	:	چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور پیرزادہ طارق محمود نجی القادری
ناشر	:	مکان نمبر 12، گلی نمبر 85، چاہ پچھواڑہ مزنگ لاہور معاون: محمد اقبال چشتی اورینٹل بکس لاہور، 1-راواں روڈ قادری چوک اچھرہ لاہور فون نمبر: 0312/0333-4290748
ایڈیشن اول	:	فروری ۲۰۱۲ء / ربیع الاول ۱۴۳۳ھ
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	۶۰۰ روپیہ
ملنے کے پتے	:	مکتبہ شمس و قمر جامعہ حنفیہ غوثیہ بھائی چوک لاہور فون نمبر: 0345-4666768

40	☆ تحقیق کی اصلیت
41	☆ امکانیت تحقیق
41	☆ تحقیق کا مستقل بالذات ہونا
41	☆ مصادر تحقیق کی دستیابی
42	☆ وسیع مطالعہ
42	☆ دوسروں کی آراء کی تفہیم میں باریک بینی
42	☆ اسلوب کی عمدگی اور قوت
43	☆ محقق کی خصوصیات اور نگران تحقیق
43	(۱) محقق کی خصوصیات
43	☆ تحقیق میں میدان اور دلچسپی
44	☆ صبر و تحمل
44	☆ علمی دیانتداری
45	☆ تواضع اور عاجزی
45	☆ نظم و نسق اور تنظیم و ترتیب کی صلاحیت
46	☆ ذہانت اور حاضر دماغی
46	☆ غیر جانبداری اور انصاف پسندی
46	☆ غیر مدلل آراء سے اجتناب
47	☆ اخلاقی اصولوں کی پابندی
47	☆ علم میں رسوخ
48	(ب) نگران تحقیق
51	☆ کتب خانے

(اہمیت، افادیت اور استعمال کا طریقہ کار)

فصل ثالث:

فصل رابع:

52	☆ لائبریری میں موجود کتب کی اقسام
55	☆ لائبریری سے کتاب لینے کے اصول و ضوابط
56	☆ لائبریری میں حاصل شدہ سہولیات
58	☆ کتابوں کی ترتیب اور اصناف بندی کا نظام
61	☆ کتاب کے اجزاء
64	☆ علوم اسلامیہ و عربیہ کی آن لائن اہم لائبریری:
67	☆ فصل خامس: مقالہ نگاری کے مراحل
67	☆ پہلا مرحلہ: انتخاب موضوع
68	☆ انتخاب موضوع کے ذرائع و وسائل
72	☆ اچھے موضوع کی شرائط
75	☆ نامناسب موضوعات
77	☆ موضوع کی تحدید
78	☆ دوسرا مرحلہ: خاکہ تحقیق کی تیاری
79	(۱) صفحہ عنوان / سرورق
80	(۲) مقدمہ
80	☆ تعارف موضوع
80	☆ فرضیہ تحقیق
81	☆ اسباب انتخاب موضوع
81	☆ سابقہ تحقیقات کا جائزہ
81	☆ اہمیت موضوع
81	☆ منج تحقیق
82	☆ منت و کاوش اور وسائل تحقیق
82	☆ بنیادی مصادر و مراجع

82	(۳) ابواب و فصول اور ان کے عنوانات
83	(۴) مجوزہ مصادر و مراجع کی فہرست
83	تیسرا مرحلہ: مصادر و مراجع کی تحدید
83	☆ مصادر و مراجع کے درمیان فرق
87	☆ کیا مراجع سے نقل کرنا درست ہے؟
87	☆ تعدد مصادر
87	☆ اختلاف مصادر
88	☆ جدید مصادر کا تنوع
88	☆ جدید مصادر کے بارے میں احتیاط کا لزوم
89	☆ عربی و اسلامی تحقیق کے جدید ذرائع
90	- المصحف الرقمی
91	- مکتبۃ التفسیر و علوم القرآن
91	- موسوعۃ الحدیث الشریف
92	- جامع الأحادیث
92	- المکتبۃ الألفية للسنة النبویة
92	- مکتبۃ السیرۃ النبویة
93	- مکتبۃ الأعلام والرجال
93	- مکتبۃ الفقہ وأصولہ
93	- مکتبۃ التاریخ والحضارة الإسلامیة
93	- مکتبۃ الأخلاق والزهد
94	- مکتبۃ النحو والصرف
94	- سبع معلقات

	- عربی زبان و ادب کے اہم سرچ انجنز، سائنس اور
95	سافٹ ویئرز
96	- المكتبة الشاملة
112	- آسان قرآن وحدیث
113	چوتھا مرحلہ: علمی مواد کی جمع آوری
114	۱- تیار شدہ مواد کے مصادر
114	☆ مطالعہ
114	☆ اقتباس
118	☆ مواد کی تدوین
120	۲- خود تیار کردہ مواد کے مصادر
120	☆ انٹرویو
120	☆ سوالنامہ
121	☆ مشاہدہ
121	☆ آزمائش
122	☆ تجربہ
123	۳- خود تیار کردہ مواد کو زیر عمل لانا
123	☆ نمونے
125	پانچواں مرحلہ: مقالے کی تسوید و تحریر
126	(i) مقالے کے ارکان:
126	☆ علمی اسلوب
127	☆ منبج
128	☆ علمی مواد
129	(ii) اسلوب اور زبان متفقین کا نظر میں

149	فصل سادس: مقالے کی کمپوزنگ، تصحیح اور آخری کتابی شکل
149	(ا): مقالے کی کمپوزنگ کا فارمیٹ
150	☆ مقالے کے درجہ کے لحاظ سے صفحات کی تعداد
150	☆ پروف کی تصحیح
151	(ب): مقالے کی آخری کتابی شکل
152	☆ بیرونی صفحہ عنوان / سرورق
152	☆ اندرونی صفحہ عنوان
153	☆ انتساب
153	☆ اظہار تشکر و امتنان
153	☆ مقدمہ
154	☆ بنیادی موضوع مقالہ: ابواب و فصول
154	☆ خلاصہ تحقیق، نتائج اور سفارشات و تجاویز
155	☆ ملحقات اور ضمیمے
155	☆ فہارس فنیہ و تحلیلیہ
156	☆ فہرست مصادر و مراجع
156	☆ فہرست موضوعات
157	☆ حواشی باب اول
161	باب ثانی: مخطوطات کی تدوین کا طریقہ کار
163	تمہید و تعارف (ا) مخطوطات کی تاریخ، تعارف اور اہمیت
163	☆ مخطوطہ کسے کہتے ہیں؟
163	☆ تدوین کیا ہے؟
164	☆ مخطوطات کی تاریخ

131	چھٹا مرحلہ: مقالے کی حوالہ بندی
131	(ا) حاشیہ نگاری
131	☆ حاشیہ کی تعریف اور اہمیت
132	☆ شروحات، حواشی اور ہوامش میں فرق
133	☆ حاشیے میں کن امور کا تذکرہ کرنا چاہیے؟
135	☆ حاشیہ لکھنے کی جگہ
135	☆ حوالہ دینے کا طریقہ
136	☆ حوالہ جات کی ترقیم کا طریقہ
136	☆ حاشیہ میں مرجع ذکر کرنے کے علمی نمونے
137	☆ عربی اور انگریزی کتاب کا حوالہ دینے کا طریقہ
138	☆ مجلات و جرائد کا حوالہ دینے کا طریقہ
138	☆ مقالات (Theses) کا حوالہ دینے کا طریقہ
139	☆ انسائیکلو پیڈیا کا حوالہ دینے کا طریقہ
139	☆ آن لائن ڈیٹا بیس مجلات کا حوالہ
140	☆ ویب سائٹس کا حوالہ
142	(ب) مصادر و مراجع کی فہرست بنانے کا طریقہ
143	☆ مصادر و مراجع کی فہرست میں کن امور کا ذکر کیا جائے؟
143	☆ مصادر و مراجع کی فہرست کہاں آنی چاہئے؟
143	☆ مصادر و مراجع کی ترتیب اور درجہ بندی
145	☆ فہرست مصادر و مراجع کی ترتیب کا بہترین طریقہ
145	☆ فہرست مصادر و مراجع میں مراجع لکھنے کا طریقہ
147	☆ عملی مثالیں

- ☆ عہد نبوی میں کتابت کا رواج 165
- ☆ عہد فاروقی میں کتابت 166
- ☆ دوسری صدی ہجری ارتقائے کتابت کا عظیم دور 166
- ☆ تیسری صدی ہجری میں طبقہ وراقین کا ظہور 166
- ☆ اسلامی مخطوطات کا ناقابل تلافی نقصان 167
- ☆ اہل مغرب کی طرف سے مسلمانوں کے علمی احسانات کا بدلہ 167
- ☆ تدوین مخطوطات کی اہمیت 169
- (ب) عربی مخطوطات کے عالمی کتب خانے 171
- ☆ اسلامی و عربی دنیا کے مشہور کتب خانے 171
- ☆ یورپ اور امریکہ کے مشہور کتب خانے 177
- (ج) مخطوطات کی حفاظت کے جدید مراکز 183
- ☆ مہجد احیاء المخطوطات، قاہرہ 183
- ☆ امام محمد بن مسعود اسلامی یونیورسٹی، ریاض 184
- ☆ شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی 185
- ☆ شاہ سعود یونیورسٹی، ریاض 187
- (د) تدوین مخطوطات کی بعض اصطلاحات 188
- تدوین مخطوطہ کے ابتدائی مراحل 193
- ☆ تدوین کے لئے مخطوطہ کا انتخاب 193
- ☆ مخطوطہ کے دیگر نسخوں کی تلاش 194
- ☆ مخطوطہ کے نسخوں کو جمع کرنا 195
- ☆ نسخوں کا مطالعہ اور چھان بین 196
- ☆ مؤلف کے اسلوب کی پہچان 196

- ☆ موضوع سے شناسائی 196
- ☆ عربی لغات سے استفادہ 197
- ☆ اشارات، علامات، اختصارات 198
- فصل ثانی: مخطوطہ کے متن کی تدوین 199
- ۱- متن میں دخل اندازی نہ کی جائے 199
- ۲- قلمی نسخوں کا باہمی تقابلی 200
- ۳- شروحات و تعلیقات 201
- ☆ آیات قرآنی کی تخریج 202
- ☆ احادیث نبوی کی تخریج 203
- ☆ اشعار کی تخریج 203
- ☆ ضرب الامثال 204
- ☆ ادبی عبارات کی تخریج 204
- ☆ اعلام و شخصیات کا تعارف 205
- ☆ لغوی شروحات 206
- ☆ نحوی و صرفی مسائل 207
- ☆ اماکن و بلدان کا تعارف 207
- ☆ داخلی حوالہ جات 207
- ☆ تاریخی واقعات کے حوالہ جات 208
- تعلیقات: ۳- 208
- ☆ تصحیف و تحریف 208
- ☆ نقص و حذف 210
- ☆ زیادتی و اضافہ 211

231	(۲) مقالے کا مقدمہ
231	☆ مقاصد تحقیق
231	☆ تحقیق کا منج اور اساس
231	☆ تحقیق کی مشکلات
231	(۳) مقالے کا متن
231	☆ تحقیق کی منجھیت
231	☆ مقالے کی کاملیت
232	☆ عناصر مقالہ کا تسلسل اور تریابط
232	☆ معلومات کی توثیق (حوالہ جات)
232	(۴) خاتمہ تحقیق
232	☆ خلاصہ
232	☆ نتائج و حاصلات
233	☆ فہرست مصادر و مراجع
235	ملحق (۲) رسم الخط، رموز اوقاف اور اختصارات
235	☆ رسم الخط کا انتخاب
236	☆ بعض حروف کو لکھنے کے مخصوص قواعد
236	☆ رموز اوقاف و ترقیم
239	☆ اختصارات
243	ملحق (۳) تحریر و کتابت کے بنیادی قواعد
243	☆ لفظ کے شروع میں آنے والے بعض حروف کتابت
245	☆ لفظ کے درمیان آنے والے ہمزہ کی کتابت
247	☆ درمیان کلمہ کے وہ حروف جو کتابت میں حذف ہو جاتے ہیں
248	☆ الف لین کو لکھنے کے طریقے اور قواعد

211	☆ تکرار
211	☆ تقدیم و تاخیر اور تبدیلی
211	☆ لغوی و نحوی اغلاط
213	فصل ثالث: تدوین مخطوطہ کے تکمیلی و اختتامی مراحل
213	☆ مقدمہ تحقیق اور تنقیدی مطالعہ
216	۱- مقدمہ:
216	۲- مطالعہ:
217	- مؤلف مخطوطہ کے حالات زندگی
217	- مخطوطہ کی اہمیت
218	- مخطوطہ کے موضوع کا تعارف
218	- قلمی نسخوں کا تعارف و وصف اور ان کے نمونے
219	- تحقیق و تدوین کا منج
220	۳- خاتمہ تحقیق
220	☆ خلاصہ، حاصلات، نتائج، سفارشات
220	۴- فہارس اور اشاریہ جات
225	حواشی باب ثانی
227	ملحقات و ضمیمہ جات
229	ملحق (۱) مقالہ کی جانچ پڑتال کا نمونہ
229	(۱) تحقیقی مقالے کی طباعت
230	☆ فہارس
230	☆ تحریر کا علمی انداز
230	☆ مقالہ کی زبان

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء وخاتم المرسلين نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

میرے لئے انتہائی مسرت و انبساط کی بات ہے کہ میں انسانی و معاشرتی علوم (Humanities & Social Sciences) میں بحث و تحقیق سے دلچسپی رکھنے والے اساتذہ کرام کے لئے بالعموم اور عربی و اسلامی علوم کے اساتذہ و محققین کے لئے بالخصوص بحث و تحقیق کے مناجح کے متعلق یہ کتاب پیش کر رہا ہوں۔ میں نے اس موضوع کا انتخاب موجودہ دور میں اس کی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر کیا ہے۔ یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں مقالہ نگاری کے قواعد و مناجح بیان کئے گئے ہیں اور دوسرا باب مخطوطات کی تحقیق و تدوین کے قواعد و مناجح کے متعلق ہے، اور یہ دونوں باب عصر حاضر میں تحقیق نگاری کی اساس اور جوہر ہیں۔ جہاں تک اس کتاب کے موضوع کی اہمیت و ضرورت کا تعلق ہے تو یونیورسٹی تعلیم کے مرحلے میں اس کا انکار ممکن نہیں، کیونکہ یونیورسٹیوں میں تعلیم کی بنیاد ہی ان تحقیقات پر ہوتی ہے، جو طالب علم کے تخصصات (Specialization) سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہر یونیورسٹی اپنے طلبہ اور اساتذہ کی مدد سے تحقیق نگاری کی ترقی کی طرف پوری توجہ دیتی ہے، اور ہر سال یونیورسٹیوں میں مختلف شعبہ چات اور کلیات (Faculties) میں طلبہ کی بڑی تعداد داخلہ لیتی ہے۔ ان طلبہ کو پہلے سے تحقیق نگاری کی مشق نہیں ہوتی، لہذا انہیں یونیورسٹی میں پہنچ کر مختلف سطحوں پر مقالہ نگاری کے متعلق ہدایات اور اصول

قواعد کی شدید ضرورت پڑتی ہے۔ زیر نظر کتاب کی تالیف کا مقصد ہی یہ ہے کہ یہ انسانی علوم کے اساتذہ و محققین کے لئے بالعموم اور عربی و اسلامی علوم میں تحقیق کرنے والے اساتذہ کرام اور ایم۔ اے، الشہادۃ العالمیہ، ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنے والے طلبہ کے لئے بالخصوص بہترین راہنما ثابت ہو۔ یہ کتاب نظری تحقیق کرنے والے ان تمام محققین کے لئے جو انسانی علوم میں جیسے علوم لغت، نحو، ادب، تاریخ، جغرافیہ، معاشرت، منطق، فلسفہ، اور اسلامی علوم میں تحقیق کرنا چاہیں ایک مرشد و رہبر کا کام دے گی۔

اس کتاب کی تالیف میں ایک ہی ہدف پیش نظر رہا اور وہ تھا تحقیق و تدوین نگاری کے تمام مناج و قواعد کو سہل اور آسان طریقے سے مکمل اور عملی انداز میں پیش کیا جائے۔ لہذا انتخاب موضوع سے لے کر مقالہ کی جلد بندی تک تمام مراحل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح مخطوطات کی تدوین کے تمام قواعد شروع سے آخر تک پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اور چونکہ نظری علوم کی تحقیق میں زیادہ تر کام لائبریری میں ہوتا ہے، لہذا لائبریری کے استعمال اور طریقہ کار کی تفصیلات بھی بیان کر دی گئی ہیں۔

آج کل بحث و تحقیق صرف مطبوعہ و خطی کتب کی لائبریری تک محدود نہیں رہی، بلکہ ڈیجیٹل لائبریری (Digital Library) اور الیکٹرونک لائبریری (e.Library) آسان ترین اور تیز ترین ذریعہ تحقیق بن چکی ہے۔

ہزاروں کتابیں، لاکھوں علمی و تحقیقی مقالات و مضامین اور نادر قلمی نسخے انٹرنیٹ کی وجہ سے کلک ایونٹ (Click event) پر موجود ہیں۔ اس وقت قرآن و حدیث، فقہ، سیرت و تاریخ، اسلامی ثقافت، تصوف، عربی زبان، شعر و ادب، تراجم و سوانح اور دیگر لاتعداد موضوعات پر بے شمار سافٹ ویئرز (Softwares) تیار ہو چکے ہیں۔

میں نے اس کتاب میں عربی و اسلامی تحقیق کے جدید ذرائع کے عنوان سے چند اہم عربی و اسلامی سافٹ ویئرز، سرچ انجنز (Search Engines) اور ویب سائٹس (Web sites) کا تعارف اور طریقہ استعمال ذکر کر دیا ہے۔ نیز بلا مشرق و مغرب میں واقع مخطوطات و نوادرات کی اہم لائبریریوں کے ویب ایڈریس (www) تحریر کر دیئے ہیں، تاکہ عربی و اسلامیات کے اساتذہ و محققین اپنی تحقیقات میں ان جدید ذرائع و وسائل سے کما حقہ استفادہ کر سکیں۔

اس کتاب کی تالیف میں ذاتی تجربات تحقیق و تدوین کے علاوہ بحث و تحقیق کے موضوع پر تحریر کی گئی چالیس سے زائد عربی، انگریزی اور اردو کتب سے استفادہ کیا گیا ہے، جن میں: ڈاکٹر غازی حسین عنایہ کی کتاب "اعداد البحث العلمی"، ڈاکٹر شوقی ضیف کی "البحث الادبی"، عبدالسلام محمد ہارون کی "تحقیق النصوص ونشرها"، ڈاکٹر احمد شلمی کی "کیف تکتب بحثا اور رسالة"، صلاح الدین منجد کی "قواعد تحقیق النصوص" امیل یعقوب کی "کیف تکتب بحثا او منهجیة البحث"، ڈاکٹر محمد علی خولی کی "کیف تکتب بحثا" اور ڈاکٹر یوسف مرعشلی کی کتاب "اصول کتابة البحث العلمی و تحقیق المخطوطات" زیادہ اہم ہیں۔

جہاں تک حاشیہ نگاری، حوالہ بندی (citation) اور فہرست مآخذ (Bibliography) کی تیاری کے طریقہ کار کا تعلق ہے تو اس وقت انسانی و معاشرتی علوم میں تین فارمیٹ (Format) متداول ہیں: ایم ایل اے (MLA) جسے امریکہ کی (Modern Language Association) نے جاری کیا ہے۔ دوسرا شکاگو یونیورسٹی مینوئل (The Chicago Manual of Style) ہے اور تیسرا (APA) جسے (American Psychology Association) نے تیار کیا ہے۔ لیکن چونکہ ایم ایل اے (MLA) کا فارمیٹ انسانی علوم اور لسانیات میں تحقیق کے لئے خاص طور پر ڈیزائن کیا گیا ہے، عربی جامعات میں بھی یہی سائل رائج ہے اور مجھے معہد اللغة العربیة، کنگ سعود یونیورسٹی، ریاض میں تعلیم کے دوران ریسرچ پروجیکٹ کے لئے بھی یہی سائل سکھایا گیا، اس لئے میں نے انسانی و معاشرتی اور عربی و اسلامی علوم میں تحقیق کرنے والوں کے لئے ایم ایل اے (MLA) فارمیٹ کا انتخاب کیا ہے۔

کتاب کے آخر میں اساتذہ و محققین کی مزید رہنمائی کے لئے ضمیمہ جات کی شکل میں رسم الخط، رموز و اوقاف، اختصارات، الملاء و تحریر کے قواعد، مقالے کی جانچ پڑتال کا نمونہ، اہم اسلامی و عربی مصادر و مراجع اور ایم فل، اور پی ایچ ڈی کے خاکہ جات (Synopsis) کے نمونے درج کئے گئے ہیں جو تحقیق و تدوین کے حوالے سے بہترین رہنمائی کا کام دیں گے۔ نیز آخر میں مناج بحث و تحقیق کے متعلق تمام اصطلاحات کی عربی، اردو اور انگریزی میں فہرست تیار کی گئی ہے جو منجھت تحقیق (Research Methodology) کے فن کو سمجھنے کے لئے بہت مفید ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم، بجاہ حبیب الکریم علیہ الصلاۃ والسلام میری اس کاوش کو قبول فرماتے ہوئے انسانی و معاشرتی علوم اور عربی و اسلامیات کے اساتذہ اور محققین کے لئے اسے قابل استفادہ بنائے اور اسے روزِ قیامت میرے میزانِ حسنات میں شمار فرمائے، آمین۔

لاہور: 12 ربیع النور 1433ھ

پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک
چیئرمین شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

5 فروری 2012ء

بابِ اوّل:

علمی بحث و تحقیق کے منابج

فصل اوّل (1): علمی تحقیق کی اقسام

فصل ثانی (2): علمی تحقیق کے بنیادی عناصر

فصل ثالث (3): محقق اور نگرانِ تحقیق

فصل رابع (4): کتب خانے

(اہمیت، افادیت اور استعمال کا طریقہ کار)

فصل خامس (5): مقالہ نگاری کے مراحل

☆ انتخاب موضوع

☆ خاکہ تحقیق کی تیاری

☆ مصادر و مراجع کی تحدید

☆ علمی مواد کی جمع آوری

☆ مقالے کی تسوید و تحریر

☆ مقالے کی حوالہ بندی

فصل سادس (6): مقالہ کی کمپوزنگ، تصحیح اور آخری کتابی شکل

علمی بحث و تحقیق کے مناہج

عرب محققین ایم. اے، ایم. فل اور پی ایچ. ڈی تھیسز (Thesis) کے لئے بطور اصطلاح کئی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ”مقالہ“ کا لفظ شروع سے ہی تھیسز کے لئے استعمال کیا گیا، جس کی جمع مقالات آتی ہے۔ کبھی اسے ”مقالہ علمیہ“ اور ”مقالہ جامعہ“ بھی کہا گیا۔ بعد ازاں (Thesis) کے لئے ”رسالہ“ اور ”أطروحة“ کے دو نئے لفظ متعارف ہوئے۔ ”رسالہ“ کی جمع ”رسائل“ اور أطروحة کی جمع ”أطروحات“ یا ”أطاریح“ استعمال کی گئی۔ ان دونوں اصطلاحات کے باہمی فرق کے متعلق عرب محققین میں ہمیشہ اختلاف رہا۔ بعض نے ”أطروحة“ کو (Ph.D. Dissertation) کے لئے مخصوص کر دیا، جبکہ دیگر محققین نے ”رسالہ الـدکتورا“ کی اصطلاح پی ایچ. ڈی کے لئے استعمال کی۔ البتہ أطروحة کی نسبت ”رسالہ جامعہ“ اور ”رسائل جامعہ“ کی اصطلاح زیادہ رائج ہوئی، اور آج بھی مستعمل ہے، لیکن گذشتہ دہائی میں عرب محققین نے تھیسز کے مقابل دو نئی اصطلاحات ”بحث علمی“ اور ”بحث جامعی“ متعارف کروائیں۔ اس وقت ”بحث علمی“ کی اصطلاح مقالہ (Thesis) کے لئے تمام عرب جامعات میں رائج ہے، بلکہ بحث و تحقیق پر لکھی گئی تمام کتب میں ”بحث“ کا لفظ جہاں استعمال ہوتا ہے اس سے مراد مقالہ (Thesis) ہی ہوتا ہے۔ حال ہی میں بعض عربی جامعات میں، خاص طور پر جہاں سیمیٹر سٹم رائج ہے، تھیسز کے مترادف کے طور پر ایک نیا لفظ ”مشروع“ بھی مستعمل ہونے لگا ہے۔ ”مشروع البحث“ سے مراد تحقیقی منصوبہ (Research Project) ہے۔ اس کی جمع مشروعات اور مشاریع آتی ہے۔ الغرض مقالہ، رسالہ، أطروحة، بحث، بحث علمی، مشروع اور مشروع البحث

کی اصطلاحات (Thesis)، (Research Project) اور (Dissertation) کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿لکل جعلنا منکم شرعة و منها حلال﴾ (۱) اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے راستہ اور منہاج متعین کیا۔ منہاج واضح اور صاف راستے کو کہتے ہیں۔ دور حاضر میں علمائے تحقیق، منہج (Methodology) کی اصطلاح اسی لغوی معنی کو بنیاد بنا کر استعمال کرتے ہیں۔ لہذا منہاج سے مراد وہ ایسے واضح راستے لیتے ہیں جنہیں کسی موضوع پر تحقیق کرنے والے اپنی تحقیق کے دوران اپنا جادہ منزل بناتے ہیں (۲) جہاں تک ”بحث“ کے لغوی معنی کا تعلق ہے تو اس سے مراد طلب و تفتیش اور کسی حقیقت یا کسی معاملے کی کھوج لگانے کے لئے جستجو کرنا ہے، اور جہاں تک ”علمی“ کے لفظ کا تعلق ہے تو یہ علم کی طرف منسوب ہے اور علم سے مراد معرفت و آگاہی، درایت اور حقائق اور ان کے متعلقہ تمام چیزوں کا ادراک ہے۔

”بحث علمی“، یعنی علمی تحقیق کا اصطلاحی معنی مذکورہ لغوی معانی سے مختلف نہیں ہے۔ علمائے محققین نے اس کی تعریف یہ کی ہے: ”کسی معین میدان میں ایسی منظم سعی و کوشش جس کا مقصد حقائق اور اصولوں کی دریافت ہو“۔ علمی تحقیق کی ایک اور تعریف یہ بھی کی گئی ہے: ”دقیق اور منضبط مطالعہ جس کا ہدف کسی مسئلے کی وضاحت یا حل ہو اور اس مطالعہ کے طریقے اور اصول مسئلے کے مزاج اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہو سکتے ہیں“۔ (۳)

معروف محقق ڈاکٹر غازی عنایت نے علمی تحقیق کی یہ تعریف کی: ”منظم جستجو اور کھوج جس میں علمی حقائق کے لئے متعین شدہ مختلف اسالیب اور علمی منہاج اختیار کئے جائیں اور جس سے مقصود ان علمی حقائق کی صحت کی تحقیق یا ان میں ترمیم یا ان میں اضافہ ہو“۔ (۴)

”یونیورسٹی مقالہ“ (University Thesis) کی ایک جدید اور جامع تعریف مشہور محقق آر تھر کول (Arthor Cole) نے یوں کی ہے:

”تقریر و اف یقدمہ باحث عن عمل تعہدہ و اتمہ علی أن یشمل التقرير کل مراحل الدراسة، منذ كانت فكرة حتى صارت نتائج مدونة مترتبة بالحجج والأسانید“ (۵)

مقالہ سے مراد ایک مکمل رپورٹ ہے جسے محقق ایسے کام کے بارے میں پیش کرتا ہے، جسے

اس نے اپنے ذمے لیا ہو اور مکمل کیا ہو۔ اور وہ رپورٹ اس انداز میں ہو کہ مطالعہ کے تمام مراحل پر مشتمل ہو اس وقت سے کہ جب وہ کام محض ایک سوچ تھا یہاں تک کہ وہ سوچ تدریجاً شدہ اور دلائل و براہین سے تائید شدہ نتائج کی صورت اختیار کر گئی۔ مذکورہ تعریفات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علمی تحقیق کو مندرجہ ذیل خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے:

- ۱۔ اس میں منظم پیہم محنت درکار ہوتی ہے۔
 - ۲۔ کسی خاص پہلو کے متعلق تمام معلومات درج کی جاتی ہیں۔
 - ۳۔ یہ تحقیق علمی نتائج و ملاحظیات و استنباط اور حاصلات بحث پر مشتمل ہوتی ہے۔
- علمی تحقیق کی انہیں خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ تعریف کی گئی ہے:
- ”تجميع منظم لجميع المعلومات المتوفرة لدى كاتب البحث عن موضوع معين و ترتيبها بصورة جديدة بحيث تدعم المعلومات السابقة أو تصحح اكثر نقاء و وضوحا“ (۶)

”کسی خاص موضوع سے متعلق ان تمام دستیاب معلومات کو سلیقے سے جمع کرنا جو محقق کی دسترس میں ہوں، نیز انہیں ایسی جدید شکل میں ترتیب دینا جو سابقہ معلومات کی تائید کرے یا وضاحت اور عمدگی میں ان سے بہتر ہو“۔

تحقیق کے مقاصد اور دائرہ کار

دور حاضر کی اصطلاح میں علمی تحقیق کسی موضوع میں تخصص (Speciality) سے عبارت ہے۔ اس میں دقیق جزئیات کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ نیز ان کے اسباب و علل، کیفیت عمل اور نتائج و حاصلات پر روشنی ڈالی جاتی ہے، اور اس میں مختلف امور کے درمیان موازنہ و تقابل کیا جاتا ہے۔ تاکہ صحیح کو غلط سے جدا کیا جاسکے۔ تحقیق کا مقصد کسی حقیقت کو نمایاں کرنا، یا کسی بھی قسم کے ثقافتی، اخلاقی، معاشرتی، یا سیاسی مسئلے کو حل کرنا، یا کسی نئی دریافت تک رسائی حاصل کرنا، یا کوئی آئد ایجاد کرنا، یا کسی خاص نظریے یا رائے کو حاصل کرنا، یا کسی غلط نظریے کی تصحیح کرنا ہوتا ہے۔ معروف محقق محمد جمال الدین قاسمی نے علمی تحقیق کے اغراض و مقاصد کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”وہی اختراع معدوم او جمع متفرق او تکمیل ناقص او تفصیل مجمل او تہذیب مطول او ترتیب مخلط او تعین مبہم او تبیین خطا“۔ (۷)

”علمی تحقیق کے مقاصد کسی معدوم شئی کو ایجاد کرنا، کسی متفرق کو یکجا کرنا، ناقص کو مکمل کرنا، مجمل کو تفصیل سے بیان کرنا، مطول کی کاٹ چھانٹ کرنا، کسی بے ترتیب چیز کو مرتب کرنا، مبہم کی تعین کرنا، اور غلطی کو آشکارا کرنا قرار دیئے گئے ہیں۔“

جہاں تک تحقیق کے دائرہ کار اور میدان کار کا تعلق ہے تو بلاشبہ یہ دائرہ اور میدان غیر محدود اور غیر منتہی ہے۔ اس لئے کہ تحقیق انسانی معاشروں کے لامحدود افراد سے صادر ہوتی ہے، اور یہ ان معاشروں کی ترقی اور ان میں علم و ثقافت اور شعور کی اشاعت کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ اور یہ ایسے معاملات ہیں جن کی حدود متعین نہیں کی جاسکتیں۔ انسانیت کے دوام کے ساتھ ساتھ تحقیقی محنت کو بھی دوام ملتا جاتا ہے۔ اس لئے تحقیق کے میدان میں قدم رکھنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی تحقیق کے موضوعات کے انتخاب میں حیران و پریشان نہ ہوں، بلکہ اپنا ذہن غیر محدود اور اپنے ارادے بلند رکھیں۔ کیونکہ ان کے سامنے موضوعاتی تحقیق کا ایک وسیع اور کشادہ میدان موجود ہے، اور تحقیق کا دروازہ اس وقت تک کھلا ہے جب تک انسانی عقل فکر و عمل میں مصروف ہے۔ محقق کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اس مقام پر پہنچ کر بھی اپنا سفر تحقیق جاری رکھے، جہاں دوسرے پہنچ کر رک گئے ہوں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے ارباب تحقیق کے نتائج فکر کا مطالعہ کرے، تاکہ تکرار کا شکار نہ ہو، اور اپنا وقت اور محنت ضائع کرنے کا مرتکب نہ بنے۔

علمی تحقیق کی اہمیت

بلاشبہ علمی تحقیق ایک حیات بخش اور فکری سرگرمی ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے اسلاف نے اپنی تحقیقات کے ذریعے نظری و عملی دنیائے معرفت کو اس قدر زرخیز اور مالا مال کر دیا کہ انہیں کی تحقیقات کو اساس بنا کر مغربی مفکرین اور دانشوروں نے علمی جدوجہد میں قدم رکھا۔ تحقیق و جستجو سائنسی، صنعتی، زرعی، انتظامی اور تعلیمی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ یہ حسن عمل، نشوونما، پختگی، عمدگی، وسائل کے حصول، موازنہ و تقابل، تجربہ کاری، اسباب و علل کی دریافت، نتائج کے حصول، واقعات و حالات کی تہہ تک پہنچنے اور

عوامل کے تجزیہ کے لئے بھی واحد وسیلہ و ذریعہ ہے۔ علمی تحقیق ایسی دلکش اور پر کیف چیز ہے جو بہت سے اہل علم کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اس کے بغیر زندگی گزارنا ان کے لئے ممکن نہیں رہتا۔ یہ محقق کو سوچنے کا ذہنگ، عمدہ شعور اور تکمیل کی طرف بڑھنے کا طریقہ سکھاتی ہے۔ یہ محقق کے لئے نئے نئے نظریات، قوانین اور آراء کے درتپے کھولتی ہے۔ مختصر آئیہ کہا جاسکتا ہے ”البحث کاشف للحقیقۃ“ ”تحقیق حقیقت کو منکشف کرتی ہے“۔ ایک تحقیقی ذوق رکھنے والے طالب علم کے لئے حقائق کی دریافت سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے!

علمی تحقیق محقق کی علمی لحاظ سے اور پیشہ وارانہ تربیت کرتی ہے۔ اس سے محقق کو مشاہدہ کی قوت ملتی ہے۔ اس کے اندر واقعات کا کھوج لگانے، ان کو باہمی ترتیب دینے، ان کے علل و اسباب تک پہنچنے، ان کا تجزیہ کرنے اور ان سے استنتاج و استنباط کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ اس میں خود احتسابی اور علمی امانت داری کا احساس فروغ پاتا ہے۔

تحقیق کے میدان میں قدم رکھنے کے بعد انسان کو بہت سے مالی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ بہت سے عہدوں اور ملازمتوں کے لئے تحقیق میں مہارت کی شرط ہوتی ہے۔ کئی ادارے اور کمپنیاں صرف اس بات پر بھاری مالی معاوضے ادا کرتی ہیں کہ ان کی مصنوعات اور سامان کی بہتر تشہیر (Advertisement) اور خرید و فروخت (Marketing) ہو۔ ان کی پیداوار (Production) اور معیار میں اضافہ ہو، اور برآمدات (Export) اور درآمدات (Import) کا نظام بہتر سے بہتر ہو سکے۔ بہت سارے تعلیمی، انتظامی اور مالی ادارے مستقل طور پر تحقیق کا کام جاری رکھتے ہیں تاکہ وہ ترقی کا ہدف حاصل کر سکیں۔

اس طرح تحقیقی ذوق اور تحقیقی صلاحیت محقق کو اپنے پیشے میں علمی و مادی دونوں طرح کے فائدے سے نوازتی ہے۔ کسی ملک اور ریاست کے لئے ممکن نہیں کہ وہ زندگی کے کسی شعبے میں علمی تحقیقات کے بغیر ترقی کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام وزارتیں اور تمام بڑے ادارے شعبہ تحقیق (Research Department) یا شعبہ مطالعہ (Studies Department) یا شعبہ ترقی (Development Department) کے نام سے ایسے شعبے قائم کرتے ہیں جن کا مقصد بہتر سے بہتر اور جدید سے جدید تر کا حصول ہوتا ہے۔ تمام جامعات (Universities) میں علمی تحقیق کے مراکز قائم ہیں، بلکہ بڑی جامعات میں تو مختلف شعبہ ہائے علوم سے متعلق الگ الگ کلیات

(Faculties) اور مراکز اسماٹ (Research Centres) قائم کئے گئے ہیں۔

ملک و قوم اور افراد و معاشرہ کی ترقی کا واحد اور مثالی راستہ تحقیق و جستجو ہی ہے۔ ایجاد، اختراع اور دریافت تحقیقات کے بغیر ممکن نہیں۔ ان کے بغیر فرد، جمود اور معاشرہ رکی تقلید کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ دوسروں کے اعمال اور کارناموں اور ان کے افکار و نتائج کا سہارا لیتا ہے۔ اختصار کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ علمی تحقیق نفس انسانی، ملک و ریاست اور علم و معرفت کی ترقی کا انتہائی فعال اور یکتا ذریعہ اور سبب ہے۔

فصل اوّل (1):

علمی تحقیق کی اقسام

تحقیق کی بہت سی اقسام ہیں، اور ان اقسام کے درمیان پایا جانے والا تنوع تحقیق کے مصادر (Sources)، موضوعات (Topics)، مناجج (Methodologies)، مقاصد یا اہداف (Objectives)، مدت تحقیق (Research Period)، اخراجات تحقیق (Research Expenditure)، محققین کی تعداد (Number of Researchers)، تحقیق کے اثرات (Impacts of Research)، اور معیار تحقیق (Level of Research) کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

زیر نظر فصل کا مقصد محقق کو تحقیقات کی طبیعت و مزاج اور انواع و اقسام سے روشناس کرانا ہے، تاکہ اسے تحقیق کے ابعاد (Dimensions) و اہداف (Objectives) اور طرق و مناجج (Methodologies) سے واقفیت اور بصیرت حاصل ہو۔

مصادر (Sources) کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

معلومات و مواد (Data) کے مصادر و مراجع کے اعتبار سے تحقیق کی مندرجہ ذیل تین بڑی

اقسام ہیں:

1- لائبریری تحقیق: (Library Research)

اس سے مراد ایسی تحقیق ہے جس کا زیادہ تر انحصار کتابوں، مجلات، اور انسائیکلو پیڈیا میں موجود معلومات و مواد پر ہوتا ہے۔ محقق لائبریری جاتا ہے، بیسیوں کتابیں اکٹھی کر کے ان کا مطالعہ کرتا ہے، اور پھر اپنی تحقیق کو ان مصادر کی طرف منسوب کر کے لکھتا ہے۔

2- میدانی تحقیق: (Field Research)

اس تحقیق کا انحصار موقع و محل اور میدان تحقیق پر ہوتا ہے، معلومات جمع کرنے کے لئے محقق موضوع تحقیق کے موقع و محل کی طرف جاتا ہے، وہ مختلف لوگوں سے ملتا ہے اور ان سے معلومات و

بیانات اکٹھے کرتا ہے، ان کا انفرادی پیکر کرتا ہے، ان سے سوال کرتا ہے، ان کے اعمال و افعال اور نظریات کا جائزہ لیتا ہے، اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے، بذات خود موقع و محل دیکھتا ہے، اور پھر مختلف آراء و مشاہدات کا باہمی موازنہ کر کے قوت قیاس اور قوت تطبیق کے ذریعے استنباط و استخراج اور نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے اسے کھیتوں، کارخانوں، فیکٹریوں اور مختلف کمپنیوں میں بھی جانا پڑتا ہے۔

3- لائبریری، میدانی تحقیق: (Library, Field Research)

اس سے مراد ایسی تحقیق ہے جس میں موضوع تحقیق کی مناسبت سے لائبریری مصادر (Library Sources) اور میدانی مشاہدات (Field Observations) دونوں شامل ہوتے ہیں۔ محقق پہلے کتابوں اور لائبریری ذرائع سے معلومات اکٹھی کرتا ہے، پھر عملی زندگی میں جا کر ان کا جائزہ لیتا ہے۔ اس تحقیق میں لائبریری تحقیق دراصل میدانی تحقیق کی تمہید کا کام دیتی ہے۔

مقاصد کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

مقاصد کے اعتبار سے تحقیق کی دو قسمیں ہیں:

1- نظریاتی تحقیق: (Theoretical Research)

اس تحقیق کا مقصد علم برائے علم ہوتا ہے۔ اس کا کوئی اطلاقی (Applied) ہدف نہیں ہوتا۔ نظریاتی تحقیق میں محقق صرف اور صرف کسی علمی حقیقت کے احاطہ اور اس تک رسائی کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے پیش نظر اس کے عملی فوائد و اطلاقات نہیں ہوتے۔

نظریاتی تحقیق عام طور پر علوم انسانیہ (Humanities) سے تعلق رکھنے والے موضوعات و افکار جیسے: لغت، نحو، ادب، تاریخ، جغرافیہ، معاشرت، منطق، فلسفہ، اور دینی علوم میں کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس تحقیق سے محض کسی نظریہ پر مشتمل فوائد حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کسی قسم کے تطبیقی و عملی فوائد اس تحقیق کا موضوع نہیں ہوتے۔ کسی شاعر، ادیب، حکمران، قائد، مبلغ یا فلسفی کی زندگی پر اثر انداز ہونے والے عوامل کے متعلق تحقیق و مطالعہ ہمیں کوئی ادبی فائدہ یا تاریخی نظریہ عطا کرتا ہے۔ نظریاتی تحقیق کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس کا دائرہ عمل بہت وسیع ہوتا ہے۔ یہ تیزی سے شاخ در شاخ تقسیم ہوتی چلی جاتی ہے کیونکہ اس میں شخصی آراء و افکار دخل انداز ہوتے ہیں، جیسے اس کی ایک واضح مثال علم نفسیات (Psychology) اور علم عمرانیات (Sociology) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

نظریاتی علوم میں تحقیق کا طریقہ کار

نظریاتی تحقیق کا انحصار صنفی، استقرائی، عقلی، منطقی، تجلیلی، تقابلی، استنباطی اور استخراجی منہج پر ہوتا ہے۔ منطق ایک ایسا علم ہے جو انسانی فکر اور سوچ کو منظم کرتا ہے، اور ایسے قوانین وضع کرتا ہے جو انسانی ذہن کو غلطی میں پڑنے سے بچاتے ہیں۔ چنانچہ جو محقق پسند کرتا ہے کہ اس کی تحقیق ہر طرح کے تناقض و تعارض (Contradiction) سے محفوظ ہو، اسے چاہیے کہ منطق کے مندرجہ ذیل قوانین سے آگاہی حاصل کرے:

1- قانون ذاتیت:

اس سے مراد یہ ہے کہ تمام اشیاء اپنی ایک ذات اور وجود رکھتی ہیں جس کا دوسری چیزوں کے ساتھ تغیر و تبدل اور حلول و اتحاد ہونا ناممکن ہوتا ہے۔

2- قانون عدم تناقض:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت میں اور ایک ہی سمت سے کسی ایک چیز میں ایک شئی اور اس کی ضد کا جمع ہونا ناممکن ہے۔

3- قانون "الثالث مرفوع":

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک چیز یا تو درست ہے یا غلط، ان دو سے خالی نہ ہوگی، اور تیسری کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

4- قانون تعلیل:

حادثات و واقعات کے اسباب بیان کرنا اور ان کی علتوں اور مختلف صورتوں کی وضاحت کرنا قانون تعلیل کہلاتا ہے۔

اطلاقی تحقیق (Applied Research)

اطلاقی تحقیق کا مقصد نئی چیزوں کو دریافت کرنا اور سائنسی ایجادات کو آشکار کرنا ہے۔ اس تحقیق کا دائرہ کار مادہ اور محسوس کی جانے والی اشیاء ہوتی ہیں، جیسے طبیعیات (Physics) کیمیا (Chemistry) اور فلکیات (Astronomy) وغیرہ میں کی جانے والی تحقیقات۔ تحقیق کی اس قسم کا عام طور پر تجرباتی منہج (Experiment Method) پر انحصار ہوتا ہے

مدت کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

بعض تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جنہیں محقق ایک مہینے میں ہی مکمل کر لیتا ہے، مثلاً وہ مختصر تحقیقاتی کام (Assignments) جو اسے کلاسز کے دوران مکمل کرنے کو دیئے جاتے ہیں۔ بعض تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جنہیں پورا کرنے میں ایک یا دو سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے، جیسے ایم۔ اے، ایم۔ فل، اور پی ایچ۔ ڈی کے مقالہ جات۔ بعض تحقیقات ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں پورا کرنے میں محقق کو بعض اوقات بیسیوں سال لگ جاتے ہیں، مثلاً دائرہ معارف اور انسائیکلو پیڈیا کی تیاری یا کسی انسائیکلو پیڈیا کے ترجمے میں کئی کئی سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اس طرح مدت کے اعتبار سے تحقیق کی تین اقسام ہیں:

- 1- مختصر مدت پر مشتمل تحقیق (Short Term Research)
- 2- طویل مدت پر مشتمل تحقیق (Long Term Research)
- 3- انتہائی طویل مدت پر مشتمل تحقیق (Extra Long Term research)

اخراجات کے لحاظ سے تحقیق کی اقسام

بعض تحقیقات تو ایسی ہیں جن پر سوائے کاغذ، کمپوزنگ یا پرنٹنگ کے کوئی خاص خرچہ نہیں آتا، جبکہ بعض تحقیقات ایسی بھی ہیں جنہیں مکمل کرنے کے لئے لاکھوں روپے یا لاکھوں ڈالر خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال خلائی تحقیقات ہیں جن کے نتائج کے حصول کے لئے کروڑوں ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں۔ کیمسٹری، فزکس، ایکس ریز اور ایٹم سے متعلق ترقی یافتہ تحقیقات (Advanced Researches) میں سے ایک ایک تحقیق کے لئے کئی ملین ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ بعض تحقیقات انتہائی کم سرمایہ خرچ کر کے مکمل کی جاسکتی ہیں اور بعض تحقیقات اس قدر بھاری سرمایہ کا تقاضا کرتی ہیں کہ انہیں مالی طور پر مستحکم ممالک ہی برداشت کر سکتے ہیں۔

اثر اندازی کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

بعض تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جن کی اثر اندازی محقق کی اپنی ذات تک محدود رہتی ہے۔ ان کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہوتا، یا ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، یا وہ لوگوں کی روزمرہ کی زندگی پر اثر

۔ اگرچہ اس تحقیق کے لئے حسی مشاہدات اور تجربہ گاہوں کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن یہ بات فراموش نہیں کی جاسکتی کہ محض لیبارٹری کا تجربہ سائنسی علم و معرفت کی تہا بنیاد نہیں ہوتا، بلکہ ان سائنسی علوم کی کئی شاخوں میں محقق کو عقلی و تحلیلی اور استنباطی و حسابی (Mathematical) طریقہ کار پر بھی انحصار کرنا پڑتا ہے۔ لہذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی بھی مسئلے کے حل کے وقت محض لیبارٹری اور تجربہ گاہوں پر اکتفا نہ کرے بلکہ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر حقیقت کے بارے میں تحقیق کرنے کا اس کے حسب حال ایک منج و طریقہ ہوتا ہے، اور تجرباتی منج کا دائرہ کار بہت محدود ہوتا ہے کیونکہ اطلاقی تحقیق کے مناج بھی دو طرح کے ہوتے ہیں:

1- مناج عامہ (General Methods):

ایسے مناج جو مادی اور غیر مادی دونوں طرح کے حقائق کے حصول کا ذریعہ بن سکتے ہیں، انہیں عقلی، منطقی، اور استنباطی یا استقرائی، صنفی اور تحلیلی مناج بھی کہا جاتا ہے۔

2- مناج خاصہ (Special Methods):

مناج خاصہ کی بہت سی صورتیں اور اقسام ہیں جن میں سے ایک تجرباتی تحقیق کا منج (Method of Experimental Research) ہے جو صرف مادی حقائق کے مطالعہ کے لئے درست ہوتا ہے، اس خاص منج کی دوسری اقسام پیمائشی منج (Survey Method)، احوال کا مطالعہ (Case Study)، تاریخی تحقیق کا منج (Historical Method) اور شریاتی منج (Statistical Method) وغیرہ ہیں۔ (۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تجرباتی منج پر اکتفا کر کے نظریاتی اور استنباطی منج سے روگردانی کرنا کسی طرح بھی درست نہیں، کیونکہ انسان مادی ترقی میں خواہ کتنے ہی کمال کو کیوں نہ پہنچ جائے، وہ روحانیت سے روگردانی کر کے خوش نہیں رہ سکتا۔ آج اقدار کے لحاظ سے انحطاط پذیر مغربی معاشرے اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔

انداز نہیں ہوتیں۔ اسی طرح کچھ تحقیقات عملی پہلو سے خاصی اہم ہوتی ہیں، لیکن بد قسمتی سے انہیں وہ مقام نہیں مل پاتا جن کا وہ استحقاق رکھتی ہیں۔ ان تحقیقات سے غفلت اس لئے برتی جاتی ہے کیونکہ یا تو وہ ایسے ماحول میں جنم لیتی ہیں جو ایسی تحقیقات کے لئے موزوں نہیں ہوتا یا بعض اوقات ان کی ترویج و اشاعت کے لئے مالی وسائل کا فقدان ہوتا ہے۔

تاریخ عالم میں کچھ ایسی تحقیقات بھی تھیں جنہوں نے انسانی زندگی کا رخ موڑ دیا۔ جیسے وہ تحقیقات جو بھاپ اور گیس کے انجن کی ایجاد کا سبب بنیں۔ جیٹ طیارے، پینسلین کی ایجاد، ایٹمی طاقت کی دریافت، میزائل، مصنوعی سیارے، لیزر شعاعیں، سرطان، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، زراعت، صنعت اور ٹیکنالوجی سے متعلق کی جانے والی گراں قدر تحقیقات نے پوری دنیا کو متاثر کیا۔ ان تحقیقات نے ہمیں جہاز، ریل گاڑی اور کار وغیرہ جیسے ذرائع سفر عطا کئے اور انہیں کی وجہ سے مہلک امراض سے بچاؤ اور علاج ممکن ہوا۔

ان تحقیقات نے بجلی، ریڈیو، ٹیلی ویژن، گھڑی، عینک، ریفریجریٹر، واشنگ مشین، صفائی کے آلات اور مشینیں اور دیگر سینکڑوں آلات ایجاد کئے جن کے استعمال سے آج ہم لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ کچھ خاص تحقیقات ایسی ہیں جن کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اور بعض ایسی ہیں جن کی تاثیر ہر جگہ محسوس کی جاسکتی ہے، اور ان کے ثمرات و نتائج سے ہر جگہ کروڑوں انسان مستفید ہو رہے ہیں، بلکہ بعض اوقات کچھ تحقیقات انسانوں کے لئے انتہائی تباہ کن ثابت ہوئیں مثلاً: میزائل، ایٹم بم، کیمیائی اسلحہ، ہائیڈروجن بم اور جراثیمی ہتھیار وغیرہ۔ چنانچہ کچھ تحقیقات تو ایسی ہیں جنہوں نے انسانیت کی خدمت کی ہے اور کرنی ہیں، اور کچھ تحقیقات ایسی بھی ہیں جنہوں نے ماضی میں بھی انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

محققین کی تعداد کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

کچھ تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جنہیں صرف ایک محقق مکمل کرتا ہے، ایسی تحقیق کو انفرادی تحقیق (Single Research) کہا جاتا ہے۔ کچھ تحقیقات ایسی ہوتی ہیں جن میں دو یا زیادہ محقق شریک ہوتے ہیں، ایسی تحقیق کو مشترکہ تحقیق یا ٹیم ریسرچ (Team Research) کہا جاتا ہے۔ تحقیقات میں دوسروں کو شریک کرنا بعض اوقات اختیاری ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ محقق کسی

کام کو اکیلے بھی مکمل کر سکتا ہے لیکن وہ کام کی تقسیم اور وقت کی بچت کی خاطر دوسروں کو بھی شریک کر لیتا ہے۔ لیکن بعض اوقات اپنی تحقیق میں دوسروں کو شریک کرنا اضطراری ہوتا ہے، کیونکہ کچھ تحقیقات ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں کوئی ایک محقق پورا نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ علوم کے مختلف شعبوں میں کئی اختصاصات (Specialities) کا تقاضا کرتی ہیں۔ جیسے بعض دفعہ ایک تحقیق میں ایک ماہر کیمیا دان، فزکس کے ماہر، بائیولوجی کے عالم، ہول انجینئر، زرعی انجینئر، اور اریگیشن انجینئر کی ضرورت ہو اور یہ سب لوگ ایک ٹیم اور گروپ کی شکل میں پہلے سے طے شدہ منصوبے پر کام کریں۔ اور بعض دفعہ کچھ تحقیقات ایسی بھی ہوتی ہیں جو اپنے موضوع اور مزاج کی وجہ سے اشتراک کا تقاضا کرتی ہیں۔ کسی تحقیق کے اخراجات جتنے زیادہ بڑھتے ہیں اس میں کام کرنے والوں کی تعداد بھی اسی لحاظ سے اضافے کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ ایسی صورت میں جہاں ایک طرف کام تقسیم ہو جاتا ہے تو دوسری جانب تحقیقاتی نگرانی، مالی نگرانی اور محققین کی باہمی مشاورت کی وجہ سے کامیابی کے امکانات بھی بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ مشترکہ تحقیقات میں عام طور پر ایک صدر محقق (Chief Investigator) ہوتا ہے اور دوسرے معاون محققین (Co-investigator) شمار کئے جاتے ہیں۔

معیار کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

1- کلاس کے دوران تحقیق: (Class Assignment)

یہ تحقیقی کام کالج یا یونیورسٹی میں تعلیمی سمسٹر کے دوران طلبہ کو تفویض کیا جاتا ہے، اسے عام طور پر (Term Paper) بھی کہتے ہیں۔ ایسی تحقیق ہر استاد اپنے اپنے مضمون کے بارے کرواتا ہے، اساتذہ اپنے طلبہ کو تحقیق کا موقع اس لئے فراہم کرتے ہیں تاکہ تحقیق کے میدان میں ان کی صلاحیتوں میں نکھار پیدا ہو، وہ تحقیق کے نتائج سے آشنا ہوں، اور اساتذہ کی نگرانی میں علوم کے سرچشموں تک رسائی حاصل کر سکیں۔ یہ تحقیق (Term Paper) بعض اوقات 10 صفحات پر اور بعض اوقات بڑھ کر 40 کے قریب صفحات پر مشتمل ہوتی ہے۔ لیکن یہ اپنے طریقہ کار، منہجیت، اور مقاصد کے اعتبار سے ایم۔ اے، ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کے مقالہ جات سے زیادہ مختلف نہیں ہوتی۔

اس درجہ کی تحقیق کا مقصد جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے طلبہ میں مطالعہ اور تحقیق کا ذوق پیدا کرنا، انہیں لائبریری میں موجود کتب اور مصادر و مراجع سے متعارف کروانا، معلومات کی جمع آوری اور

ترتیب و تدوین کا طریقہ سکھانا، پھر ان معلومات کا تجزیہ اور ان سے نتائج کا استنباط کرنے کا ملکہ اور سلیقہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اس سطح پر تحقیق کی قدر و قیمت (Value) کا تعین صفحات کی تعداد کے ذریعے نہیں بلکہ منجیت، اسلوب، طریقہ کار اور تحقیق کے قوانین کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

2- ایم۔ اے کا مقالہ: (M.A. Thesis)

ایم۔ اے کا مقالہ لکھنے کے لئے کی جانے والی تحقیق بہر حال ٹرم پیپرز سے اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ اس سطح پر تحقیق کا مقصد نئے علوم و معارف اور رجحانات کو سیکھنا اور سمجھنا اور دوسروں تک پہنچانا ہے۔ اس کے ذریعے محقق کو وسیع پیمانے پر تحقیق کا تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ مقالے کی تیاری کے دوران اسے تحقیقی مناجح کا علم حاصل ہوتا ہے دراصل ایم۔ اے کا مقالہ محقق کی ذہانت، صلاحیت، استعداد اور مستقبل میں تحقیق اور تالیف کو جاری رکھنے کی قدرت و استطاعت کا امتحان ہوتا ہے۔ نیز وہ اس کے ذریعے اگلے مرحلے یعنی ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

3- ایم۔ فل کا مقالہ: (M.Phil. Thesis)

اس وقت پاکستانی یونیورسٹیوں میں ایم۔ اے اور پی ایچ۔ ڈی کے درمیان تحقیق کے ایک نئے مرحلے کا اضافہ کیا گیا ہے، جسے ایم۔ فل کہتے ہیں۔ یہ نیا مرحلہ ایم۔ اے کی تحقیق سے کسی قدر اعلیٰ اور پی ایچ۔ ڈی کے مقالے سے کم سطح کا شمار ہوتا ہے، جو کورس ورک اور ریسرچ ورک پر مشتمل ہوتا ہے۔ طالب علم کو باقاعدہ چوبیس کریڈٹ آور کا ایک کورس پڑھنا پڑھنا ہوتا ہے، جس میں وہ اپنے تخصص کے حوالے سے ریسرچ کے قواعد و اصول سیکھتا ہے۔ اور اس کورس کی کامیاب تکمیل کے بعد ایک سال کے دوران کسی موضوع پر تحقیقی مقالہ تیار کرنا ہوتا ہے جو چھ کریڈٹ آور کے برابر ہوتا ہے۔ اس طرح دو سال میں ایم۔ فل کا مقالہ مکمل ہوتا ہے۔

4- پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ: (Ph.D. Dissertation)

پی ایچ۔ ڈی کے لئے کی جانے والی تحقیق علمی تحقیقات کا سب سے بلند مقام ہے۔ اگر ایم۔ اے اور ایم۔ فل کے لئے لکھے جانے والے مقالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ان میں تخلیق و ابتکار (Innovation & Creativity) اور عالمی ثقافت کے لئے کوئی جدید اضافہ ہو تو پھر وہ تخلیق اور وہ جدید اضافے جن کا پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ تقاضا کرتا ہے لازمی طور پر زیادہ مستند، واضح، قوی اور عمدہ مواد پر مشتمل ہونے چاہئیں۔ پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ نہ صرف وسیع مصادر و مراجع کی روشنی میں

تیار کیا جاتا ہے، بلکہ اس میں معلومات و مواد کی بہترین ترتیب و تنظیم اور تجزیہ و تحلیل پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ اس میں نتائج فکر کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اور یہ مقالہ اس بات کی دلیل بن جاتا ہے کہ اب مقالہ نگار کو مستقبل میں تحقیقی آزادی حاصل ہے، وہ کسی نگران و مرشد کے بغیر بھی تحقیق کا کام کر سکتا ہے۔ (۹)

پی ایچ۔ ڈی کے مقالے اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج کے حوالے سے نیویارک یونیورسٹی کے تھیسز مینوئل (Thesis Manual) کا یہ تبصرہ ملاحظہ فرمائیے:

" The results of his investigation must be such that he is ,there after, considered by others a recognized authority in the field " (۱۰)

موضوع کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

موضوع کے اعتبار سے تحقیق کی بہت سی اقسام ہیں۔ کسی بھی دینی، لغوی، حسابی، منطقی، نفسیاتی، معاشرتی، نباتاتی، حیاتیاتی، فلکیاتی، ارضیاتی، مالی و اقتصادی، انتظامی، انجینئرنگ، فارمیسی، کمپیوٹریاں جیسے دیگر نظریاتی و اطلاقی موضوعات پر تحقیق ہو سکتی ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ موضوع کے لحاظ سے تحقیقات کی اقسام دراصل علم و معرفت کی انواع کے لحاظ سے مختلف ہو جاتی ہیں۔ اور ہر موضوع اپنے اندر کئی فروعات کو سمیٹے ہوئے ہوتا ہے، مثلاً: لغت کے میدان میں بیسیوں مختلف موضوعات پر تحقیق ہو سکتی ہے شاعری، ناول، ڈرامہ، افسانہ، اصوات حروف، صرف، نحو، تاریخ، لغت، معاجم، علم لغت نویسی، ترجمہ اور زبان کی تعلیم وغیرہ گویا کہ ہر موضوع کے تحت بیسیوں فروعات اور ہر فرع کے ساتھ بیسیوں عنوانات، اور ہر عنوان کے ساتھ بیسیوں اقسام ہوتی ہیں، اور ہر قسم کے مزید کئی شعبے بن جاتے ہیں۔ اس طرح ہزاروں موضوعات ایسے ہیں جنہیں تحقیق کا میدان بنایا جاسکتا ہے۔

منہج کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام

منہج کے اعتبار سے تحقیق کی بہت سی اقسام ہیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

1- تقابلی تحقیق: (Comparative Research)

اس قسم کی تحقیق میں دو شخصیات یا دور یا ستوں، دو زمانوں، دو کتابوں، دو فلسفوں، دو طرح کے اسالیب یا ایک نوع کے دو امور کے درمیان موازنہ کیا جاتا ہے۔ اس موازنے کی دو جہتیں ہوتی ہیں،

ایک جہت مشابہت اور دوسری جہت اختلاف۔ مگر محقق صرف مشابہت کے پہلو یا صرف اختلاف کے پہلو کو بھی موضوع تحقیق بنا سکتا ہے۔

2- وصفی/بیانیہ تحقیق: (Descriptive Research)

اس تحقیق میں کسی چیز کی حقیقت حال کو بیان کیا جاتا ہے مثلاً: کسی علاقے میں کسی سکول کی بلڈنگ کا وصف، معیشت کا معیار بیان کرنا، برآمدات اور درآمدات کی تفصیل بیان کرنا، آبادی کی تقسیم کی صورت حال، لسانی معیار کے متعلق معلومات پیش کرنا، اقتصادی صورت حال پر تبصرہ کرنا، عسکری و دفاعی حالت کا جائزہ لینا، زرعی پیداوار کا تعارف کروانا اور صنعتی پیداوار کا تجزیہ کرنا وغیرہ۔ وصفی یا بیانیہ تحقیق کو مکانی اور زمانی حدود و قیود کے ذریعے مقید کر دیا جاتا ہے۔ اسے بلا تحدید اور کھلا نہیں چھوڑا جاتا۔ مثلاً صرف ”لسانی و لغوی معیار“ کو موضوع تحقیق نہیں بنایا جاتا بلکہ کسی ملک کی تحدید کے ساتھ عنوان تحقیق بنایا جائے گا، اور یہ مکانی تحدید ہوگی۔ اور اگر کسی ملک کے کسی خاص سال یا متعین سالوں کے دوران لسانی و لغوی معیار کا جائزہ لیا جائے تو یہ زمانی تحدید ہوگی۔

3- تقییمی تحقیق: (Evaluative Research)

تقییمی تحقیق سے مراد کسی صورت حال کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لے کر اس کی بہتری کے لئے تجاویز مرتب کرنا ہوتا ہے۔ تقییمی تحقیق انسانی زندگی کے سینکڑوں حالات اور بے شمار شعبوں مثلاً: انتظام، معیشت، تعلیم، صنعت، زراعت وغیرہ کے بارے میں کی جاسکتی ہے۔ عام طور پر تقییم (Evaluation) سے پہلے محقق کو وصفی و بیانیہ تحقیق کرنا پڑتی ہے، تاکہ وہ موضوع تحقیق کے بارے میں پہلے مکمل معلومات حاصل کرے، اور پھر ان کی تقییم کر کے بہتر سے بہتر تجاویز دے۔

4- تاریخی تحقیق: (Historical Research)

اس تحقیق میں کسی حالت کا یا کسی متعین عرصے کا تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے۔ یہ تحقیق تاریخی نقطہ نظر سے کسی بھی موضوع کے بارے میں کی جاسکتی ہے مثلاً: زمانے کے ساتھ ساتھ لسانی ارتقاء، کسی ملک کی ایک خاص عرصے میں زراعت میں ترقی، تعلیم کا ارتقاء، جامعات کا ارتقاء، صنعت و حرفت کا ارتقاء وغیرہ۔

5- شماریاتی تحقیق: (Statistical Research)

اس تحقیق کی بنیاد معلومات کو جمع کرنے، پھر انہیں شماریاتی (Statistical) اور حسابی

(Mathematical) طریقوں سے تجزیہ کرنے اور ان معلومات سے نتائج اخذ کرنے پر ہوتی ہے۔ یہ تحقیق بھی وصفی و بیانیہ تحقیق کی ایک قسم ہے۔ شماریاتی تحقیق کو تحقیق کی دیگر اقسام کے ساتھ ملا کر بھی پیش کیا جاسکتا ہے مثلاً: شماریاتی و تقابلی تحقیق، شماریاتی و بیانیہ تحقیق، شماریاتی و تاریخی تحقیق۔

6- تراسلی تحقیق: (Correlative Research)

اس تحقیق میں دو اشیاء کے درمیان ربط و تعلق کی نوعیت اور درجہ بندی کو دریافت کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی زبان کی گرامر میں مہارت اور اس زبان کی تحریر میں مہارت کے درمیان کیا ربط و تعلق ہے؟ کیا ان میں سے ایک میں نمایاں حیثیت کا طالب علم دوسری میں بھی نمایاں حیثیت حاصل کر سکتا ہے؟ کیا اگر کوئی ایک میں کمزور ہے تو دوسری میں بھی کمزور ہوگا؟ اس ربط و تعلق کی نوعیت کیا ہے، مثبت یا منفی؟ اس ربط و تعلق کا درجہ کیا ہے، بلند یا معمولی؟ اس ربط و تعلق کی دو قسمیں ہیں:

i- مثبت ربط: (Positive Correlative)

مثبت ربط سے مراد یہ ہے کہ اگر پہلی مہارت میں نمایاں ہے تو دوسری میں بھی نمایاں ہوگا، اور اگر پہلی مہارت میں کمزور ہے تو دوسری میں بھی کمزور ہوگا۔

ii- منفی ربط: (Negative Correlative)

منفی ربط یہ ہے کہ ایک مہارت میں نمایاں ہے تو دوسری میں کمزور اور اگر پہلی میں کمزور ہے تو دوسری میں نمایاں۔

7- تجرباتی تحقیق: (Experimental Research)

تجرباتی تحقیق سے مراد ایسی تحقیق ہے جو تجربہ گاہوں (Laboratories) یا عملی میدانوں (Fields) میں تجربات کے ذریعے کی جاتی ہے۔ بعض اوقات ان تجربات کے لئے کلاس روم، چھوٹی لیبارٹری، کارخانے، کھیت یا کسی ادارے کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ گویا یہ تحقیق دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایک حصہ میں عملی تجربات کئے جاتے ہیں اور دوسرے میں بغیر تجربات کے روایتی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ پھر ان دونوں کے نتائج کا باہم موازنہ کر کے تجرباتی عناصر کی اثر اندازی کے درجہ و معیار کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس تحقیق کے دونوں حصوں میں عناصر کی غیر جانبداری کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ ممکنہ اثر اندازی صرف تجرباتی عنصر تک محدود رہے اور حقیقت مقصودہ تک درست سمت میں پہنچا جاسکے۔

اس تحقیق میں خاص نمونوں (Samples) کو معین زاویوں سے پرکھا جاتا ہے۔ یہ تحقیق بھی بنیادی طور پر وصفی تحقیق ہے۔ مثال کے طور پر کسی زبان کے خصائص پر تحقیق کرنے کے لئے لغوی نمونوں (Lexical Samples) کا مطالعہ کرنا اور ان خصائص کا تناسب معلوم کرنا۔

9- مطالعہ احوال / تحقیق حال: (Case Study)

اس تحقیق کا انحصار کسی ایک حالت کے مطالعہ پر ہوتا ہے مثلاً کسی طالب علم کے احوال کا مطالعہ، کسی یونیورسٹی کے حالات کا مطالعہ، کسی کارخانے، کسی کمپنی، کسی کھیت، کسی خاندان، کسی مریض یا کسی کمپنی اور کسی ادارے کے مالک کی حالت کا مطالعہ۔ اس تحقیق میں عمیق انداز میں کسی فرد کی حالت کا مطالعہ کیا جاتا ہے، تاکہ وصف و تقسیم (Description & Evaluation) اور موازنہ و تقابل کے ذریعے اس کی ترقی کے بہتر اسباب تلاش کئے جاسکیں۔

10- تعریفی تحقیق: (Defination Research)

اس تحقیق میں کسی اصطلاح کی تعریف کے مسئلے پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے، مثلاً ”فلسفہ“ کا معنی کیا ہے؟ جمہوریت کیا ہے؟ شخصی آزادی سے کیا مراد ہے؟ دہشت گردی کا کیا مطلب ہے؟ بنیاد پرستی کسے کہتے ہیں؟ موت کیا ہے؟ نفس، روح اور عقل کی تعریف کیا ہے؟

11- سببی تحقیق: (Causal Research)

اس تحقیق میں کسی حالت کے اسباب و علل جاننے کی کوشش کی جاتی ہے، مثلاً: کینسر کے اسباب کیا ہیں؟ سگریٹ نوشی کیوں کی جاتی ہے؟ طالب علم امتحان میں فیل کیوں ہوتے ہیں؟ مہنگائی، بے روزگاری اور ٹریفک حادثات کیوں بڑھ رہے ہیں؟ عربی زبان اور اسلامی علوم کا معیار کیوں رو بہ زوال ہے؟

12- نتائج پر تحقیق / حاصلاتی تحقیق (Result Research)

اس تحقیق میں کسی عامل کے نتائج کی شناخت پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ یہ عامل حسی و غیر حسی اور معنوی و مادی ہو سکتا ہے۔ جیسے سگریٹ نوشی کے نتائج پر تحقیق کرنا، ماحولیاتی آلودگی کے نتائج، اکمل کے استعمال کے نتائج، بسیار خوری، کثرت طلاق کے نتائج اور عربی زبان سے دوری کے نتائج وغیرہ۔

علمی تحقیق کے بنیادی عناصر

علمی تحقیق کی اہمیت و افادیت بڑی حد تک چند بنیادی عناصر کے ساتھ مربوط ہوتی ہے جو

مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱- مسئلہ تحقیق کی حدود کی شناخت
- ۲- جدت و تخلیق
- ۳- حیاتیات و واقعت
- ۴- تحقیق کی اصلیت
- ۵- امکانات (Possibility) تحقیق
- ۶- تحقیق کا مستقل بالذات ہونا
- ۷- مصادر تحقیق کی دستیابی
- ۸- وسیع مطالعہ
- ۹- دوسروں کی آراء کی تفہیم میں باریک بینی
- ۱۰- اسلوب کی عمدگی اور قوت

1- مسئلہ تحقیق کی حدود کی شناخت:

مسئلہ تحقیق سے مراد تحقیق کے علمی افکار، موضوعات، مسائل اور میدانات ہیں، اور مسئلہ تحقیق کی تحدید سے مراد تحقیق کی اہمیت کی وضاحت اور تحقیق کے مفروضے (Hypothesis) نیز معلومات، مواد (Data)، وسائل، (Sources) نمونوں، (Samples) مثالوں (Examples)، تجربات اور اسالیب کی نوعیت اور علمی مناہج کی اقسام جن کے ذریعے مقالے کی تیاری میں مدد لی جاتی ہے۔

2- جدت اور تخلیق:

تحقیق کے بنیادی عناصر میں ایک عنصر یہ ہے کہ وہ تحقیق جدید اور تخلیقی ہو، نئی معلومات کا اضافہ کرے اس میں نقل یا تقلید یا ترجمہ و تکرار نہ ہو۔ درحقیقت ہر محقق اپنی تحقیق کا آغاز وہاں سے کرتا ہے جہاں اس سے پہلے والے محققین رک گئے ہوتے ہیں، تاکہ علمی دنیا میں ایک اور قدم کا اضافہ ہو اور محقق علمی ترقی میں اپنا حصہ ڈالے۔ لیکن تحقیقی میدان میں مطلوبہ تخلیق سے مراد صرف نئی چیزوں کو

دریافت و آشکارا کرنا نہیں ہوتا بلکہ لفظ تخلیق کا اطلاق انکشاف و دریافت کے علاوہ کئی اور چیزوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ مثلاً: بکھرے ہوئے مواد کو نئی اور قابل استفادہ ترتیب دینا، قدیم حقائق کے لئے جدید اسباب تک رسائی حاصل کر لینا، یا قلیل اور منتشر معلومات کو ایک مضمون کی شکل میں یکجا اور منظم کر دینا بھی تخلیقی کاوش کہلاتا ہے۔

3- حیاتیات و واقعت:

تحقیق کا کوئی موضوع اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں حیاتیات و واقعت نہ ہو۔ اس موضوع کا محقق کے میلان طبعی کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہو، اور وہ موضوع معاشرے کی ضرورت بھی ہو۔ جس قدر اس کے مفید ہونے کا دائرہ وسیع ہوگا اسی قدر اس کی اہمیت بڑھتی چلی جائے گی۔ پس ایسی تحقیق اور ایسا موضوع جو لوگوں کے لئے اہم ہو، انہیں فائدہ پہنچائے، ان کی مشکلات کا حل پیش کرے، ان کے امراض کی تشخیص کرے، یا اس میں ان کے معاشرے کی ترقی، بہتری، راحت، امن و سکون اور خوشحالی کے متعلق تحقیق پیش کی گئی ہو، تو یہ ایسے موضوع پر تحریر کرنے سے کہیں زیادہ بہتر اور اہم ہے جو محض خیالی ہو، اور لوگوں کی زندگیوں کے واقعات سے دور ہو، کیونکہ وہ ایسی تحقیق کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔

”اسلام میں کلوننگ کا حکم (Cloning)“، ”مسلمان اور انٹرنیٹ کا استعمال“، ”اسلام میں بنیادی انسانی حقوق“، ”اسلام میں بچوں کے حقوق“، ”انسانی اعضاء کی پیوند کاری“، ”اسلامی اور بین الاقوامی قوانین میں عورت کے حقوق“، ”عالم اسلام پر جدید صلیبی یلغار“، ”عالم اسلام پر فکری یلغار کے اہداف و اثرات“، ”عالمیت (Globalization) کے چیلنجز اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں“، ”جدید عالمی نظام (New World Order) اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں“، ”اسلام اور دہشت گردی (Terrorism)“، ”اسلام اور انتہاء پسندی (Extremism)“، ”اسلام اور بنیاد پرستی (Fundamentalism) اور قرآن مجید کا جدید مطالعہ ایسے موضوعات ہیں جو حیاتیات و واقعت سے متصف ہیں اور معاشرے میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ہر شخص کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر سکتے ہیں۔

4- تحقیق کی اصلیت: (Originality)

تحقیق کی اصلیت کا انحصار ان افکار کے مستقل بالذات، آزاد اور خود مختار ہونے پر ہوتا ہے جن سے تحقیق وجود میں آتی ہے۔ اصل تحقیق وہی ہے جو نئے افکار اور جدید آراء و نظریات پر مشتمل ہو۔ تحقیق محض دوسرے محققین کی آراء و افکار کو نقل کر دینے کا کام نہیں۔ اسی طرح تحقیق کی اصلیت

بذات خود تحقیق کے موضوع پر بھی موقوف ہوتی ہے۔ موضوع جس قدر نیا ہوگا اس کی علمی قیمت (Value) زیادہ ہوگی۔ جس قدر معاشرتی ضروریات سے زیادہ وابستہ ہوگا، نظریات، مسائل اور ان کے حل سے مربوط ہوگا، اسی قدر وہ ذہنی، جسمانی اور مالی و مادی محنت کا مستحق ہوگا۔

5- امکانات تحقیق: (Possibility)

امکانات تحقیق سے مراد یہ ہے کہ طالب علم تحقیق کے لئے ایسے موضوعات کا انتخاب نہ کرے جو انتہائی پیچیدہ، مبہم، ناقابل حل اور محقق کی استعداد و قدرت سے ماوراء ہوں۔ چنانچہ بہت سے موضوعات بہت دلکش اور دلچسپ ہوتے ہیں لیکن ان پر تحقیق کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے متعلق معلومات اکٹھی کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ کیونکہ یا تو ان کے لئے مادی اور معنوی اسباب و ذرائع میسر نہیں ہوتے یا وہ اس قدر مبہم اور پیچیدہ یا الجھنوں پر مشتمل ہوتے ہیں جنہیں سلجھانا ناممکن ہو جاتا ہے۔

6- تحقیق کا مستقل بالذات ہونا:

اس سے مراد یہ ہے کہ محقق اپنی تحقیق میں سبقت لے جانے والا ہو اور تحقیق کی تیاری کے بعد خود مختار اور آزاد ہونے کا حق دار بن جائے۔ دراصل یہ ایک اخلاقی عنصر ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر تحقیق اپنے موضوع کے لحاظ سے مستقل بالذات ہو، اور کسی ایسے موضوع کا انتخاب نہ کیا جائے جس پر کوئی دوسرا محقق محنت کر چکا ہو، ایسا کرنا کسی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے۔

کسی محقق کا علمی درجہ خواہ کتنا ہی بلند ہو اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی ایسے موضوع پر مطالعہ پیش کرے یا کسی ایسے تحقیقی مسئلے کا حل پیش کرے جسے اس کا کوئی محقق ساتھی پہلے ہی بیان کر چکا ہو۔ کسی کی محنت کو نقل کر کے اپنی طرف منسوب کرنا ایک علمی و ادبی خیانت ہے (البتہ اگر اس موضوع سے متعلق کوئی نئی بات پیش کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں)

7- مصادر تحقیق کی دستیابی:

تحقیق کے لئے مصادر و مراجع کا دستیاب ہونا انتہائی ضروری امر ہے، ورنہ محقق اپنی تحقیق کو کما حقہ مکمل نہیں کر پائے گا۔ لہذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ ان موضوعات کا انتخاب نہ کرے جن کے بارے میں مصادر و مراجع کی قلت ہو یا مواد و معلومات کی کمی ہو۔ مصادر سے مراد کسی موضوع کی قدیم اور بنیادی کتابیں، مخطوطات، مجلات و رسائل، اخبارات و جرائد، کتب تراجم (سوانح عمریاں)، کتب اسماء الرجال، دوائر معارف (انسائیکلو پیڈیا) اور ایسی دستاویزات لئے جاتے ہیں جو کسی موضوع کے متعلق قدیم اور بنیادی معلومات پر مشتمل ہوں۔ مقالہ نگاری میں ان اصلی مصادر (Original Sources) کی بہت

اہمیت ہوتی ہے۔ جہاں تک مراجع (Secondary Sources) کا تعلق ہے تو ان میں کئی مصادر اصل سے معلومات نقل کر کے نئے لباس و اسلوب میں پیش کی جاتی ہیں۔ لہذا ایک محقق کے لئے ضروری ہے کہ اگر اسے کچھ معلومات مراجع ثانویہ (Secondary Sources) میں ملیں تو مصادر اصل (Original Sources) میں ان کے بارے میں ضرور تحقیق کر لے۔

8- وسیع مطالعہ:

محقق کے لئے ضروری ہے وہ اپنے موضوع سے متعلق ممکنہ حد تک تمام تحقیقات کا وسیع سے وسیع تر مطالعہ کرے۔ موضوع سے متعلق کوئی چیز اس کی نظر سے پوشیدہ نہ رہے۔ چونکہ محقق اپنے مطالعہ کی بنیاد پر تحقیق کے نتائج و حاصلات (Finding & Results) مرتب کرتا ہے، لہذا اس پر لازم ہے کہ وسیع مطالعہ کرے اور اپنے موضوع سے متعلق کسی قابل ذکر اور قابل اہمیت مصدر و مرجع سے صرف نظر نہ کرے۔

9- دوسروں کی آراء کی تفہیم میں باریک بینی:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کی آراء کی تفہیم اور ان کی عبارات و اقوال کو نقل کرنے میں انتہائی احتیاط سے کام لے۔ محقق کی غلط فہمی، یا نقل میں غلطی کی وجہ سے بعض دفعہ بڑے بڑے مسائل جنم لیتے ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ محقق دوسروں کی آراء کو حرف آخر، قطعی اور ثابت شدہ حقیقت سمجھ کر اختیار نہ کرے، کیونکہ بہت ساری آراء کی بنیاد بہت کمزور ہوتی ہے۔ لہذا محقق کو چاہیے کہ دوسروں کی آراء کا مطالعہ کرے۔ انہیں میزان جرح و تعدیل میں تول کر اور ان کی صحت و سقم کو جانچ کر درست و مضبوط آراء کو قبول کرے اور غلط آراء کو رد کر دے۔

10- اسلوب کی عمدگی اور قوت:

محقق کے مقالے کی اہمیت و وقعت اس بات پر موقوف ہوتی ہے کہ مقالے کی عبارت اور تحریر لفظی، لغوی اور نحوی و صرفی اغلاط سے محفوظ ہو نیز اس کی تمام عبارات واضح، عام فہم اور ابہام سے مبرا ہوں۔ نحوی و لغوی اغلاط کی کثرت تحقیق کے حسن کو داغدار کر دیتی ہے۔ لہذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا مقالہ انشاء کے اسالیب کو مد نظر رکھتے ہوئے فصیح زبان میں تحریر کرے اور حتی الامکان لغوی و ترکیبی اغلاط سے اجتناب کرے۔ اگر اس کو زبان میں مہارت نہ ہو تو وہ ماہرین کے پاس جائے، کثرت مطالعہ کرے اور اہل زبان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اس عیب اور کمزوری کو دور کرنے کی کوشش کرے، تاکہ مقالے کی طباعت و اشاعت سے پہلے اغلاط کا استدراک ہو سکے۔ (۱۱)

فصل ثالث (3):

محقق اور نگران تحقیق

(۱) محقق کی خصوصیات:

بلاشبہ تحقیق ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے نتائج، تخلیقات، ایجادات، انکشافات اور نئی چیزوں کو حاصل کیا جاتا ہے۔ اس لئے عمل تحقیق کے لئے ایک خداداد صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ کام ہر ایک کے بس میں نہیں ہوتا۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ایک طالب علم اچھا تعلیمی ریکارڈ ہونے کے باوجود تحقیق کے میدان میں مایہ ناز مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اسی طرح ایک طالب علم کا تعلیمی ریکارڈ اتنا اچھا نہیں ہوتا لیکن تحقیق کی دنیا میں وہ گراں قدر خدمات سرانجام دیتا ہے۔ لہذا اگر کسی طالب علم میں تحقیق و جستجو کی صلاحیت پائی جائے، تو اس کی نشوونما کرنا چاہیے، اور اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانا چاہیے، اور اسے مطلوبہ معیار تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ طلبہ میں اس صلاحیت کی موجودگی کی مندرجہ ذیل علامات ہوتی ہیں:

- ۱- وہ طالب علم تحقیق کے لئے نیا موضوع منتخب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔
- ۲- انتخاب کردہ موضوع کے لئے ابتدائی خاکہ تحقیق تیار کرنے کی استعداد رکھتا ہو۔
- ۳- مختلف افکار و آراء پر تنقید اور اپنی رائے اور فکر پر دلائل قائم کرنے کا ملکہ رکھتا ہو۔
- ۴- مذاکرات کے ذریعے نئے نئے افکار کی طرف توجہ مبذول کرانے اور مباحثہ و مناقشہ کے ذریعے کسی جدید رائے کو ثابت کرنے یا رد کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

اب ہم اختصار کیساتھ کچھ ایسی خصوصیات اور صفات کا ذکر کرتے ہیں جن سے ہر محقق کو آراستہ

ہونا چاہیے:

1- تحقیق میں میلان اور دلچسپی:

میلان و رغبت تحقیق کے عمل کی کنجی ہے۔ اس کے بغیر اس میدان میں داخل ہونے کا تصور

بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا بہت سا وقت اپنے موضوع کے مطالعہ اور اس سے متعلق معلومات اکٹھی کرنے پر صرف کرے، اور اس موضوع پر لکھی گئی ہر کتاب کو نظر سے گزارنے کی کوشش کرے، اور پھر مطالعہ سے حاصل شدہ معلومات کو اچھی طرح ہضم (Digest) کرے، اپنے موضوع کے متعلق تمام معلومات و اخبار (informations) اور تصورات (Concepts) کو واضح کرے تاکہ اس کی تحقیق کے نتائج تعارض اور تناقض سے محفوظ ہو سکیں۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کے بہت سے جلیل القدر علماء نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ صرف تعلیم و تعلم کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ انہوں نے اسلامی لائبریری کو زرخیز اور مالا مال کرنے کے لئے انتھک کوششیں صرف کیں۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بہت سی نصوص علم و معرفت، فکر و نظر، تحقیق و جستجو کی فضیلت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اس طرح ایک محقق درحقیقت مطالعہ اور تحقیق کرتے ہوئے اپنے رب کی عبادت کرنے والا ہوتا ہے۔ نیز اسے مادی اور روحانی دونوں طرح کے فوائد حاصل ہو رہے ہوتے ہیں، اور وہ بیک وقت دو ہدف پورے کر رہا ہوتا ہے۔

2- صبر و تحمل:

محقق کو بار بار مصادر و مراجع کی طرف رجوع کرنے اور انہیں پڑھنے سے اکتانا اور بیزار نہیں ہونا چاہیے بلکہ جب تک مقصود حاصل نہ ہو جائے، اور سارا معاملہ واضح نہ ہو جائے، اس وقت تک صبر و تحمل کے ساتھ محنت کرتا رہے۔ اس کا مقصد کم سے کم وقت میں صرف ڈگری کا حصول نہ ہو بلکہ صبر و تحمل اور وقار و احتیاط کے ساتھ آراستہ ہو، بہتر سے بہتر مواد و معلومات جمع کرنے اور انہیں ترتیب دینے کا اہتمام کرے۔ ہمیشہ اپنی تحقیق کے کمال (Perfection)، تخلیق (Innovation) اور علمی دنیا میں ایک قابل قدر اضافے (Contribution) کی طرف متوجہ رہے۔

3- علمی دیانت داری:

تحقیق کو ہر طرح کے سرقت (Plagiarism) سے پاک ہونا چاہیے، اور علمی امانت داری کا

لٹا سنا یہ ہے کہ ہر نقل و اقتباس (Quotation) کا حوالہ (Reference) ضرور دیا جائے۔ ہر عبارت کو کہنے والے کی طرف منسوب کیا جائے، اور تمام معلومات کا ان کے مولفین کی طرف نسبت کرتے ہوئے حاشیہ میں حوالہ دیا جائے۔ نیز عبارت و اقتباس نقل کرتے ہوئے کسی قسم کا التباس، تحریف، زیادتی یا کمی نہ ہو، جو عبارت کے مقصود و مطلوب میں خلل و بگاڑ پیدا کرے۔ اس علمی امانت داری سے محرومی ایک بری صفت ہے جسے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں یہودیوں کا شیوہ قرار دیا گیا ہے۔

4- تواضع اور عاجزی:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ تکبر، غرور، اور خود پسندی سے اجتناب کرے۔ کسی کی آراء و نظریات کو گھٹیا نہ کہے۔ کسی کی ذات پر کچھ نہ اچھالے۔ اگرچہ جو وہ کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہی کیوں نہ ہو، اور اس کی تنقید یا تبصرہ درست ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ سب کچھ اس کی تحقیق کو انداز بنا دے گا، اس کا علمی مرتبہ گر جائے گا، اور قاری اس کی تحقیق کے مطالعہ سے متنفر ہو جائے گا۔ اگر تحقیق کے آداب اور علمی معروضیت کا خیال رکھا جائے تو محقق ایسی بہت سی غلطیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے جو تحقیق کے حسن کو پامال کر دیتی ہیں۔

5- نظم و نسق اور تنظیم و ترتیب کی صلاحیت:

محقق کو اپنے تحقیقی عمل میں منطقی ترتیب اور نظم و نسق کا دامن تھامے رہنا چاہیے۔ اسے چاہیے کہ اپنی فکر کو منظم و مرتب رکھے، اور فکری انتشار سے دور رہے۔ جب مطالعہ کرے تو اپنے مطالعہ کو کسی ایک مسئلے اور نکتے پر مرکوز رکھے۔ ایک سے زائد مسائل یا نکات پر بیک وقت غور و فکر نہ کرے، کیونکہ اس طرح سے تمام مسائل کے ضیاع کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اپنے مطالعہ کو کسی ایک مسئلے یا موضوع پر مرکوز رکھے گا تو مطلوبہ نتائج بہترین طریقے سے حاصل کر لے گا۔ اسی طرح جب اپنی معلومات کو ترتیب دینا چاہے اور ابواب و فصول کے مطابق ان معلومات کو تحریر کرنا چاہے تو اس مرحلے پر بھی بڑی احتیاط، تنظیم اور ترتیب کے ساتھ چلے۔ مختلف ابواب و فصول کو بیک وقت تحریر کرنا شروع نہ کر دے، بلکہ ایک ایک فصل کی معلومات مرتب کرے، اور جب تک ایک فصل تحریر کرنے سے مکمل طور پر فارغ نہ ہو جائے دوسری فصل کو ہاتھ نہ لگائے۔ نیز مرحلہ وار اور ترتیب وار خاکہء تحقیق کے مطابق مقالے کو آخری شکل دے۔

یقینی طور پر ایک ذہین اور روشن دماغ محقق ہی مختلف افکار کو باہم مربوط کر سکتا ہے، اور ان کے درمیان موازنہ کی اہلیت رکھتا ہے، اور اپنی اسی صلاحیت کی بنا پر درست نتائج حاصل کر سکتا ہے۔

7- غیر جانبداری اور انصاف پسندی:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ اپنی ذاتی آراء، ذاتی رجحانات و میلانات اور شخصی نظریات و ترجیحات کو بالائے طاق رکھ کر تحقیق کے میدان میں قدم رکھے، اور غیر جانبدار ہو کر اپنے موضوع کے بارے میں سوچے۔ ہاں اگر کوئی بات اس کے عقیدے کے مسلمات سے متصادم ہو تو اسے دفاع کرنے کا حق حاصل ہے۔ لہذا محقق کو قوانین بناتے وقت اور نتائج نکالتے وقت عقیدے کی مسلمات سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے، اور یہ کوئی جذباتی بات نہیں بلکہ عقلی و منطقی فیصلہ ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علمی تحقیق کی بنیاد ذاتی خواہشات پر نہیں ہوتی بلکہ عقل اور دلیل پر ہوا کرتی ہے اور اسلامی عقیدہ قطعیت اور ثبوت کے اس درجے پر ہے کہ اس کی آراء و نظریات علم منطق اور عقل سلیم سے متصادم نہیں ہو سکتے۔ البتہ دوسرے مذاہب کے عقائد محض احساسات، جذبات اور عقلی تسلیم کی بجائے قلبی تسلیم پر موقوف ہوتے ہیں۔

غیر جانبداری کا تقاضا یہ بھی ہے کہ محقق دوسروں کی آراء پر حکم لگانے میں بھی انصاف سے کام لے اور دوسروں کے ساتھ اسی طرح انصاف کرے کہ جس طرح وہ اپنی ذات کے ساتھ انصاف چاہتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ دوسروں کی آراء کو حقیر سمجھا جائے یا ان کے مخالف نظریات کی تشہیر کی جائے۔ اگر کبھی ایسا کرنا ضروری بھی ہو تو بڑے احترام، نرمی، عدل و انصاف اور احسن انداز کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

8- غیر مدلل آراء سے اجتناب:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ غیر مدلل آراء سے اجتناب کرے، اور ان پر علمی شک کرے، وہ کسی فکر و رائے کے قائلین کی کثرت یا ان کی شہرت سے دھوکہ نہ کھا جائے۔ کیونکہ حق قلت و کثرت سے آزاد ہوتا ہے اور کسی چیز کی شہرت اسے غلطی سے معصوم نہیں بنا سکتی۔ لہذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ جو بھی پڑھے اس میں خوب غور و خوض کرے۔ مختلف آراء کا موازنہ کرے اور انہیں دلائل

دراہین کی کسوٹی پر پرکھے، اور دوسروں کی قائم کردہ آراء کو بغیر سوچے سمجھے تسلیم نہ کر لے بلکہ ان پر بحث و تمحیص کر کے اپنی آراء کا اظہار کرے۔

واضح رہے کہ ایسے قطعی شرعی نصوص اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں، جن کی صحت ثابت ہو چکی ہے، اور ان کی قطعیت و حمیت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا۔ پس کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس علمی شک کے حصول کو ان مسلمات پر لاگو کرے، بلکہ محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف شرعی نصوص کی صحت کے ثبوت کا تیقن کرے، پس جب وہ ثابت ہو جائیں تو پھر ذرہ برابر شک یا بحث و تمحیص کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ انہیں فوری طور پر تسلیم کرنا اور ان پر ایمان لانا لازم ہے۔

9- اخلاقی اصولوں کی پابندی:

اس سے مراد یہ ہے کہ محقق اپنی تحقیق کے ذریعے انسانیت کی خدمت اور انسانیت کی اصلاح و فلاح و بہبود کو مد نظر رکھے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کی تحقیق کی وجہ سے معاشرہ انتشار، فساد اور فرقت واریت کا شکار ہو جائے۔ اور نہ ہی محقق کو اپنے تجربات اور سائنسی تحقیقات کو تخریب کاری، خون ریزی، اور نسل انسانی کی ہلاکت اور نقصان کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔ جیسا کہ آج کی تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ دنیا کے دانشمند کر رہے ہیں۔

10- علم میں رسوخ:

قرآن کریم نے علم اور علماء کی تعریف و توصیف کی ہے اور جہالت اور جہلاء کو قابل مذمت قرار دیا ہے۔ محقق کو علم میں رسوخ حاصل کرنے کے لئے وسیع مطالعہ اور گہرا علم حاصل کرنا چاہیے۔ نیز علم میں رسوخ ایک ایسی خصوصیت ہے جو محقق میں تو وضع پیدا کرتی ہے، اور وہ لائے علمی اور نامعلوم چیزوں کی حدود پر آکر رک جاتا ہے۔ بہترین محقق وہ ہے جو کسی چیز کا مکمل ادراک نہ ہونے کی صورت میں بلا جھجک کہہ دے

”لا أدري“ میں نہیں جانتا۔ (۱۲)

(ب) نگران تحقیق:

ایم۔ اے کے مقالہ (Thesis) کے لئے نگران تحقیق (Supervisor) عام طور پر اسی مضمون کے استاد کو منتخب کیا جاتا ہے جس میں طالب علم تحقیق کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کے مقالے کے لئے نگران کی تقرری کے بارے میں کوئی خاص قاعدہ و قانون متعین نہیں۔ بعض جامعات یہ اختیار طالب علم کو دے دیتی ہیں کہ وہ جسے چاہے اپنے مقالے کا نگران بنا لے۔ بعد ازاں اس کی آخری منظوری کے لئے بورڈ آف سٹڈیز میں معاملہ پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ کچھ جامعات نگران کی تقرری کا معاملہ صدر شعبہ کے سپرد کر دیتی ہیں۔ بہر حال جو بھی صورت ہو یہ ضروری ہے کہ نگران تحقیق اس فن کا ماہر ہو اور تحقیق کے میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دے چکا ہو اور محقق کے موضوع تحقیق پر اس کی دسترس ہو۔

طالب علم اور نگران تحقیق کے درمیان ادب اور پر خلوص رہنمائی کا رشتہ ہونا چاہیے۔ محقق طالب علم اپنے نگران کا دل و جان سے احترام کرے اور نگران استاد پورے خلوص سے اسے رہنمائی عطا کرے۔ نگران استاد کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ طالب علم کو اس کی تحقیق کے مصادر و مراجع کے بارے میں رہنمائی کرے۔ نیز اسے چاہیے کہ ہمیشہ محقق طالب علم کی حوصلہ افزائی کرے۔ اس کا تحقیقی کام خواہ کتنا ہی ناقص کیوں نہ ہو کبھی اس کی حوصلہ شکنی نہ کرے۔ اپنی ذاتی آراء کو محقق پر مسلط کرنے سے اجتناب کرے، کیونکہ محقق طالب علم ہی اول و آخر اپنے مقالہ کے بارے میں ذمہ دار ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نگران ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد اور بری الذمہ ہے، کیونکہ جب اس نے طالب علم کی تحقیق پر نگرانی کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے تو گویا ضمنی طور پر وہ اس کی صلاحیت کا اعتراف بھی کر رہا ہے، اور جب اس نے مقالہ کے موضوع کو قبول کیا اور اس کی منظوری دی تو گویا اس نے یہ بات تسلیم کر لی کہ یہ موضوع قابل تحقیق ہے۔

اور جب اس نے مقالہ کو کمپوز کرنے اور جانچ پرکھ اور زبانی امتحان (Evaluation & Vivavoce) کے لئے پیش کرنے کی منظوری دے دی تو گویا اس نے اس تحقیق کو ایک قابل قدر کارنامے کے طور پر قبول کر لیا ہے۔ اگر ایک کامیاب تحقیق نگران کا مقام بلند کرتی ہے اور اس کے لئے

اعزاز و افتخار کا باعث ہوتی ہے تو یقیناً اس کے زیر نگرانی ہونے والی ایک ناکام تحقیق اس کی رسوائی و بے توقیری کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ البتہ نگران مقالہ محقق کی ذاتی آراء، استنباطات اور نتائج تحقیق کا ذمہ دار نہیں کیونکہ ہر محقق کو اپنی رائے اور نظریے کے اظہار کا حق حاصل ہوتا ہے۔

ایسا نگران استاد جو اپنے طالب علم کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ محقق طالب علم کی طرف خصوصی توجہ رکھے، اس کے ساتھ اعتدال کا برتاؤ کرے، نہ زیادہ سختی کرے نہ نرمی۔ اس کے ساتھ طے کئے جانے والے مقررہ اوقات کا خیال رکھے، اور مناسب رہنمائی کے لئے اسے کافی وقت دے۔ یقیناً ایسا استاد اپنے طالب علم کا اعتماد حاصل کر لیتا ہے اور طالب علم بھی اپنے نگران سے مطمئن ہوتا ہے، اور اس کی نگرانی میں بہتر سے بہتر تحقیق پیش کرتا ہے۔

محقق طالب علم کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اپنے نگران استاد کا احترام کرے۔ اس کی نصیحتوں پر عمل کرے۔ اپنی مشکلات و مسائل سے اسے آگاہ کرتا رہے۔ اگرچہ محقق طالب علم اپنے موضوع کے بارے میں اپنے نگران استاد سے زیادہ محنت کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ نگران استاد صحیح تحقیقی منہج، علمی اسلوب اور تحقیقی تجربے میں طالب علم سے کہیں زیادہ بہرہ مند ہوتا ہے، اس کا علم انتہائی پختہ ہوتا ہے اور فنی معلومات میں اسے مہارت حاصل ہوتی ہے۔

لہذا محقق کو چاہیے کہ اس کی ہدایات کو غور سے سنے، اور اس کی تنقیدی آراء کو خندہ پیشانی سے قبول کرے، اگر کسی محقق کو اپنے نگران کی بعض آراء سے اختلاف ہو تو الجھنے کی بجائے اپنے نکتہ نظر کو دلائل کے ساتھ بہترین انداز میں اور پورے احترام کے ساتھ اپنے نگران کے سامنے ثابت کرنے کی کوشش کرے (۱۳)

محقق طالب علم اپنا خاکہ تحقیق (Synopsis) اپنے نگران کو پیش کرتا ہے۔ یہ خاکہ تحقیق انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جب نگران اس خاکہ تحقیق کو منظور کر لے اور پھر شعبہ کا بورڈ آف سٹڈیز اور یونیورسٹی کا ایڈوائسڈ ریسرچ بورڈ بھی اس کی منظوری دے دے تو طالب علم منظور شدہ خاکہ تحقیق کے مطابق بحث و تحقیق کا کام شروع کر دیتا ہے۔

اس تحقیقی کام کے دوران محقق پر لازم ہے کہ وہ اپنے نگران سے مستقل رابطہ رکھے، اور بہتر یہ ہے کہ ایک ایک فصل مکمل کرنے کے بعد نگران کو پیش کرے، اس سے ضروری ہدایات لے، اور جب

تک وہ پہلی فصل کی تحقیق کے معیار پر پورا اترنے کی منظوری نہ دے دے، وہ دوسری فصل پر کام شروع نہ کرے، اور اس طرح ایک ایک کر کے تمام فصلوں کو مکمل کرتا چلا جائے۔ تحقیقی کام مکمل کرنے اور مقالے کا مسودہ تیار کرنے کے بعد ضروری ہے کہ کمپیوٹر کمپوزنگ اور جلد بندی کے لئے نگران کی اجازت حاصل کی جائے۔

فصل رابع (4):

کتب خانے (Libraries)

اہمیت، افادیت اور استعمال کا طریقہ کار

لابریری کسی بھی کالج، یونیورسٹی اور تعلیمی ادارے کا بنیادی جزو ہوتی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ یونیورسٹی کا پھیپھڑا (Lungs) ہے جس کے ذریعے وہ سانس لیتی ہے۔ جو طالب علم لابریری سے مستفید نہیں ہوتا وہ اتنا بڑا نقصان کر رہا ہوتا ہے جس کی تلافی نہیں کی جاسکتی۔ اسی وجہ سے طالب علم کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ تعلیمی دورانیے میں کچھ گھنٹے مختص کر کے لازمی طور پر لابریری میں گزارے تاکہ اس کی معلومات اور معرفت میں اضافہ ہو۔

کسی موضوع سے متعلق کوئی نظریہ قائم کرنے کے لئے، کسی مشکل لفظ یا اصطلاح کو سمجھنے کے لئے، کسی اہم شخصیت کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے کے لئے، کسی تحقیق سے متعلق مصادر پر مطلع ہونے کے لئے، اور کسی بھی شعبہ کی جدید تحقیقات کو حاصل کرنے کے لئے، جدید خبروں سے واقف ہونے کے لئے، کسی موضوع سے متعلق باخبر ہونے کے لئے اور اپنی تحقیق پر مواد کی فراہمی و جمع آوری کے لئے ہر طالب علم کو لابریری کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات دیکھنے کے لئے بھی لابریری کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ ان کی ترتیب و اسلوب کو دیکھا اور پرکھا جاسکے۔ اسی طرح آزادانہ مطالعہ اور پرسکون جگہ کے حصول کے لئے بھی لابریری سے بے نیاز نہیں ہوا جاسکتا۔

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ لابریری کو اپنی روزانہ آمد کی جگہ بنائے۔ اس لئے کہ کتاب سمندر کا ایک قطرہ ہے، اور علم و معرفت سے محبت کرنے والا طالب علم لابریری میں جائے بغیر چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ وہ کتاب پڑھتا ہے، یا عاریتاً پڑھنے کے لئے لے جاتا ہے، اور اپنی علمی تشنگی کو سیرابی بخشتا ہے۔ جو طلبہ ایسا نہیں کرتے وہ اپنا بہت زیادہ نقصان کرتے ہیں۔ طالب علم کو چاہیے کہ لابریری کے کھلنے اور بند ہونے کے اوقات یاد رکھے، کتابیں حاصل کرنے کی شرائط سے واقف ہو اور تعطیلات کے دنوں سے بھی مطلع رہے، تاکہ اس کے مطالعہ کی ترتیب میں خلل واقع نہ ہو۔ جیسا کہ ہم

نے ابھی ذکر کیا کہ طالب علم کو اپنے ہفتہ وار شیڈول میں کچھ گھنٹے لائبریری کے لئے وقف کرنے چاہئیں۔ البتہ اس کے علاوہ بھی کسی مرجع کی تلاش، داخلی مطالعہ یا کسی کتاب کے حصول کے لئے لائبریری کا چکر لگانا ہے۔

لائبریری میں موجود کتب کی اقسام

لائبریری میں موجود مصادر و مراجع اور کتب کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1- عمومی دائرۃ المعارف: (General Encyclopedias)

ایسے انسائیکلو پیڈیاز جن میں مختلف علمی، معاشرتی، اور ادبی موضوعات سے متعلق معلومات اکٹھی کی جائیں "عمومی دائرۃ المعارف" (General Encyclopedias) کہلاتے ہیں۔ ان میں معاجم کی طرح حروف تہجی کی ترتیب پر موضوعات کو مرتب کیا جاتا ہے۔ جیسے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (Encyclopedia Britannica) امریکن انسائیکلو پیڈیا (Americana Encyclopedia) عالمی انسائیکلو پیڈیا (International Encyclopedia) اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور وغیرہ۔

2- مخصوص دائرۃ المعارف: (Specialized Encyclopedia)

ایسے دائرۃ المعارف جن میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں سے کسی ایک پر تفصیلی معلومات فراہم کی جائیں "مخصوص دائرۃ المعارف" (Specialized Encyclopedias) کہلاتے ہیں، جیسے انگلش زبان و ادب کا انسائیکلو پیڈیا (Encyclopedia of English Literature) تعلیم کا انسائیکلو پیڈیا (Encyclopedia of Education) معاشرتی علوم کا انسائیکلو پیڈیا (Encyclopedia of Social Sciences)، تاریخ کا انسائیکلو پیڈیا (Encyclopedia of History) اور دین و اخلاق کا انسائیکلو پیڈیا (Encyclopedia of Religion and Ethics) عربی زبان میں بھی بہت سے مخصوص انسائیکلو پیڈیا "موسوعة" اور "دائرة المعارف" کے نام سے تیار کئے گئے ہیں۔

3- عمومی معاجم: (General Dictionaries)

ایسی لغات و قواعد جن میں کسی ایک موضوع پر اکتفا نہ کیا جائے، انہیں عمومی معاجم کہا جاتا

ہے۔ ان لغات میں بعض اوقات ایک ہی زبان استعمال کی جاتی ہے یعنی ایک زبان کے مفردات کی تشریح اسی زبان میں کی جاتی ہے۔ جیسے انگلش سے انگلش لغت۔ بعض اوقات لغت میں دو زبانیں استعمال کی جاتی ہیں یعنی ایک زبان میں مفردات ذکر کئے جاتے ہیں اور دوسری زبان میں ان کی تشریح کی جاتی ہے۔ جیسے انگلش سے عربی لغت، بعض اوقات لغت میں تین زبانیں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ ایسی لغات میں ایک زبان میں مفردات کا ذکر ہوتا ہے اور دو زبانوں میں ان کی تشریح کی جاتی ہے، جیسے انگلش سے فارسی اور عربی لغت۔

4- مخصوص معاجم: (Specialized Dictionaries)

ایسی لغات جن میں کسی مخصوص موضوع پر معلومات فراہم کی جائیں، انہیں مخصوص معاجم (Specialized Dictionaries) کہا جاتا ہے جیسے لغوی اصطلاحات کی ڈکشنری، اصطلاحات ریاضیات کی ڈکشنری، اصطلاحات کمپیوٹر کی ڈکشنری، طبی اصطلاحات کی ڈکشنری، اسلامی اصطلاحات کی ڈکشنری اور تعلیمی ڈکشنری وغیرہ۔ علوم و فنون کی تمام شاخوں میں ایک یا دو زبانوں پر مشتمل مخصوص معاجم موجود ہیں۔ یہ معاجم کسی فن سے متعلق کسی خاص اصطلاح کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں جبکہ عام لغوی معاجم میں یہ اصطلاحات اتنی آسانی سے دستیاب نہیں ہوتیں۔

5- سالانہ کارکردگی پر مبنی کتب: (Year Books)

بہت سے حکومتی اور غیر حکومتی ادارے ہر سال کے اختتام پر سالانہ رپورٹس شائع کرتے ہیں، جو بہت سے اعداد و شمار اور سالانہ کارکردگی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان کتابوں کے ذریعے بہت سی جدید معلومات اور مستند اطلاعات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

6- سوانح عمریاں: (Biographies)

سوانح عمریاں کسی بھی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والی ماہرہ ناز شخصیات کے متعلق معلومات فراہم کرتی ہیں۔ یہ شخصیات مختلف زمانوں میں مختلف علاقوں میں زندگی گزارتی ہیں، لیکن ان سوانح عمریوں کے ذریعے ان کے حالات تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

7- حوالہ جاتی کتابیں: (Bibliographies)

لائبریری میں ایسی کتابیں بھی پائی جاتی ہیں جن کا مقصد کسی معین موضوع پر لکھی گئی کتابوں اور مصادر سے متعلق مکمل معلومات فراہم کرنا ہوتا ہے۔ یہ کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی جاتی ہیں، اور

ان کی مدد سے محقق کے لئے اپنے متعلقہ مصادر و مراجع تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔

8- تحقیقی مجلات: (Periodicals)

لاہریری میں سائنس اور آرٹس کے مختلف مضامین سے متعلق اعلیٰ تحقیق پر مشتمل مجلات بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ مجلات مختلف یونیورسٹیز اور تحقیقی اداروں کی طرف سے ماہانہ یا سالانہ بنیادوں پر اور بعض اوقات سہ ماہی اور شش ماہی بنیادوں پر شائع ہوتے ہیں۔ ان مجلات میں کسی خاص موضوع سے متعلق جدید تحقیقات کو جگہ دی جاتی ہے۔

9- رسائل و اخبارات: (News papers and Magazines)

لاہریری میں روزانہ چھپنے والے اخبارات اور ہفتہ وار یا ماہانہ چھپنے والے میگزینز اور رسائل بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ یہ رسائل اگرچہ علمی مجلات کی طرح علم و معرفت سے متعلق تحقیقات سے مزین تو نہیں ہوتے لیکن پھر بھی ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

10- نایاب کتابیں: (Reserved Books)

لاہریری میں بعض انتہائی نادر اور نایاب کتابیں بھی موجود ہوتی ہیں۔ ایسی کتابیں اپنی اہمیت کے پیش نظر عام کتابوں کی طرح عاریتاً نہیں دی جاتیں بلکہ ان کے لئے کچھ مخصوص شرائط ہوتی ہیں۔

11- فہارس: (Indexes)

فہارس ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جن میں کسی سال کے دوران کسی خاص موضوع پر چھپنے والے مقالات و مضامین کو ایک جلد کی صورت میں جمع کیا جاتا ہے۔

12- کتابیں: (Books)

ہر کتب خانہ ہزاروں کتابوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ بعض اوقات کسی لاہریری میں موجود کتابوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ محقق ایک لاہریری سے مختلف موضوعات سے متعلق مصادر و مراجع تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ بعض کتب خانے کسی خاص موضوع سے متعلق کتابوں پر بھی مشتمل ہوتے ہیں، جیسے میڈیکل لاہریری یا انجینئرنگ لاہریری وغیرہ۔

13- مخطوطات: (Manuscripts)

لاہریریوں میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کے مخطوطات بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ

مخطوطات تاریخی ورثہ ہونے کی حیثیت سے انتہائی قیمتی اور قابل قدر سمجھے جاتے ہیں۔ درحقیقت یہی مخطوطات ہی لکھی جانے والی کتابوں کا مرجع ہیں، اور یہ بات مبالغہ کی آمیزش سے خالی ہے کہ مخطوطات انسانی ثقافت کی بنیاد اور موجودہ تہذیب و تمدن کی اساس ہیں۔

14- تحقیقی مقالات: (Theses & Dissertations)

بعض لاہریریوں میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات کے نسخے بھی موجود ہوتے ہیں۔ ان میں درج شدہ معلومات نئے محقق کے لئے بہت مفید ہوتی ہیں۔ نیز ان کو سامنے رکھ کر وہ اپنے لائحہ عمل کو بھی طے کر سکتا ہے اور دوسرے محققین کا انداز تحقیق جانچنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

لاہریری سے کتاب لینے کے اصول و ضوابط

(Borrowing Regulations)

کتب خانوں سے کتاب کا حصول مخصوص نظام کے تحت ہوتا ہے۔ لاہریریوں کے منتظمین یہ نظام خود طے کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس نظام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ البتہ اس سسٹم کے مشترکہ عناصر درج ذیل ہیں:

1- کتاب حاصل کرنے کی شرائط:

کتب خانوں میں طالب علم کو کتاب جاری کرنے کے لئے لاہریری کارڈ کی شرط لگائی جاتی ہے۔ بعض کتب خانے یونیورسٹی کارڈ قبول نہیں کرتے بلکہ لاہریری کارڈ پر اصرار کرتے ہیں۔

2- کتاب حاصل کرنے کے اوقات:

بعض کتب خانوں میں کتاب حاصل کرنے کے اوقات معین ہیں۔ ان اوقات سے پہلے اور بعد میں کتاب جاری نہیں کی جاتی۔

3- لاہریری سے حاصل کردہ کتابوں کی تعداد:

لاہریری سے ایک ہی وقت میں کتابیں حاصل کرنے کے لئے کتابوں کی تعداد مختص کی جاتی ہے۔ اس مقرر کردہ تعداد سے زیادہ کتابیں کوئی طالب علم یا استاذ حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

4- کتاب واپس کرنے کی مدت:

لاہریری سے حاصل کردہ کتاب کو ایک خاص عرصہ میں واپس کرنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ

مقررہ مدت کبھی ایک ہفتہ، کبھی دو ہفتے کبھی ایک مہینہ اور کبھی ایک سال پر محیط ہوتی ہے۔

5- وہ کتابیں جو جاری نہیں کی جاتیں:

ہر لائبریری میں بعض ایسی کتابیں بھی ہوتی ہیں جو کسی کو عاریتاً نہیں دی جاتیں، بلکہ ان سے صرف لائبریری میں ہی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر دائرۃ المعارف، فہارس، سوانح عمریاں، لغات، نوادرات، مقالات اور مجلات جاری نہیں کئے جاتے یا ان کے اجراء پر سخت شرائط عائد ہوتی ہیں۔

6- محتاط انداز میں دی جانے والی کتابیں:

ہر لائبریری میں کچھ ایسی کتابیں بھی ہوتی ہیں جنہیں ہر شخص ہر وقت حاصل نہیں کر سکتا۔ ایسی کتابوں کو جاری کرنے میں انتہائی احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔ لائبریریاں ان کتابوں کو جاری کرنے کے سلسلے میں سخت اصول وضع کرتی ہیں۔ بعض لائبریریوں میں ایسی کتابیں شام کو لائبریری بند ہونے پر جاری کی جاتی ہیں اور یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ اگلے دن صبح کتاب واپس کر دی جائے۔

7- تاخیر کا جرمانہ:

ہر لائبریری میں کتاب کو مقررہ وقت سے موخر کرنے پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔ یہ جرمانہ کتاب کی اہمیت کے حوالہ سے کم و بیش ہو سکتا ہے۔ عام طور پر اس جرمانہ کا مدار گھنٹوں یا دنوں کی تاخیر پر ہوتا ہے۔ نیز زیادہ اہم کتابوں کا جرمانہ دوسری کتابوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس جرمانے کا مقصد کتاب حاصل کرنے والے کو مقررہ وقت کا پابند بنانا ہے۔

8- کتاب ضائع ہو جانے کا ہرجانہ:

کتاب ضائع ہونے کی صورت میں کتاب کا تاوان بھرنا لازم ہوتا ہے، اور یہ تاوان کتاب کی اہمیت کے اعتبار سے اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے۔

لائبریری میں حاصل شدہ سہولیات

(Library Facilities)

لائبریریوں میں طالب علم کے لئے بہت سی سہولیات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ جن میں کتاب کو عاریتاً دینا، نایاب کتابیں فراہم کرنا، اور ان سے استفادہ کا نظم بنانا شامل ہیں۔ لائبریریوں کے

حصول میں مدد کرتا ہے اور اس کے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے۔ نیز اس کی مدد سے مزید مصادر تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں بہت سی لائبریریوں میں مختلف قسم کی بہت سی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

1- مراجع کا سیکشن: (Section of Reference Books)

بعض لائبریریوں میں مراجع، انسائیکلو پیڈیا، لغات اور فہارس وغیرہ کے لئے ایک حصہ مخصوص کر دیا جاتا ہے۔

2- مجلات کے لئے مخصوص حصہ:

علمی اور تحقیقی مجلات کے لئے بھی مخصوص جگہ مقرر کی جاتی ہے۔

3- اخبارات کے لئے مخصوص جگہ:

لائبریریوں میں اخبارات کے لئے ایک جگہ مخصوص کی جاتی ہے جہاں روزانہ کے اخبارات کا مطالعہ ہر شخص کر سکتا ہے۔

4- انتظار گاہ:

لائبریری میں انتظار کے لئے بھی ایک جگہ مقرر کی جاتی ہے تاکہ کتاب کا متلاشی طالب کتاب کی دستیابی تک وہاں انتظار کر سکے۔

5- نایاب کتابوں کا شعبہ:

لائبریری میں نایاب کتابوں کے لئے الگ شعبہ بنایا جاتا ہے۔ یہاں مستقل ایک آدمی کو مقرر کیا جاتا ہے جو اس شعبہ سے متعلقہ امور کی نگرانی کرتا ہے۔

6- مطالعہ کی جگہ:

لائبریری میں کتابوں کے مطالعہ کے لئے الگ جگہ مقرر کی جاتی ہے تاکہ مطالعہ کرنے والے اور تحقیق میں مصروف لوگ مکمل توجہ کے ساتھ اپنا کام کر سکیں۔

7- مخطوطات کا شعبہ:

مخطوطات کی حفاظت اور ان سے متعلقہ معلومات کے لئے الگ شعبہ بنایا جاتا ہے۔

8- کتاب جاری کرنے والا شعبہ:

لائبریری میں ایک شعبہ کتابوں کے اجراء اور واپسی کا انتظام کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔

یہ شعبہ کتاب کے اجرا کی شرائط کا تعین بھی کرتا ہے اور انہیں نافذ کرنے کا عمل بھی بجالاتا ہے۔ اس کے ذمے کتاب نکالنا اور اس کی مقررہ جگہ واپس رکھنا بھی ہوتا ہے۔

9- فوٹو کاپی کی سہولت:

بعض لائبریریوں میں فوٹو کاپی کی سہولت انتہائی ارزاں نرخوں پر فراہم کی جاتی ہے۔ یہاں ایک صفحے سے لے کر پوری کتاب کی فوٹو کاپی کی گنجائش ہوتی ہے۔

10- کتابیں رکھنے کی الماریاں

لائبریری کی الماریوں میں عربی کتابیں دائیں سے بائیں اور انگلش کتابیں بائیں سے دائیں کتاب کے نمبر اور درجہ بندی کے اعتبار سے رکھی جاتی ہیں۔ بعض لائبریریوں میں طلبہ کو ان کتابوں تک رسائی کی اجازت ہوتی ہے اور بعض لائبریریاں اس کی اجازت نہیں دیتیں۔

11- لائبریری کے شعبہ جات:

لائبریری میں بیک وقت کئی شعبے کام کر رہے ہوتے ہیں۔ مثلاً کتابوں میں اضافے کا شعبہ، کتابوں کے تبادلے کا شعبہ، کتاب جاری کرنے کا شعبہ، مخطوطات کا شعبہ، فوٹو کاپی اور مائیکروفیلنگ کا شعبہ، جلد بندی کا شعبہ اور اصناف بندی (Classification) کا شعبہ وغیرہ۔

12- مخصوص کیمپنز (Cabins) کی سہولت:

بعض بڑے کتب خانے اعلیٰ تعلیمی درجات مثلاً ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی کے طلبہ اور یونیورسٹی اساتذہ کو ایک خاص کیمپن بھی مہیا کرتے ہیں، جہاں بیٹھ کر وہ اپنی تحقیق کا سلسلہ بھی جاری رکھ سکیں اور اپنے کاغذات اور کتابوں کو بھی محفوظ کر سکیں۔

کتابوں کی ترتیب اور اصناف بندی کا نظام

(Classification/Catalogue System)

لائبریریوں میں کتاب کی اصناف بندی کے دو طریقے رائج ہیں:

1- کانگریس لائبریری (Library of Congress) کی ترتیب

2- اعشاری کتاب داری (Dewey Decimal) کی ترتیب

1- کانگریس لائبریری (Library of Congress) کی ترتیب:

اس اصناف بندی کو یہ نام اس وجہ سے دیا گیا کہ امریکی کانگریس لائبریری میں سب سے پہلے لاکھوں کتابوں کو اس ترتیب سے الماریوں میں رکھا گیا۔ یہ اصناف بندی بڑے بڑے کتب خانوں میں عمل میں لائی جاتی ہے۔ اس کی درجہ بندی درج ذیل ہے:

M	موسیقی	A	عام کتابیں
N	فنون لطیفہ	B	فلسفہ اور دین
P	لغت و ادب	C	تاریخ اور معاون علوم
Q	سائنس	D	غیر ملکی تاریخ
R	میڈیکل	E.F	امریکی تاریخ
S	زراعت	G	جغرافیہ اور انسانیات
T	فنی اصطلاحات	H	عمرانیات
U	جنگی علوم	J	علم سیاست
V	بحری علوم	K	قانون
Z	لائبریری کا علم اور مراجع	L	تعلیم و تربیت

مذکورہ اصناف میں سے ہر صنف کو حروف اور نمبروں کی مزید فروعات میں تقسیم کیا جاتا ہے،

تاکہ ہر صنف کے تحت پائے جانے والے مضامین کا احاطہ کیا جاسکے۔

2- اعشاری کتاب داری: (Dewey Decimal)

اس وقت پوری دنیا میں اعشاری کتاب داری کا نظام زیادہ رائج ہے۔ البتہ بہت سی لائبریریوں میں اسے کچھ ترمیم کے ساتھ لاگو کیا جاتا ہے۔ اس نظام میں تمام علوم کو دس اصناف میں تقسیم کیا جاتا ہے، اور پھر ہر صنف کی دس فروعات نکالی جاتی ہیں، اور پھر ہر فرع کی دس شاخیں ہوتی ہیں، اور ہر شاخ کی دس انواع ہوتی ہیں۔ اس نظام کا اجمالی خاکہ کچھ یوں ہے:

عام مراجع	۹۹۰	۰۰۰
فلسفہ	۱۹۹	۱۰۰
دین	۲۹۹	۲۰۰

عمرانیات	۳۹۹	۳۰۰
لغت	۳۹۹	۳۰۰
علم مجرد، علم غیر مخلوط	۵۹۹	۵۰۰
اطلاقی علم	۶۹۹	۶۰۰
فنون و تفریحی علوم	۷۹۹	۷۰۰
ادب	۸۹۹	۸۰۰
تاریخ	۹۹۹	۹۰۰

موضوع کے اعتبار سے حروف تہجی کی ترتیب پر جوڑا جاتا ہے۔ یہ طریقہ اندراج ابھی تک کئی لائبریریوں میں رائج ہے۔

3- کمپیوٹرائزڈ فہرست:

یہ طریقہ فہرست سب سے زیادہ جدید اور زیادہ رائج ہے۔ اس میں لائبریری کا تمام ریکارڈ کمپیوٹر میں محفوظ کر کے بوقت ضرورت اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

بعض لائبریریوں میں مؤلف، عنوانات اور موضوع کے کارڈز کو حروف تہجی کی ترتیب سے اکٹھا رکھا دیا جاتا ہے۔ جبکہ بعض لائبریریوں میں مؤلف اور عنوانات کے کارڈز کے لئے ایک طرح کے کارڈز اور موضوعات کے لئے الگ کارڈز بنائے جاتے ہیں۔

آپ لائبریری سے کتاب کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

جب آپ کو کسی لائبریری کے نظام کا علم نہ ہو تو آپ لائبریرین کے پاس جائیں، اور اس کے سامنے اپنا مقصد واضح کریں، اسے آپ کی مدد کر کے خوشی ہوگی۔ وہ آپ کو مذکورہ فہارس میں سے کسی فہرست کے دیکھنے کا مشورہ دے گا۔ جب آپ کو اپنی مطلوبہ کتاب کا نمبر مل جائے تو وہ نمبر لائبریرین کو بتا دیجئے، وہ آپ کو کتاب فراہم کر دے گا۔

لائبریری سے کتاب حاصل کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں:

- 1- استعارہ خارجیہ۔ کتاب کو لائبریری سے باہر لے جانے کے لئے حاصل کرنا۔
- 2- استعارہ داخلیہ۔ کتاب کو حاصل کر کے لائبریری کے اندر ہی اس کا مطالعہ کیا جائے۔

بعض لائبریریوں میں محقق کو مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنی مرضی سے کتابوں کی الماری تک جاسکتا ہے، اور جو کتاب چاہے نکال بھی سکتا ہے۔ لیکن بعض لائبریریوں میں اس کی ممانعت ہوتی ہے، اور یہ کام لائبریری کے متعلقین کے ذمہ ہوتا ہے۔

کتاب کے اجزاء (Parts of Book)

کتاب مختلف مراحل سے گزر کر وجود پاتی ہے، اور اس کی تیاری میں مولف، ناشر اور مطبع وغیرہ کے لوگ حصہ لیتے ہیں۔ کتاب مندرجہ ذیل اجزاء اور معلومات پر مشتمل ہوتی ہے:

آپ لائبریری میں کتاب کیسے تلاش کر سکتے ہیں؟

جب آپ کو صرف کتاب کے نام کا علم ہو یعنی آپ مولف کا نام نہ جانتے ہوں تو آپ فہرس المعنوان (Title Index) کی طرف جائیں اور عنوان کا کارڈ (Title Card) تلاش کریں۔ جب آپ کو صرف مولف کے نام کا علم ہو اور آپ کتاب کا نام نہ جانتے ہوں تو آپ فہرس المولف (Author Index) کی طرف جائیں اور مولف کا کارڈ (Author Card) تلاش کریں۔ اور جب آپ کو صرف موضوع کا علم ہو اور آپ مؤلف اور کتاب کا نام نہ جانتے ہوں تو فہرس الموضوع کی طرف جائیں اور موضوع کا کارڈ (Subject Card) تلاش کیجئے۔

لائبریریاں فہارس کی تیاری میں مختلف اسالیب اختیار کرتی ہیں۔ بعض لائبریریاں مؤلفین کے لئے ایک خاص فہرست بناتی ہیں جسے ”فہرس المؤلف“ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح عنوانات کے لئے خاص فہرست بناتی ہیں جسے ”فہرس الموضوع“ کہا جاتا ہے۔ فہرست کی ماہیت میں بھی لائبریریوں کا الگ الگ انداز ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں عام طور پر درج ذیل تین طریقے رائج ہیں:

1- رجسٹر کی فہرست:

اس طریقہ کار میں لائبریری کی تمام کتابوں کے نام ایک رجسٹر میں جمع کئے جاتے ہیں اور پھر اسی کے ذریعے سے کتاب کو تلاش کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ اندراج اب تقریباً متروک ہو چکا ہے۔

2- کارڈز سے تیار کردہ فہرست:

اس طریقہ میں کتابوں کی فہرست تیار کرنے کے لئے ہزاروں کارڈ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہر کتاب کے لئے ایک کارڈ وقف ہوتا ہے۔ اور ان کارڈز کو مولف کے نام، یا کتاب کے نام یا

1- خارجی ٹائٹل: (External Title)

ٹائٹل پر ہمیشہ کتاب اور مصنف کا نام لکھا جاتا ہے، اور عام طور پر ناشر کا نام اور سن طباعت بھی یہاں درج ہوتا ہے۔

2- داخلی ٹائٹل: (Internal Title)

داخلی ٹائٹل پر کتاب، مصنف، ناشر کا نام، سن طباعت اور ایڈیشن نمبر درج کیا جاتا ہے۔ عام طور پر نئے ایڈیشن کو پرانے ایڈیشن سے، مشہور مؤلف کو گمنام مؤلف سے، مشہور ناشر کو غیر معروف ناشر سے اور جدید طباعت کو قدیم طباعت سے بہتر شمار کیا جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں کتاب کے انتخاب اور ترجیح میں آپ کی مدد کرتی ہیں۔

3- حق طباعت: (Copy Right)

داخلی ٹائٹل کی چھپی طرف حق طباعت، تاریخ طباعت، اور ایڈیشنز کی تعداد اور کتاب کی قیمت کا ذکر ہوتا ہے۔ حق طباعت ایک قومی اور بین الاقوامی قانون ہے جس کے مطابق کسی شخص کے لئے اس کتاب کو چھاپنا، اور اس کی کاپی کرنا، اس کا ترجمہ کرنا، یا اسے کسی بھی طریقے سے قابل اشاعت بنانا، صاحب حق کی تحریری اجازت کے بغیر درست نہیں ہوتا۔ صاحب حق کبھی ناشر ہوتا ہے اور کبھی مؤلف۔

4- تقدیم/پیش لفظ: (Preface)

مؤلف کتاب کے شروع میں ایک تقدیم لکھتا ہے، جس میں وہ مقصد تالیف کو واضح کرتا ہے، اور یہ بتاتا ہے کہ اس کتاب میں اس کے مخاطب عام طلبہ ہیں، اہل علم و دانش ہیں یا عوام الناس۔ کتاب کا مقدمہ پڑھ لینے سے اس کتاب کے معیار اور مقصد کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

5- فہرست مضامین: (Contents)

تقدیم کے بعد کتاب میں ذکر کردہ مضامین کی فہرست ہوتی ہے۔ آج کل بعض عربی کتابوں کی فہرست آخر میں دی جاتی ہے، لیکن فہرست کو شروع میں ذکر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ فہرست کے ذریعے قاری کتاب کے مضامین سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ فہرست کے اندر کتاب میں آنے والے تمام ابواب و فصول کے عنوانات ذکر کئے جاتے ہیں، اور بعض اوقات کتاب میں آنے والی تمام سرخیاں فہرست کا حصہ بنتی ہیں۔ نیز فہرستیں عام طور پر مضامین کے صفحہ نمبر پر بھی مشتمل ہوتی ہیں۔ بعض کتابوں میں فہرست کو مقدمہ سے پہلے رکھا جاتا ہے۔

6- توضیحات: (Illustrations)

فہرست مضامین کے بعد ایک فہرست ہوتی ہے جس کے اندر کتاب میں مذکور رموز و اختصارات، تصاویر، جداول اور نقشوں کی فہرست دی جاتی ہے۔ توضیحات کی فہرست کی وجہ سے کتاب میں آنے والے مضامین کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں توضیحات بہت اہمیت اختیار کر چکی ہیں۔

7- مقدمہ: (Introduction)

عام طور پر مقدمہ اور تقدیم (Preface) کو ایک ہی چیز شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ مقدمہ اور چیز ہے اور تقدیم ایک الگ چیز ہے۔ مقدمہ کتاب کی خشت اول کا کام دیتا ہے۔ اس وجہ سے یہ کتاب کا بنیادی جزء اور موضوع کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ تقدیم عام طور پر کتاب کے موضوع سے ہٹ کر ایک طرح سے شخصی خیالات کی ترجمانی کرتی ہے۔ تمام کتابیں مقدمہ پر مشتمل نہیں ہوتیں اس لئے کہ بعض مؤلفین بلا تہید موضوع کو شروع کرنا چاہتے ہیں۔ مقدمہ باب اول سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ کتاب کی حدود، اس کے طریقہ استعمال اور اس کے اسلوب پر اس کے ذریعہ روشنی ڈالی جاسکے۔

8- کتاب کا متن: (Text)

کتاب کے اصل مضامین باب اول یا فصل اول سے شروع ہوتے ہیں، اور آخری باب یا آخری فصل تک چلتے ہیں۔ مختلف کتابوں میں اظہار مافی الضمیر کے مختلف اسلوب اختیار کئے جاتے ہیں، لیکن موجودہ دور میں زیادہ تر کتابیں باب درباب یا فصل در فصل لکھی جاتی ہیں۔ پھر یہ فصول مختلف بغلی عنوانات میں تقسیم ہوتی ہیں۔ بعض اوقات یہ بغلی عنوانات مزید ذیلی شاخوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں اور ان کی شناخت کے لئے نمبروں کا استعمال ہوتا ہے۔ طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام ذیلی عنوانات کو بغور دیکھے اور ان کا باہمی تعلق دھیان سے سمجھنے کی کوشش کرے۔

9- ملحقات و ضمیمہ جات: (Appendixes)

بعض اوقات کتاب کے متن کے بعد ملحق و ضمیمہ جات کا اضافہ کیا جاتا ہے مثلاً دستاویزات، تصاویر، خاکے، تعریفات، جداول، اور نقشے وغیرہ ملحقات میں ذکر کئے جاتے ہیں۔ مضمون کتاب کا مطالعہ کرنے سے پہلے ان ملحقات کو دیکھ لینا چاہیے۔ اس سے مضامین کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

- 4-<http://deen.com.pk/?tag=allah-per-tawakal>
- 5-<http://ghulamnabi786.blogspot.com/p/books.html>
- 6-<http://hasnain.wordpress.com/2010/01/23/download-shia-books-urdu/>
- 7-<http://islamicbookslibrary.wordpress.com/tag/ahle-hadith/>
- 8-<http://jamiabinoria.net/ebooks/index.html>
- 9-<http://jamiamanzoor.com/index-urdu.htm>
- 10-<http://library.lums.edu.pk/>
- 11-<http://pu.edu.pk/home/books/>
- 12-<http://shialibrary.blogspot.com/>
- 13- <http://store.dar-us-salam.com/main.mvc?Screen=CTGY&C>
ategory_Code=Urd
- 14-<http://www.ahadees.com/faizan-e-sunnat.html>
- 15-<http://www.ahlehadith.org/urdu/index.php>
- 16-<http://www.ahlehadith.org/urdu/urdu/Books/index.html>
- 17-<http://www.ahlesunnat.net/>
- 18-<http://www.alahazrat.net/>
- 19-<http://www.anwaar-e-madina.com/>
- 20-http://www.binoria.org/index_ebooks.html
- 21-<http://www.darululoom-deoband.com/english/index.htm>
- 22-<http://www.deoband.org/>
- 23-http://www.emarkaz.com/shop/store/emarkazBooks.php?cat_id=264
- 24-<http://www.farooqia.com/darul-iftha>
- 25- <http://www.hec.gov.pk/InsideHEC/Divisions/RND/HL>

10 - فہرست مصادر و مراجع: (Bibliography)

ضمیمہ جات کے بعد فہرست مصادر و مراجع ذکر کی جاتی ہے۔ اس فہرست میں ان کتابوں کا ذکر ہوتا ہے جن کا حوالہ اس کتاب میں آیا، یا مؤلف نے ان سے استفادہ کیا۔ بعض کتابوں میں ہر فصل کے بعد مراجع کو ذکر دیا جاتا ہے۔ محقق کے لیے کتاب کا مطالعہ کرنے سے پہلے مراجع کی فہرست دیکھنا بہت مفید ہے۔ اس کی وجہ سے کتاب کا معیار و مرتبہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کسی بھی کتاب کے اعلیٰ اور ادنیٰ ہونے کا معیار مراجع کی عمدگی، تعداد اور انواع پر منحصر ہوتا ہے۔

11 - اشاریہ جات / فہارس: (Indexes)

فہرست مصادر و مراجع کے بعد کتاب کا اشاریہ ذکر کیا جاتا ہے۔ اس میں کتاب میں آنے والی اصطلاحات، اعلام، اماکن، آیات اور احادیث وغیرہ کی فہرست صفحہ نمبر کے اعتبار سے حروف تہجی کے مطابق دی جاتی ہے۔ مثلاً اصطلاحات کے اشاریہ میں حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق یہ بتایا جاتا ہے کہ کون کون سی اصطلاح اس کتاب میں کس مقام پر استعمال ہوئی ہے۔

اعلام کے اشاریہ میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کتاب میں کن کن شخصیات کا ذکر آیا ہے اور کس کس جگہ پر آیا ہے۔ اسی طرح اماکن اور جغرافیائی مقامات کے اشاریہ میں یہ بتایا جاتا ہے کہ کس کس جگہ کا ذکر کس صفحہ نمبر پر آیا ہے۔ موضوعات کے اشاریہ میں کتاب میں آنے والے مضامین اور موضوعات کی نشاندہی صفحہ نمبر کے اعتبار سے کر دی جاتی ہے۔ بعض اوقات تمام اشاریہ جات کو ایک ہی اشاریہ میں ضم کر کے ایک ہی فہرست تیار کی جاتی ہے۔ اشاریہ کو اگر درست طریقہ سے استعمال کیا جائے تو یہ انتہائی قابل قدر چیز ہے۔ اس کی بدولت محقق پوری کتاب پڑھے بغیر اپنے مطالب کو حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے ذریعے بہت سا قیمتی وقت بچایا جاسکتا ہے (۱۴)

علوم اسلامیہ و عربیہ کی آن لائن اہم لائبریریز کا تعارف

Online Libraries of Arabic & Islamic Sciences

- 1-<http://ahlehadith.wordpress.com/downloads/urdu-books/>
- 2-<http://books.ahlesunnat.net/>
- 3-<http://darulifta-deoband.org/showuserview.do?function=indexView>

مقالہ نگاری کے مراحل

کسی بھی علمی تحقیق کو مکمل کرنے کے لئے درج ذیل مراحل کو طے کرنا ضروری ہے:

- پہلا مرحلہ: انتخاب موضوع (Topic Selection)
 دوسرا مرحلہ: خاکہ تحقیق کی تیاری (Synopsis / Research Proposal)
 تیسرا مرحلہ: مصادر و مراجع کی تحدید (Specification of sources and references)
 چوتھا مرحلہ: علمی مواد کی جمع آوری (Data Collection)
 پانچواں مرحلہ: مقالے کی تسوید و تحریر (Drafting & Writing of Thesis)
 چھٹا مرحلہ: مقالے کی حوالہ بندی (حواشی، حوالہ جات اور فہرست مصادر و مراجع کی تیاری)
 (Documentation & Citation of Research)

پہلا مرحلہ: انتخاب موضوع (Topic Selection)

تحقیق کا سب سے پہلا اور سب سے اہم مرحلہ انتخاب موضوع ہے۔ یہ مرحلہ اپنی اہمیت کے پیش نظر انتہائی مشکل بھی ہے، اس لحاظ سے کہ طالب علم خیال کرتا ہے کہ شاید اس کے تخصص (Specialization) سے متعلق تمام اہم موضوعات پر تحقیق ہو چکی ہے، یا سادہ اور آسان موضوعات پر پہلے ہی کام ہو چکا ہے، اور اب صرف گنگلک، پیچیدہ، غیر واضح اور مشکل موضوعات باقی رہ گئے ہیں، جن پر تحقیق کرنا اسے ممکن نظر نہیں آتا، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اساتذہ کو انتخاب موضوع کا بہترین ادراک ہوتا ہے۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ کون سے موضوعات ابھی تک تھنہ تحقیق ہیں اور انہیں تحقیق کا موضوع بنایا جاسکتا ہے۔ دراصل اساتذہ کرام طالب علم کی تربیت کے پیش نظر انتخاب موضوع کا معاملہ طالب علم پر چھوڑ دیتے ہیں، تاکہ وہ باقاعدگی سے لیکچر سنے اور ماہرین فن سے اور اپنے مضمون کے علماء سے ملاقاتیں کرے، ان کی مجالس میں بیٹھے، ان سے مذاکرات کرے، اور اپنی کوشش اور بساط کے مطابق موضوع تلاش کرے۔ یقیناً وہ اس طریقے سے ایسے موضوعات تک پہنچ جائے گا جن کا ابھی مطالعہ کرنا اور ان پر تحقیق کرنا باقی ہوگا، اور وہ ان کئی

26-<http://www.iqbalcyberlibrary.net/node/15>

27-<http://www.ishaateislam.net/>

28-<http://www.islamhouse.com/pg/9358/books/1>

29-<http://www.islamicbooks-online.com/>

30-<http://www.jamiaaashrafia.org/books.html>

31-<http://www.jamiah-hafsa.com/index.php>

32-<http://www.jantri.net/>

33-<http://www.kr-hcy.com/books.shtml> (soo good web site)

34-<http://www.kr-hcy.com/urdu-qadyani-kitab.shtml>

35-<http://www.linguix.com/urdu.htm>

36-<http://www.minhajbooks.com/english/index.html>

37-<http://www.quransunnah.com/>

38-<http://www.readislamicbooks.com/category/belief/modern/chapter07>

39-<http://www.shiamultimedia.com/books.html>

40-<http://www.shia-online.com/books.php>

41-<http://www.sunnitehreek.net/>

42-<http://www.sunnitehreek.net/>

43-<http://www.tauheed-sunnat.com/book/33/Ahle-Sunnat-aur>

-Ahle-Bidat-Ki-Pechan/#chapter:12

44-<http://www.tauheed-sunnat.com/sunnat/taxonomy/>

vocabulary/urdu-islamic-books

45-<http://www.web-books.com/eLibrary/>

موضوعات سے اپنی طبیعت اور حالات کے مطابق ایک موضوع کا انتخاب کر لے گا جو واقعتاً قابل تحقیق اور قابل بحث ہوگا۔

موضوع کے انتخاب کے لئے عام طور پر دو طریقے رائج ہیں

1- محقق کی طرف سے موضوع کا انتخاب:

انتخاب موضوع کا یہ طریقہ زیادہ موزوں، زیادہ بہتر اور قابل قدر ہے۔ کیونکہ محقق ہی صاحب تحقیق ہوتا ہے اور اپنی ساری تحقیق کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ اسی پر تحقیق کا دار و مدار ہوتا ہے اور وہی اپنے موضوع پر مہارت اور تخصص (Authority) حاصل کرتا ہے۔ لہذا موضوع کا انتخاب محقق کی طرف سے اسی کی مرضی، میلان طبع اور اس کی صلاحیتوں اور امکانات کے مطابق ہونا چاہیے۔ محقق کے لئے مناسب یہ ہے کہ یونیورسٹی میں کلاس ورک کے دوران ہی اپنے موضوع کے بارے میں سوچ بچار کرے اور اساتذہ کے مشورے سے انتخاب کرے۔

2- نگران استاد کی طرف سے انتخاب موضوع:

عام طور پر نگران استاد کی طرف سے موضوع کے انتخاب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب طالب علم کورس ورک کے دوران موضوع کا فیصلہ نہ کر سکے۔ بعض اوقات یہ طریقہ بہتر بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ نگران استاد کے پاس کئی اہم موضوعات ہوتے ہیں جو تحقیق کے لئے زیادہ بہتر اور مناسب ہوتے ہیں۔ اس صورت میں محقق کا صرف اتنا ہی کام رہ جاتا ہے کہ وہ اپنے نگران استاد کے ساتھ تجویز کردہ موضوع کے بارے میں تبادلہ خیال اور گفت و شنید کرتا رہے۔ نیز اپنے استاد سے اپنے موضوع کے تمام پہلوؤں سے متعلق سوال و جواب کا سلسلہ جاری رکھے۔ یہاں تک کہ اس موضوع کے متعلق اس کے تمام تصورات (Concepts) واضح ہو جائیں۔

انتخاب موضوع کے ذرائع و وسائل

موضوع کا انتخاب و تعیین کرنے کے لئے مختلف وسائل، ذرائع اور طریقے استعمال کئے

جاسکتے ہیں ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

1- ذاتی معلومات و تجربہ:

آپ کے ذہن میں موجود معلومات، افکار اور آپ کا ذاتی تجربہ موضوع کے انتخاب میں

معاون ہو سکتے ہیں۔ کیا آپ کے ذہن میں ہر وقت کھلنے والا کوئی سوال ہے جس کا ابھی تک جواب نہیں ملا؟ کیا کوئی ایسا معاملہ ہے جس میں اہل علم و دانش کا اختلاف ہو؟ کیا کوئی ایسی اہم بات ہے جس سے لوگ ابھی تک ناواقف ہیں؟ کیا کوئی ایسا مسئلہ ہے جو ہر وقت آپ کی توجہ مبذول رکھتا ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی حل تجویز نہیں کیا گیا؟ اس طرح کے تمام امور آپ کا موضوع تحقیق بن سکتے ہیں۔ آپ کا ذاتی تجربہ اور آپ کی ذاتی معلومات موضوع کے انتخاب میں آپ کے لئے انتہائی کارآمد ہو سکتی ہیں۔

2- دوسروں سے گفتگو:

دوسروں کے ساتھ آپ کی گفت و شنید نئے نئے تحقیق طلب قضایا کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ نئے نئے سوالات اور ان کے جوابات کی تلاش کا عمل اسی وقت شروع ہوتا ہے جب آپ دوسروں کے ساتھ علمی گفتگو میں حصہ لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا سوال نمودار ہو جائے جسے جواب کی ضرورت ہو، یا گفتگو کرنے والا آپ کے ذہن میں کوئی نئی سوچ پیدا کر دے، یا معاشرے کا کوئی ایسا مسئلہ سامنے لے آئے جس کا تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت ہو۔ درحقیقت ہر چیز تحقیق کے قابل ہوتی ہے، لیکن اس کے لئے ایک تحقیق و جستجو کرنے والی عقل ہونی چاہیے۔ ایسی عقل جو ہر وقت چیزوں کی حقیقت جاننے کی طالب ہو۔ ایسی عقل جو تحقیق سے لطف اندوز ہو۔ جب آپ دوسروں سے گفتگو کرتے ہیں تو آپ کے سامنے تحقیق کے کئی موضوعات کھلتے ہیں مثلاً: جسم کی زبان (Body Language) گفتگو کے مطابق ہاتھوں کی حرکات، چہرے کے تاثرات اور دوران کلام آنکھوں کی حرکات وغیرہ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ گفتگو کے دوران دو شخصوں کی جسمانی لغت (Body Language) کا موازنہ کر سکتے ہیں۔ اسی موضوع کو وسیع کرتے ہوئے آپ دو قوموں کی جسمانی لغت کو موضوع تحقیق بنا سکتے ہیں۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے، یقیناً آپ دوسرے لوگوں سے گفتگو کے ذریعے اپنے لئے تحقیق کے ہزاروں موضوعات تلاش کر سکتے ہیں۔

3- غور و فکر اور سوچ بچار:

جو کچھ آپ سنیں، اس کے بارے میں سوچیں، اور جو کچھ آپ جانتے ہیں، اس کے بارے میں غور و فکر کریں، اپنے ارد گرد موجود کائنات کے بارے میں سوچیں۔ اپنے ارد گرد کے لوگوں کے بارے میں سوچیں۔ نباتات، حیوانات، اور جمادات پر غور و فکر کریں۔ انسانی رویوں اور جانوروں کی حرکات و سکنات کے بارے میں سوچیں۔ واقعات کے پس منظر، اسباب اور نتائج کے بارے میں

سوچیں۔ ہر رویے کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔

ان اسباب کے بارے میں غور و فکر کریں۔ چیزوں میں فرق ضرور ہوتا ہے، اور اسی طرح ہر شخصیت دوسری سے جدا ہوتی ہے۔ ملتے جلتے واقعات میں بھی فرق موجود ہوتا ہے۔ شخصیات اور واقعات کے درمیان پائے جانے والے فروق (Differences) اور تشابہات (Similarities) کے بارے میں سوچیں۔

ان فروق و تشابہات کی بنا پر واقعات کے درمیان پائے جانے والے تقابلی کو تلاش کریں۔ ان چیزوں کے بارے میں سوچیں جن کے بارے میں پہلے کبھی نہیں سوچا۔ گہری نظر ڈالیں۔ ماضی کی طرف لوٹ جائیں۔ ملکوں اور اقوام و ملل کے ماضی کا مطالعہ کریں۔ مختلف واقعات کا ماضی تلاش کریں۔ ماضی اور حال پر خوب غور و فکر کریں اور ان کی روشنی میں مستقبل کی پیش گوئی کریں۔ امکانات کیا ہیں؟ مشکلات کیا ہیں؟ جب آپ نگاہ بصیرت سے عہد رفتہ کی پیمائش کریں گے، اور روشن عقل کے ساتھ مستقبل کا کھوج لگائیں گے، حال کو گہری اور باریک نظر سے دیکھیں گے تو آپ کے سامنے سینکڑوں موضوعات نمودار ہونا شروع ہو جائیں گے، جن میں تحقیق کی ضرورت ہوگی، اور آپ ان پر تحقیق کر کے راحت و اطمینان محسوس کریں گے۔

۴۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن کی خبریں:

آپ دن میں کئی مرتبہ ریڈیو اور ٹیلی وژن پر خبریں سنتے ہیں۔ سیاسی، جنگی، اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی، دینی اور ہر طرح کی خبریں آپ کی سماعت سے ٹکراتی رہتی ہیں۔ بس ضروری یہ ہے کہ آپ ان خبروں کو دھیان لگا کر سنیں۔ اپنی سماعت کو تیز کر لیں۔ کیا ان خبروں کو سن کر آپ کے ذہن میں کوئی سوال پیدا ہوتا ہے؟ کیا آپ کو کسی سوال کے جواب کی تلاش ہے؟ کیا آپ کے سامنے مختلف خیالات و امور گردش کر رہے ہیں؟ کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ آپ ایک حالت کا دوسری حالت کے ساتھ، ایک جنگ کا دوسری جنگ کے ساتھ، ایک سیاست دان کا دوسرے سیاست دان کے ساتھ، ایک صدی کا دوسری صدی کے ساتھ، ایک واقعہ کا دوسرے واقعے کے ساتھ، ایک شہر کا دوسرے شہر کے ساتھ، ایک ملک کا دوسرے ملک کے ساتھ، ایک براعظم کا دوسرے براعظم کے ساتھ، ایک معاشرے کا دوسرے معاشرے کے ساتھ، ایک فلسفے کا دوسرے فلسفے کے ساتھ تقابل و موازنہ کریں۔

بلاشبہ خبریں آپ کے ذہن اور دل میں کئی تازہ سوالات (Current Issues) جنم دیتی

ہیں، جن کے جوابات مستقل موضوع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بس اتنا ضروری ہے کہ آپ جو سبب غور سے سنیں، اور جو غور سے سنیں اس میں غور و فکر کریں، اور جس میں غور و فکر کریں اس موضوع پر تحقیق کریں۔

۵۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن کے پروگرام:

ریڈیو اور ٹیلی وژن سے روزانہ بہت سے دینی، علمی، ثقافتی اور ادبی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ ہر پروگرام میں کسی موضوع کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ پروگرام پیش کرنے والے معاشرے کے اہم امور کو اجاگر کرتے ہیں، اور وہ ان موضوعات کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں جن پر فوری اور مفصل تحقیق و جستجو کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹیلی وژن اور ریڈیو کے پروگرام انتہائی اہم اور معاصر موضوعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ انہیں غور سے سنیے اور اپنی خواہش، حالات اور علمی و ادبی تخصص کے مطابق اپنے لئے موضوعات کا انتخاب کرنے میں رہنمائی حاصل کریں۔

۶۔ اخبارات اور عام مجلات:

ہم ہر روز بہت سے اخبارات، رسائل اور ہفتہ وار، ماہوار مجلات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ تمام منشورات بہت اہم مسائل کو موضوع بناتے ہیں۔ اگر ہم ان میں پائے جانے والے فیچرز، کالمز، رپورٹوں، خبروں، اداروں اور دیگر مندرجات کو نظر عمیق سے دیکھیں تو ہمارے سامنے تحقیق کے بہت سے موضوع واشگاف ہوں گے۔ بس ضروری اور اہم یہ ہے کہ ہم باریک بینی سے دیکھیں اور خوب غور و فکر کریں۔ ہر واقعہ اور ہر منظر (Phenominun) کے بارے میں تحقیق و جستجو کا امکان موجود ہوتا ہے، اگر کوئی بحث و تحقیق اور غور و فکر کرنے والی عقل موجود ہو۔

لاکھوں لوگوں نے درخت سے سیب کو گرتا ہوا دیکھا مگر صرف ایک سائنس دان نیوٹن نے اس کے گرنے کا سبب دریافت کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس نے سوچنا شروع کر دیا، اسباب و علل پر تحقیق شروع کر دی، اور پھر نتیجے کے طور پر کشش ثقل کا مشہور قانون دریافت کر لیا۔ پس آپ بھی جب کچھ پڑھیں یا کچھ سنیں تو ذرا ٹھہر کر اس کے بارے میں سوال کریں، سوچیں، تحقیق کریں، موازنہ و مقابلہ کریں، تجزیہ و استنباط کریں، اور پھر نتائج اخذ کریں۔ تمام اخبارات اور مجلات و رسائل علمی، سیاسی، معاشرتی، فلسفی، اقتصادی اور دینی موضوعات سے لبریز ہوتے ہیں جن پر مزید تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔

مختلف جامعات اور تحقیقی ادارے اپنے تحقیقی مجلات شائع کرتے ہیں، جن میں شائع ہونے والے علمی مضامین مزید تحقیق کا تقاضا کرتے ہیں۔ نیز ان میں لکھنے والے بہت سارے محققین اپنے مضمون کے آخر میں بطور تجاویز و سفارشات اور نتائج و حاصلات کچھ نئے پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان تجاویز کو غور سے پڑھیے اور ان کی روشنی میں مزید تحقیق کے لئے اپنے لئے موضوعات کا انتخاب کریں۔

۸- محاضرات و دروس:

اگر آپ اساتذہ کرام کی طرف سے دیئے جانے والے محاضرات (Lectures) کو غور سے سنیں تو وہ اپنے اپنے مضمون کے متعلق کئی موضوعات و عناوین بتاتے رہتے ہیں۔ جو قابل تحقیق ہوتے ہیں۔ اساتذہ کرام کے لیکچرز آپ کی سوچ کے افق کو وسعت بخشتے ہیں اور تحقیق کے میدان میں آپ کے لئے بہت سی راہیں کھول دیتے ہیں۔ اہل علم کی باتیں غور سے سننا تحقیق و جستجو کرنے والی عقل کو بے نیاز کر دیتا ہے اور اس کے سامنے جدید وسیع آفاق کھول دیتا ہے۔

اچھے موضوع کی شرائط

جب ہم موضوع تحقیق کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہر موضوع مقصودہ علمی تحقیق کے قابل ہوتا ہے، بلکہ ایک اچھے موضوع کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ضروری ہیں:

۱- جدت و تخلیق: (Innovation & Creativity)

موضوع کی جدت حسن انتخاب کی اولین شرط ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس موضوع پر پہلے نہ لکھا گیا ہو، نہ اس کی رجسٹریشن ہوئی ہو، اور نہ اس پر پہلے کسی نے تحقیق کی ہو۔ اگر پہلے سے تحقیق شدہ موضوع کو منتخب کیا گیا تو علمی اور ادبی سرقہ و خیانت کا اقدام ہوگا۔

۲- دلچسپی و رغبت: (Interest)

موضوع میں دلچسپی اور رغبت بہت ضروری شرط ہے، اور اسی پر تحقیق کی کامیابی کا دارومدار ہوتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ ایسا موضوع انتخاب کیا جائے جس میں محقق کی ذاتی دلچسپی و رغبت ہو، کیونکہ اسی ذاتی شوق کی وجہ سے محقق ایک سنجیدہ، تخلیقی اور مفید تحقیق کرتا ہے۔ اس کی علمی شخصیت نمایاں

ہو کر سامنے آتی ہے اور وہ اپنی تحقیق کو زیادہ محنت اور سرگرمی اور کامیابی سے مکمل کر لیتا ہے۔

مشہور محقق ڈاکٹر احمد ہلمی کہتے ہیں کہ محقق کو مقالے کا موضوع منتخب کرنے سے پہلے اپنے آپ سے مندرجہ ذیل سوالات کرنے چاہیں: (۱۵)

۱- کیا میں اپنے موضوع کو پسند کرتا ہوں؟ کیا اس میں میری رغبت ہے؟ کیا یہ میرے لئے اس قدر دلچسپ ہے کہ میں اس پر محنت کر سکوں؟

۲- کیا مجھ میں اس عمل تحقیق کو سرانجام دینے کی صلاحیت و طاقت ہے؟

۳- کیا اس موضوع پر تحقیقی مقالہ تیار کرنا ممکن بھی ہے؟

۴- کیا یہ موضوع اس قابل ہے کہ اس پر ذہنی و جسمانی اور مالی محنت صرف کی جائے؟

۵- کیا اس موضوع پر مقررہ مدت کے دوران مقالہ تیار کرنا ممکن ہے؟

۶- کیا اس موضوع کا پوری طرح استیعاب ممکن ہے؟ کیا اس موضوع پر مواد کی وافر فراہمی ممکن ہے؟

اس طرح کے دیگر سوالات تحقیق میں طالب علم کی رغبت و دلچسپی اور مقالہ نگاری کی صلاحیت

کا جائزہ لینے کے لئے معاون ہوتے ہیں۔

۳- جامعیت اور وضاحت:

ضروری ہے کہ موضوع اپنے معنی کے اعتبار سے بالکل واضح اور اپنے مقصد و مراد پر دلالت کرنے والا ہو۔ اس میں افکار کی گہرائی پائی جائے۔ اسلوب و تعبیر اتنی پختہ، پائیدار، سلیس، واضح اور دلکش ہو کہ کسی قسم کا غموض، التباس اور پیچیدگی نہ پائی جائے۔

۴- لفظی تحدید:

عنوان تحقیق نہ اتنا لمبا ہو کہ بیزار کر دے، اور نہ اتنا مختصر ہو کہ مفہوم واضح نہ ہو سکے۔ موضوع کو عنوان کی شکل دیتے ہوئے الفاظ کی تحدید اور کلمات کی جامعیت و قلت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ یہ عنوان اس صفت کا حامل ہونا چاہیے: "خیر الکلام ما قل ودل"۔ "بہترین کلام وہ ہے جو کم الفاظ پر مشتمل ہو اور زیادہ معانی سمجھا دینے والا ہو"۔

۵- مصادر و مراجع کی دستیابی:

انتخاب موضوع سے پہلے اس موضوع کے مصادر (Sources) کی دستیابی کا یقین کر لینا چاہیے۔ محقق کو ایسے موضوع منتخب کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے جن کے مصادر و مراجع نادر الوجود اور

کم یاب ہوں، تاکہ اس کا وقت اور محنت ضائع نہ ہوں، بعض اوقات مصادر و مراجع کی قلت اور عدم فراہمی کے باعث موضوع بدلنا پڑتا ہے، اور اس وجہ سے محقق کی بہت سی محنت اور وقت ضائع ہو جاتا ہے۔

۶۔ مدت تحقیق کا لحاظ:

موضوع منتخب کرتے وقت اس بات کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ مقالہ کی تیاری اور جمع کروانے کی مقررہ مدت کے اندر اس موضوع پر لکھنا اور تحقیق کرنا ممکن ہو۔ ایسا موضوع منتخب کرنا معقول نہیں ہوگا کہ جس کے بارے میں معلومات جمع کرنے میں ایک سال لگ جائے اور تحریر و تکمیل کے لئے دوسرا سال بھی درکار ہو جبکہ محقق کو اپنی تحقیق کے لئے صرف ایک سمسٹر یعنی چار ماہ کا عرصہ ملے۔

۷۔ اخراجات:

بعض تحقیقات اپنے موضوع کے اعتبار سے تو انتہائی پرکشش اور جاذب ہوتی ہیں، لیکن ان کی تکمیل کے لئے اتنا زیادہ سرمایہ درکار ہوتا ہے کہ ہر شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ لہذا موضوع کا انتخاب کرنے سے پہلے اس پر خرچ آنے والی لاگت کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

۸۔ معاشرتی مقبولیت:

انتخاب موضوع کے لئے ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ اسے معاشرتی مقبولیت بھی حاصل ہو۔ اس لئے کہ بہت سے موضوعات ایسے ہوتے ہیں کہ طالب علم ان پر تحقیق کرنا چاہتا ہے لیکن معاشرہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔ لہذا ایسے موضوعات انتخاب کرنے اور ان پر تحقیق کرنے سے طالب علم کو دریغ کرنا چاہیے کیونکہ جب وہ اپنے معاشرے کو چیلنج کرے گا تو اسے بہت شدید حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کسی معاشرے میں ممنوع قرار دی جانے والی یا مقدس سمجھی جانے والی چیزوں کو موضوع تحقیق بناتے وقت شدت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۹۔ مقالے کی طوالت:

موضوع کے انتخاب کے لئے یہ شرط ہے کہ جب وہ کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے بعد کتابی شکل میں سامنے آئے تو اس کا حجم اور طوالت درجہ علمی کے مطابق معقول ہو۔ کیونکہ ہر درجہ علمی یعنی ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور اسائنمنٹس (Assignments) کے لئے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ صفحات کی حد مقرر ہے۔ موضوع مقالہ نہ تو اس قدر مختصر مواد والا ہو کہ اس پر صرف چند صفحات لکھے جاسکیں، اور

۷۵
نہی اتنی طویل معلومات والا ہو کہ اس پر ہزاروں صفحات لکھ دیئے جائیں اور وہ سمٹنے میں نہ آئے۔ ٹرم پاپر ہو یا ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی کا مقالہ ہر ایک کے موضوع کا انتخاب اس کی طوالت اور اختصار کو دیکھ کر کیا جانا چاہیے۔

۱۰۔ موضوع کی معرفت:

ایسا موضوع بھی انتخاب نہ کریں جس کے بارے میں آپ کچھ جانتے ہی نہ ہوں یا بہت تھوڑا جانتے ہوں۔ اگر آپ صرف تاریخ ادب میں مہارت رکھتے ہیں تو بلاغت کو اپنا موضوع تحقیق نہ بنائیں۔ اگر آپ صرف فقہ و تفسیر میں مطالعہ رکھتے ہیں تو علوم عقلیہ کو اپنا موضوع تحقیق نہ بنائیں۔ (۱۶)

نامناسب موضوعات

محقق کو مندرجہ ذیل موضوعات انتخاب کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے:

۱۔ سوانح عمری:

کسی شخص کی سیرت و سوانح کو موضوع تحقیق بنانے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ اصلی اور تخلیقی تحقیق نہ ہوگی، بلکہ ایک یا ایک سے زیادہ مصادر سے محض نقل کا ایک مجموعہ کہلائے گی۔ البتہ ایک شخص کی سیرت کا دوسرے شخص کی سیرت کے ساتھ موازنہ و تقابل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کسی شخصیت کے انسانی، سیاسی یا ادبی پہلو کو موضوع تحقیق بنایا جاسکتا ہے۔ یا کسی فرد کی شخصیت کے کسی ایک زاویے، معاشرے پر اس کے اثرات یا اس کے علمی کارناموں میں کسی ایک کارنامے یا اس کی تالیفات میں سے کسی ایک کو موضوع تحقیق بنایا جاسکتا ہے۔ سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ آپ کی تحقیق میں کوئی منفرد اور نئی چیز سامنے آئے۔

۲۔ انتہائی نئے موضوعات:

محقق کو ایسے موضوعات کا انتخاب نہیں کرنا چاہیے جو بہت جدید ہوں یا جن کے بارے میں زیادہ معلومات میسر نہ ہوں یا جن کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہو۔ آپ ایسے موضوع کے بارے میں کیا مقالہ لکھ سکتے ہیں جس کے ماہرین بھی ابھی اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ ”اکتب فیما تعرف وابتعد عما لا تعرف“ ”لکھو جس کے بارے میں جانتے ہو، دور رہو جس کے بارے میں نہیں جانتے ہو“۔

اگر آپ نے یونیورسٹی سے ادب، تعلیم یا معاشرتی علوم (Social Sciences) میں ایم اے کیا ہے، تو آپ "جسم کی قوت مدافعت"، "مرنخ پر زندگی کے امکانات"، "ایکٹرونک کمپیوٹرز کی جدید ڈیزائننگ" جیسے دیگر سائنسی اور تکنیکی موضوعات کے بارے میں کیسے لکھ سکتے ہیں۔ ہزاروں موضوعات ایسے ہیں جن کے بارے میں تحقیق کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اس کی استعداد سے بالاتر اور اس کے تخصص سے خارج ہوتے ہیں۔

کئی ایسے موضوعات ہیں جن کے بارے میں ہم انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ لکھ نہیں پاتے کیونکہ ہماری ان سے جذباتی وابستگی ہوتی ہے۔ اگر کوئی محقق ان موضوعات پر لکھنے اور تحقیق کرنے پر مجبور ہو جائے تو پھر اسے اپنے جذباتی پہلو پر مکمل کنٹرول کرنا ہوگا، اور انتہائی ممکنہ حد تک انصاف اور عقلی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے تحقیق کرنا ہوگی، کیونکہ کسی بھی علمی تحقیق کے لئے غیر جانبداری اور انصاف پسندی بنیادی شرط ہے۔

ایسے موضوع کے انتخاب سے اجتناب کیجئے جو دوسروں کی تحریروں کا خلاصہ معلوم ہو۔ ایک تحقیق کا کئی مصادر و مراجع سے اخذ شدہ مکمل و مدلل مطالعے پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔ جبکہ خلاصہ نویسی میں کوئی تحقیق نہیں ہوتی بلکہ ایک محقق طالب علم کے لئے کسی طرح مناسب نہیں کہ وہ براہ راست تلخیص نویسی کو مقالے کا موضوع بنائے، کیونکہ ٹرم پیپر میں بھی آپ کے مصادر و مراجع کی تعداد دس سے بیس کے درمیان ہونی چاہیے جبکہ خلاصہ نویسی کے مصادر و مراجع نہیں ہوتے۔

ایسے موضوع کا انتخاب کرنے سے اجتناب کریں جس پر بار بار اور کئی بار تحقیق کی جا چکی ہو، کیونکہ آپ کے لئے کسی نئی چیز کا اضافہ مشکل ہوگا اور تکرار، اصلیت (Originality) کی صفت کو ختم کر دیتا ہے، جبکہ یہ صفت کسی بھی مقالے کی بنیادی شرط ہوتی ہے۔

تحقیق کے لئے کسی انتہائی وسیع موضوع کے انتخاب سے اجتناب کریں، کیونکہ آپ ایک

محدود و مقرر مدت کے دوران اس کا پوری طرح ادراک، احاطہ اور استیعاب نہیں کر سکتے۔ نیز آپ موضوع کی وسعت کی وجہ سے سرسری و سطحی مطالعہ کی بنا پر کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں کر پاتے۔ وسیع موضوع انتہائی زیادہ محنت کا تقاضا کرتا ہے، جبکہ اس کا کوئی تحقیقی و تخلیقی فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ اس طرح محنت زیادہ درکار ہوتی ہے اور اس کے ثمرات بہت کم۔

انتہائی محدود و تنگ موضوع پر بھی تحقیق کرنے سے گریز کیجئے، جیسے انتہائی وسیع موضوع آپ کا وقت ضائع کرے گا اسی طرح ایک تنگ موضوع آپ پر جمود طاری کر سکتا ہے، کہ آپ اس کے بارے میں تحقیق کرنے اور لکھنے کے لئے کچھ بھی نہ پاسکیں، لہذا ان دونوں حدوں کے درمیان رہ کر موضوع کا انتخاب کرنا ہوگا۔ (۱۷)

موضوع کی تحدید (Topic Limitation)

مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ موضوع منتخب کرنے کے بعد موضوع کی زمانی، مکانی اور نوعی حد بندی اس انداز میں ضروری ہے کہ اسے تحقیق کے قابل بنایا جاسکے۔ یعنی نہ تو وہ اتنا وسیع ہو جائے کہ محدود وقت میں اس پر تحقیق کرنا ممکن نہ ہو اور نہ ہی اتنا تنگ اور محدود ہو جائے کہ اس پر لکھنے کے لئے کچھ باقی ہی نہ بچے، اور نہ ہی تحقیق میں اس پر آگے بڑھا جاسکے، مثلاً: ایک موضوع ہے "سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا کردار"۔ یہ بہت وسیع موضوع ہے، اس موضوع کو ہم مختلف معیارات اور اعتبارات سے محدود کر سکتے ہیں، مثلاً:

۱- سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا کردار

۲- طب کی ترقی میں مسلمانوں کا کردار

۳- طب کی ترقی میں عربوں کا کردار، نویں اور دسویں صدی عیسوی میں۔

پہلا عنوان لامحدود اور عام ہے جو سائنس کی تمام شاخوں (Branches) تک پھیلا ہوا ہے۔ دوسرا عنوان پہلے کی نسبت کچھ محدود ہے۔ کیونکہ اس میں سائنس کی صرف ایک شاخ طب کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے، یہاں پر نوعی تحدید کی گئی ہے۔ تیسرا عنوان دوسرے سے بھی زیادہ محدود ہے کیونکہ اس میں زمانی، مکانی اور نوعی تینوں طرح کی تحدید کی گئی ہے۔

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے:

- ۱- ادباء
- ۲- عرب ادباء
- ۳- جدید عرب ادباء
- ۴- جدید سعودی ادباء
- ۵- جدید سعودی شعراء
- ۶- امیر عبداللہ الفیصل بحیثیت شاعر
- ۷- امیر عبداللہ الفیصل کی شاعری میں حب الوطنی

پہلا عنوان انتہائی لامحدود اور عام ہے جو تمام زمانوں اور تمام علاقوں کے ادباء کو شامل کئے ہوئے ہے۔ دوسرے عنوان میں ”عرب“ کی قید اور شرط کا اضافہ کر کے اسے کچھ محدود کیا گیا ہے۔ تیسرے عنوان میں ”جدید“ کی زمانی قید لگا کر مزید تحدید کی گئی ہے۔ چوتھے عنوان کو ایک مزید مکانی قید ”سعودی“ لگا کر محدود کیا گیا ہے۔ پانچویں عنوان میں ادب کی ایک نوع شعر کا اضافہ کر کے موضوع مزید محدود کیا گیا ہے۔ چھٹا عنوان پانچویں سے بھی زیادہ محدود ہے کیونکہ سعودی شعراء میں سے صرف ایک جدید سعودی شاعر کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ساتواں عنوان مذکورہ بالا عنوانات سے زیادہ محدود ہے کیونکہ ایک شاعر کے کلام کے ایک پہلو ”حب الوطنی“ کو موضوع میں خاص کر دیا گیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مکانی، زمانی، جغرافیائی، تاریخی، سیاسی، وصفی، اور نوعی قیود و شرائط لگا کر موضوع کو زیادہ سے زیادہ محدود کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ تحقیق میں گہرائی، رسوخ، جدت، تخلیق اور اصلیت نمایاں ہو سکے۔ (۱۸)

دوسرا مرحلہ: خاکہ تحقیق کی تیاری: (Synopsis/Research Proposal)

خاکہ یا خاکہ، تحقیقی مقالہ کے لئے ایک بنیادی تعمیری ڈھانچے کی حیثیت رکھتا ہے، جیسے ایک انجینئر عمارت تعمیر کرنے سے پہلے مختلف حالات اور عمارت کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا خاکہ یا نقشہ تیار کرتا ہے۔ مسجد، سکول، اور گھر میں سے ہر ایک کا نقشہ اور ڈیزائن الگ الگ ہوتا ہے۔ اسی طرح مختلف موضوعات پر کی جانے والی تحقیقات کے خاکے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اس اختلاف کا دار و مدار موضوع تحقیق، مواد تحقیق، درجہ تحقیق اور مدت تحقیق پر ہوتا ہے۔ اس مرحلے پر محقق طالب علم کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے سے پہلے محققین کی کاوشوں سے فائدہ اٹھائے، کیونکہ یونیورسٹیوں کے کتب خانوں میں کامیابی سے ہمکنار ہونے والے مقالات موجود ہوتے ہیں، اور یہ

تحقیقی مقالات طالب علم کے لئے بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں، کیونکہ ان مقالات کے موضوعات میں کوئی نہ کوئی موضوع محقق طالب علم کے انتخاب کردہ موضوع سے مماثل ہوتا ہے، جو اس کے لئے تحقیق کا راستہ روشن کر دیتا ہے۔ اسی طرح خاکہ تحقیق کی تیاری میں نگران استاد بھی بہت معاون ہوتا ہے۔ عام طور پر خاکہ تحقیق مندرجہ ذیل عناصر پر مشتمل ہوتا ہے:

خاکہ تحقیق (Synopsis) کے عناصر

۱- صفحہ عنوان: (Title Page)

اس صفحہ عنوان پر مندرجہ ذیل معلومات ذکر کی جاتی ہیں:

۱- عنوان تحقیق

۲- اس کے نیچے (علمی درجہ کا نام جس کے لئے خاکہ پیش کیا جا رہا ہے مثلاً: ”خاکہ تحقیق برائے ایم۔ اے، ایم۔ فل، پی ایچ ڈی عربی/اسلامیات“ وغیرہ۔

۳- یونیورسٹی کا مونوگرام

۴- دائیں جانب ”مقالہ نگار“ لکھ کر اس کے نیچے محقق کا نام اور رول نمبر وغیرہ۔

۵- اس کے بالمقابل ”زیر نگرانی“ لکھ کر اس کے نیچے نگران استاد کا نام، علمی عہدہ اور پتہ وغیرہ۔

۶- ڈیپارٹمنٹ کا نام مثلاً: ”شعبہ عربی زبان و ادب“

۷- اس کے نیچے یونیورسٹی کا نام، شہر اور ملک کا نام، مثلاً: ”پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان“۔

۸- سب سے آخر میں تعلیمی سال لکھا جائے گا۔ مثلاً: ”تعلیمی سیشن 2011ء/1432ھ“

جہاں تک عنوان تحقیق کا تعلق ہے تو وہ موضوع کی نسبت زیادہ محدود ہوتا ہے، اور موضوع کا

آئینہ دار ہوتا ہے، اور بعض اوقات عنوان ہی تحقیق کا موضوع ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں موضوع

بہت وسیع اور کئی اصناف و انواع پر مشتمل ہوتا ہے۔ جبکہ عنوان اس موضوع کی کسی ایک صنف، نوع یا

پہلو پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ”پاکستان میں عربی زبان و ادب“ ایک موضوع ہے، لیکن اگر ہم

پاکستان کے کسی عربی شاعر یا عربی نثر نگار پر تحقیق کرنا چاہیں مثلاً: ”فیض الحسن سہارنپوری بحیثیت

تحقیق کا عنوان دلچسپ، دلکش اور جاذب ہونا چاہیے، نیز اسے امکانی حد تک مختصر اور جامع ہونا چاہیے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ پوری طرح واضح ہو، اور اسے پڑھتے ہی اس کے تحت آنے والی تمام جزئیات و تفصیل اور ابواب و فصول کا اندازہ ہو جائے۔

مشہور محقق ڈاکٹر ابراہیم سلامہ نے عنوان کی یہ تعریف کی ہے:

”إن العنوان يشبه اللفتة ذات السهم الموضوعة في مكان لترشد السائرین حتی یصلو إلى هدفهم“ (۱۹)

”عنوان ایک تیر (Arrow) والے بورڈ (Board) کی طرح ہوتا ہے جسے کسی جگہ نصب کیا جاتا ہے تاکہ راہگیر اس کی مدد سے اپنی منزل تک پہنچ سکیں۔“

۲۔ مقدمہ: (Preface)

صفحہ عنوان کے بعد اگلے صفحہ پر ”مقدمہ“ کی ہیڈنگ تحریر کی جاتی ہے۔ یہ مقدمہ مقالے (Thesis) کا مقدمہ نہیں بلکہ خاکہ تحقیق کا مقدمہ ہے، جس میں محقق اپنے موضوع اور عنوان کے حوالے سے مندرجہ ذیل اہم امور کے بارے میں جامع انداز میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

☆ تعارف موضوع: (Introduction)

محقق مختصر الفاظ میں اپنے موضوع کا تعارف پیش کرتا ہے اور خاص طور پر فرضیہ تحقیق (Hypothesis) کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

☆ فرضیہ تحقیق: (Hypothesis)

فرضیہ تحقیق سے مراد کسی مسئلے کے بارے میں محقق کی ابتدائی رائے، اندازہ اور دانشورانہ قیاس ہے جسے وہ موضوع کے انتخاب کے بعد وقتی طور پر اختیار کرتا ہے، خواہ تحقیق کے بعد وہ فرضیہ غلط ہی ثابت کیوں نہ ہو جائے۔ فرضیہ دراصل محقق کی پیشگوئی ہے جو قبل از مطالعہ مصادر و مراجع کی جاتی ہے۔ موضوع حل طلب سوالات سے عبارت ہوتا ہے جبکہ فرضیہ میں ان کے امکانی جوابات کی پیشگوئی ہوتی ہے۔ گویا موضوع سے اٹھنے والے اہم سوالات کے متوقع اور امکانی جوابات ہی فرضیہ کہلاتے ہیں۔ محقق ہمیشہ اس مواد کی تلاش کرتا ہے جو اس کے فرضیے کی تصدیق یا تردید کرتا ہو، لہذا فرضیہ کی بدولت محقق کی بھرپور توجہ موضوع کے چند خاص پہلوؤں اور جہتوں پر مرکوز رہتی ہے، اور مختلف مصادر و مراجع سے حقائق و خیالات

کے بہترین چناؤ میں فرضیہ اس کی معاونت کرتا ہے۔

فرضیہ تحقیق تمام لٹریچر کا طائرانہ جائزہ لینے کے بعد لکھنا چاہیے اور فرضیات لکھنے کا انداز بیان یہ ہونا چاہیے نہ کہ سوالیہ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر قسم کی تحقیق میں فرضیہ کی ضرورت ہو۔ اگر محقق صرف معلومات و حقائق کو جمع کر رہا ہو، مثلاً کسی مکتبہ کے مخطوطات کی فہرست تیار کر رہا ہو یا کسی موضوع پر کتابیات مرتب کر رہا ہو، کوئی اشاریہ بنا رہا ہو یا اس قسم کی کوئی فہرست بنا رہا ہو تو کسی فرضیے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن وہ تحقیق جو تنقیدی تشریح و توضیح کا کام کرتی ہے، اس میں فرضیہ ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ (۲۰)

☆ مقاصد تحقیق: (Objectives)

اس مقدمہ میں تحقیق کے بنیادی مقاصد اور اہداف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

☆ اسباب انتخاب موضوع: (Justification & Likely Benefits)

مقدمہ میں اس موضوع کے انتخاب کرنے کی وجوہات اور اسباب کو بیان کیا جاتا ہے۔

☆ سابقہ تحقیقات کا جائزہ (Literature Review)

مقدمہ میں اس موضوع کا مختصر تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ (موضوع) کب شروع ہوا؟ اس کا ارتقاء کیسے ہوا؟ کس کس پہلو سے اس پر تحقیق ہوئی؟ کن لوگوں نے اس پر تحقیق کی؟ اور ان محققین نے کس حد تک تحقیق کی؟ پھر وہ کونسا نکتہ ہے جہاں سے اس نئی تحقیق کا آغاز کیا جا رہا ہے؟ کیونکہ اس نکتے پر پہلے کسی نے تحقیق نہیں کی۔

☆ اہمیت موضوع (Importance of the Subject)

مقدمہ میں موضوع کی اہمیت کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور تحقیق کی اہمیت کے حوالے سے پائے جانے والے تمام استفسارات کا جواب دیا جاتا ہے۔ نیز اس موضوع پر تحقیق کرنے کے محرکات اور جوازات بھی ذکر کئے جاتے ہیں۔

☆ منہج تحقیق (Research Methodology)

خاکہ تحقیق کے مقدمہ میں اپنے موضوع کی مناسبت سے منہج تحقیق کی وضاحت بھی کی جاتی ہے مثلاً: عام طور پر انسانی و نظریاتی علوم میں تحقیق کے لئے اختیار کیا جانے والا منہج عقلی، منطقی، استقرائی، وصفی، تجلیلی، استدلالی اور استنباطی نوعیت کا ہوتا ہے لہذا تحقیق کے تمام مراحل، طرق، اسالیب

معنویہ و مادیہ اور وسائل کا ذکر بھی یہاں کیا جاتا ہے۔

☆ محنت و کاوش اور وسائل تحقیق (Research Sources & Aids)

خاصہ تحقیق کے مقدمے میں محقق یہ بھی وضاحت کر سکتا ہے کہ اسے اس موضوع پر تحقیق کرنے کے لئے کسی قسم کی ذہنی، فکری، جسمانی، اور مادی محنت درکار ہوگی اور کون کون سے وسائل تحقیق استعمال کئے جائیں گے۔ اس محنت و کاوش کا تذکرہ اس لئے ضروری ہے تاکہ اس موضوع اور تحقیق کی اہمیت سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

☆ بنیادی مصادر و مراجع (Basic Sources)

مقدمہ میں طالب علم اپنے موضوع کے متعلق بنیادی مصادر و مراجع کا تعارف بھی درج کرے گا تاکہ اس موضوع کے اصلی مصادر (Original Sources) کا اندازہ ہو سکے۔

ابواب و فصول اور ان کے عنوانات: (Chapters, Sections & their titles)

یہ خاکہ تحقیق کا تیسرا حصہ ہے جسے مقدمہ تحریر کرنے کے بعد نئے صفحے پر درج کیا جاتا ہے۔ جدید اسلوب تحقیق کے مطابق مقالے کو ابواب، پھر فصول، پھر مباحث، پھر مطالب، پھر فروع اور پھر انواع میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور ضروری ہے کہ موضوع کی تقسیم باب کے ساتھ شروع ہونے کے فصل کے ساتھ، کیونکہ باب فصل سے زیادہ عام ہے یہ بھی درست ہے کہ مقالے کو صرف ابواب میں تقسیم کر دیا جائے۔ ہر باب اور ہر فصل کا عنوان (Title) دینا ضروری ہے۔ ابواب کی تعداد اور ہر باب کے تحت آنے والی فصول کی تعداد کی تحدید ضروری نہیں، بلکہ محقق موضوع کی مناسبت سے اس کا فیصلہ خود کر سکتا ہے۔ البتہ ابواب و فصول کے عنوان اور مقالے کے عنوان کے درمیان ربط و تعلق اور مناسبت و تسبیح کا ہونا ضروری ہے۔

آج کل ملکی اور بین الاقوامی یونیورسٹیوں میں عام طور پر ایم۔ اے، ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کے موضوع تحقیق کو ابواب و فصول میں اس طرح تقسیم کیا جاتا ہے کہ ایم۔ اے کے مقالے کے موضوع کو دو ابواب میں، اور پھر ہر باب کو دو فصولوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کبھی موضوع کی مناسبت سے تیسرے باب کا اضافہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ ایم۔ فل کے مقالے کے تین ابواب ہوتے ہیں۔ اور ہر باب تین تین فصولوں پر مشتمل ہوتا ہے، اور کبھی موضوع اور مواد کی مناسبت سے چوتھے باب کا اضافہ کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ عام طور پر چار ابواب پر مشتمل ہوتا ہے، اور ہر

باب میں تین یا چار فصلیں بنائی جاتی ہیں، اور کبھی موضوع کے مطابق پانچویں باب کا اضافہ کر لیا جاتا ہے۔ ابواب و فصول کے عنوانات نقل کرنے کے بعد آخر میں خلاصہ تحقیق، (Summary) نتائج تحقیق (Findings)، تجاویز (Suggestions)، سفارشات (Recommendations)، اور ٹیپو گرافی (Technical Indexes) کے عنوانات دیئے جاتے ہیں۔

4- تجویزہ مصادر و مراجع کی فہرست: (Bibliography & References)

ایک نئے صفحے پر اس عنوان کے تحت موضوع سے متعلق تمام اہم مصادر و مراجع کی فہرست (Bibliography) علمی و تحقیقی طریقہ سے تیار کر کے لگائی جاتی ہے۔ اس فہرست کو (MLA Format) کے مطابق ہر صورت میں حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب ہونا چاہیے۔ نیز کتاب کا پورا نام، مولف کا پورا نام، ایڈیشن، مطبع، شہر، ملک اور سن طباعت وغیرہ کی تفصیلات درج کی جائیں۔ یہ فہرست مولفین کے مشہور ناموں کی ترتیب سے تیار کی جائے۔ ان ناموں کو الفبائی ترتیب دیتے وقت: ال۔ ابن۔ بنسنت۔ ام۔ ابو۔ اور انگریزی میں A. An. The وغیرہ کو شمار نہیں کریں گے۔ مثلاً: البخاری کو (با) میں شمار کریں گے۔ ابن کثیر کو (ک) میں شمار کریں گے۔ ابو ہریرہ کو (ھا) میں شمار کریں گے۔ ام کلثوم کو (ک) میں شمار کریں گے۔ (۲۱)

تیسرا مرحلہ: مصادر و مراجع کی تحدید:

(Specification of Sources and References)

مصادر و مراجع کے درمیان فرق:

مصادر و مراجع دو الگ الگ اصطلاحات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا اطلاق کتابوں کے ایک مجموعے پر کیا جاتا ہے، جن سے محقق اپنی تحقیق کے دوران استفادہ کرتا ہے۔ البتہ ان دونوں مجموعوں کے درمیان بنیادی طور پر ان کی خصوصیات کی وجہ سے کچھ فرق ہے۔

مصدر سے مراد وہ کتاب ہے جو علوم میں سے کسی علم کے بارے میں ایسے طریقے سے تحقیق کرتی ہو جس میں جامعیت، وسعت اور ایسی گہرائی ہو جو اس کتاب کو ایسا اصلی ذریعہ (Original Source) بنا دے کہ محقق اس علم کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے اس کتاب سے بے نیاز نہ ہو سکے۔

جاتا ہے۔ محقق کے لئے ضروری ہے کہ کسی موضوع پر تحقیق کرتے وقت ہمیشہ قدیم اور اصلی مصادر کی طرف رجوع کرے اور اپنی معلومات کو وہیں سے نقل کرے۔ اصلی مصادر کی دستیابی کے باوجود مراجع سے مواد و معلومات اخذ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ علماء و محققین نے اس بات کی صرف اس وقت اجازت دی ہے جب مصادر مفقود ہو جائیں اور مراجع سے معلومات لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہے۔ بہر حال اصلی مصادر کی طرف رجوع کے بغیر جو بھی مقالہ لکھا جائے گا وہ اصلیت اور متانت و پختگی سے عاری ہوگا۔ (۲۲) اصلی مصدر (Original Source) اور ثانوی مرجع (Secondary Source) کا مزید فرق سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

۱- قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر دیکھنے کے لئے ایسی بنیادی تفسیروں کی طرف رجوع کیجئے جن میں احادیث نبویہ، اقوال صحابہ، تابعین اور پہلے دور کے مفسرین کی آراء کو ذکر کیا گیا ہو جیسے تفسیر طبری (م 310ھ)۔ ایسی بنیادی تفسیروں کو چھوڑ کر بعد کے ادوار میں لکھی گئی تفسیروں کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔

۲- جب آپ کسی حدیث کی تخریج کرنا چاہیں تو ان بنیادی کتب حدیث کا انتخاب کیجئے جو پہلی صدی ہجری سے لے کر پانچویں صدی ہجری کے آخر تک لکھی گئی ہیں۔ جیسے صحیح بخاری (م 256ھ) صحیح مسلم (م 261ھ) سنن ابی داؤد (م 275ھ) سنن ترمذی (م 279ھ) سنن نسائی (م 303ھ) سنن ابن ماجہ (م 273ھ) موطا امام مالک (م 179ھ) مسند امام احمد (م 241ھ) اگر کوئی محقق ان کتابوں کی طرف رجوع کئے بغیر ابن اثیر (م 606ھ) کی ”جامع الاصول“ یا علامہ سیوطی (م 911ھ) کی ”الجامع الصغیر“ یا کسی ایسی کتاب کی طرف رجوع کرے جس کے مولف کا انتقال 500ھ کے بعد ہوا تو اس کا یہ عمل درست شمار نہ ہوگا۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ مولف کی تاریخ وفات کا علم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ زیر نظر کتاب مصدر ہے یا مرجع؟

بعض محققین کسی حدیث کی تخریج کرتے وقت حاشیے میں سیوطی (م 911ھ) کی کتاب الجامع الصغیر کا حوالہ بھی درج کر دیتے ہیں، جو محقق علماء کی نظر میں بڑی غلطی ہے، کیونکہ یہ کتاب مرجع شمار ہوتی ہے جو اصلی مصادر میں وارد ہونے والی حدیث کے حوالے کی نشاندہی کرتی ہے، اور اس طرح یہ کتاب کسی حدیث کے اصلی مصادر سے آگاہی کے لئے بہت

دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مصادر سے مراد ایسی دستاویزات اور مولفین کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئیں تحقیقات ہیں، یا کسی خاص واقعہ کے یقینی شاہدین اور معاصرین کی لکھی ہوئی ایسی تحریریں ہیں جو واقعات و حادثات رونما ہوتے وقت موجود تھے اور دیکھ رہے تھے اور انہوں نے انہیں اپنے قلم سے مدون کر لیا، پس وہ اپنے بعد آنے والوں کے لئے مصادر تھے، یا وہ آنے والی نسلوں کے لئے گذشتہ علوم و معارف کو جمع کرنے والے اور نقل کرنے کا بڑا واسطہ اور ذریعہ تھے۔ چنانچہ علامہ ابن جریر طبری کی تفسیر ”جامع البیان“ مصدر کا درجہ رکھتی ہے، کیونکہ یہ ایسا اصل الاصول ہے کہ علم تفسیر میں تحقیق کرنے والوں کے لئے اس سے استغناء ممکن نہیں۔ امام بخاری کی ”الجامع الصحیح“ اور امام مسلم کی ”صحیح مسلم“ علم حدیث میں مصادر اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ ابن اثیر کی ”الکامل فی التاریخ“ اور مسعودی کی ”مروج الذهب“ ایسے مصادر ہیں کہ تاریخ اسلامی کے محقق کے لئے ان کی طرف رجوع کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ادب عربی میں مبرّی کی کتاب ”کتاب الکامل“ جاحظ کی ”البيان والتبيين“ ابن قتیبہ کی ”ادب الکاتب“ اور ”الشعرو الشعراء“ اور قلقشنندی کی ”صبح الأعشى“ مصادر کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسی طرح ”سیرت ابن اسحاق“، ”سیرت ابن ہشام“ اور خلیل بن احمد فراہیدی کی ”معجم العین“ اپنے اپنے موضوعات میں مصادر اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ مراجع سے مراد وہ کتابیں ہیں جن کے علمی مواد کی بنیاد اصل مصادر پر رکھی جاتی ہے، چنانچہ ان کا مواد اصل کتابوں سے نقل کیا جاتا ہے، اور اس کی شرح و تخیل، تنقید و تبصرہ یا تلخیص کی جاتی ہے۔ مراجع میں جس طرح کی کتابیں شامل ہوتی ہیں ان کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

امام نووی کی انتخاب کردہ احادیث ”اربعین نوویہ“، ابن اثیر کی ”جامع الاصول“، علامہ سیوطی کی ”الجامع الصغیر فی الحدیث“، علامہ زرکلی کی ”الاعلام“، عمر رضا کٹالہ کی ”معجم المؤلفین“، سید قطب کی ”مشاہد القیامۃ فی القرآن الکریم“، ذاکر محمد عجاج الخطیب کی ”اصول الحدیث“ اور لوئیس معلوف کی ڈکشنری ”المنجد“ وغیرہ۔ علاوہ ازیں ایسی بہت سی کتابیں مراجع کی فہرست میں آتی ہیں جو مصادر اصلیہ کے تابع اور ان سے ماخوذ و منقول ہوتی ہیں۔ مذکورہ بالا تفصیل کی بنا پر ہم مختصر آئیے کہہ سکتے ہیں کہ کسی علم میں لکھی گئی وہ بنیادی کتابیں کہ جن سے اس علم میں تحقیق کرنے والا مستغنی و بے نیاز نہ ہو سکے مصادر کہلاتی ہیں۔ اور وہ کتابیں جو مصادر کو بنیاد بنا کر اور ان میں موجود علوم و معارف کے کچھ پہلوؤں کو نئے انداز، حاشیہ، شرح، تخیل، تنقید، تبصرہ اور تلخیص کے ساتھ پیش کی جائیں انہیں مراجع کہا

مفید ہے۔ لہذا اس کتاب سے استفادہ کرنے کے بعد ہمیں ان اصلی مصادر کی طرف رجوع کرنا ہوگا جن کا اس کتاب میں حوالہ دیا گیا ہے، تاکہ ہم حدیث کی تخریج اصلی مصادر سے ہی کریں۔ اسی طرح کسی حدیث شریف کی وضاحت اور تشریح معلوم کرنے کے لئے ہمیں قدیم شروح حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے، جیسے امام نووی (م 676ھ) کی ”المصاح فی شرح صحیح مسلم“ اور ابن حجر عسقلانی کی (م 852ھ) کی ”فتح الباری شرح صحیح البخاری“۔

جب آپ معاجم اور تواریخ میں کسی لفظ کا معنی و مفہوم دیکھنا چاہیں تو لغت کے قدیم اور اصلی مصادر کی طرف رجوع کریں، جیسے خلیل بن احمد فراہیدی (م 170ھ) کی ”معجم العین“ اور یہ بہت بڑی غلطی ہوگی کہ آپ منجد، یا اس جیسے دوسرے ثانوی مراجع کا حوالہ درج کریں۔ ہاں البتہ اگر کوئی لفظ جدید یا مولد ہو اور اس کا معنی صرف اسی ثانوی مرجع میں ہی پایا جائے تو ایسی صورت میں یہ کتاب صرف اس لفظ کے لئے مصدر شمار ہوگی۔

کسی عظیم علمی شخصیت کے حالات اور سوانح عمری سے متعلق معلومات کے لئے مولف کے ہم عصر یا اس کی وفات کے بعد قریبی زمانے سے تعلق رکھنے والے مصادر کی طرف رجوع کیجیے۔ جیسے امام بخاری کے احوال حیات کے لئے ابو نعیم (م 430ھ) کی ”حلیۃ الأولیاء“ علامہ غلیلی (م 446ھ) کی ”الإرشاد إلی معرفة علماء الحدیث فی البلاد“ علامہ مزنی (م 742ھ) کی ”تہذیب الکمال“ اور علامہ ذہبی (م 748ھ) کی ”تذکرۃ الحفاظ“ مصادر شمار ہوتے ہیں۔ متاخر دور میں تحریر کئے گئے مراجع کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ جیسے علامہ زرکلی (م 1368ھ) کی ”الأعلام“ یا عمرضا کمال (م 1408ھ) کی ”معجم المؤلفین“۔ ہاں البتہ اگر اس شخصیت کا تعلق متاخر اور جدید دور سے ہو، اور صرف انہی دو کتابوں میں اس کا تذکرہ ہو تو پھر یہ دونوں کتابیں صرف اسی شخصیت کے حالات زندگی کے لئے مصدر شمار ہوں گی۔

اگر کوئی محقق علم اصول فقہ میں امام غزالی (م 505ھ) کی آراء پر تحقیق کرنا چاہے تو امام صاحب کی اصول فقہ پر لکھی ہوئی کتابوں کو اپنا مصدر بنائے گا، جیسے ان کی کتاب ”التحریر، المنحول، المستصفی، اور شفاء الغلیل“، جبکہ جن لوگوں نے ان کتابوں پر شروح و حواشی، مختصرات، تنقیدات، تبصرے اور مقالے تحریر کئے ہیں، وہ سب مراجع شمار ہوں گے۔ (۲۳)

کیا مراجع سے نقل کرنا درست ہے؟

بلاشبہ مراجع محقق کو بہت فائدہ دیتے ہیں، کیونکہ مراجع میں تمام معلومات کو جامعیت اور تفصیل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ مطالعات اور تحقیقات میں انتہائی اہم عامل ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے تحقیق کا میدان وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ جدید اور وسیع مطالعات سامنے آتے ہیں، جو ایک ایک موضوع کو پوری طرح احاطہ کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ خوبی قدیم اور اصلی مصادر میں نہیں پائی جاتی بلکہ یہ مراجع کا خاصہ ہے۔ منتشر اور متفرق معلومات کی جمع آوری، تنظیم نو، استیعاب و احاطہ اور ترتیب و تدوین ایسے کام ہیں جن کی اہمیت سے انکار نہیں۔ لیکن مصادر کی دستیابی کے باوجود اگر محقق مراجع پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھے تو یہ غلط ہوگا، کیونکہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ عبارات میں کمی و زیادتی، تحریف و تصحیف اور غلط فہمی کے احتمالات بڑھتے جاتے ہیں، لہذا مراجع کی افادیت کے باوجود تمام معلومات کی تصدیق و توثیق کے لئے اصلی مصادر کی طرف رجوع کرنا اور وہیں سے نقل کرنا ضروری ہے۔ اس طرح مراجع کی حیثیت محقق کے لئے ایک اشارہ اور رہنما (Guide) جیسی ہوتی ہے، جو اس کے لئے اس کی تحقیق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں، اور اسے مصادر اصلیہ کی نشاندہی کرتے ہیں، تاکہ وہ وہاں سے حوالہ جات نقل کر لے۔

تعدد مصادر:

اگر کسی ایک خبر (Information) کے بارے میں مصادر کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو سب سے پہلے قدیم ترین مصدر کو ترجیح دی جائے گی، اور اسی کا حوالہ دینا بہتر ہے۔ پھر حسب ضرورت زمانے کے اعتبار سے نئی معلومات کے لئے دیگر مصادر سے استفادہ کیا جائے گا، اور ہر خبر کو اس کے اصلی مصدر کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ کیونکہ ہر آنے والا اپنے سے پہلے سے کچھ نہ کچھ حاصل کرتا ہے، اس لئے ایک فرض شناس محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر خبر کے لئے مصدر اول کا تعین کرے اور حواشی میں مصادر کا تکرار نہ کرے۔ بعض علماء ہر خبر کے لئے دو قدیم ترین مصادر کا حوالہ دینے کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ اس خبر کی اچھی طرح توثیق ہو سکے۔

اختلاف مصادر:

اگر کسی خبر (Information) مثلاً: کسی عالم کی وفات کے بارے میں قدیم مصادر کا اختلاف ہو تو محقق پر لازم ہے کہ وہ اس خبر کو اس وقت تک نقل کرنا موقوف کر دے جب تک کہ اس کی

ابھی طرح تحقیق نہ کر لے اور باریک بینی سے اس کا جائزہ نہ لے لے۔ ایک قول کو دوسرے قول پر دلیل اور علمی برہان کے ساتھ اور تمام مصادر کی طرف رجوع کرنے کے بعد ترجیح دے تاکہ صحیح نتائج تک پہنچ سکے۔ (۲۳)

جدید مصادر کا تنوع:

پرانے دور میں مخطوطات (Manuscripts) ہی علماء اور محققین کے لئے یکتا مصدر کی حیثیت رکھتے تھے، لیکن مطبع (Printing Press) کے وجود میں آنے کے بعد معاملہ بہت مختلف ہو گیا، اور موجودہ دور میں معلومات (Informations) کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ اب مصادر صرف مطبوعہ کتابیں ہی نہیں بلکہ وسائل اطلاعات (Communication Sources) کے متنوع ہونے کی وجہ سے مصادر بھی کئی شکلیں اختیار کر گئے ہیں، جن کی کچھ مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

”دوریات“ (Periodicals) (ہفت روزہ، ماہنامہ، سہ ماہی، شش ماہی، اور سالانہ شائع ہونے والے مجلات) اخبارات، رسائل، میگزین، صبح، دوپہر، شام کے خصوصی اخبارات، مجلات کے خاص ایڈیشن، ایم۔ اے، ایم۔ فل، پی ایچ۔ ڈی کے مقالات، سرکاری رپورٹیں، دستاویزات، روئیدادیں (Proceeding) ویڈیو فلمیں، آڈیو کیسٹس، کمپیوٹری ڈیز، ڈی وی ڈیز، مائیکروفلم، پن ڈرائیو، (USB) میموری کارڈز، ٹیلی وژن، سیٹ لائٹس، ریڈیو، انٹرنیٹ، الیکٹرونک کتب خانے (e Libraries) فیکس، کانفرنسیں، سیمینارز، لیکچرز، انٹرویوز، مکالمات، (Dialogue) اور مناظرے وغیرہ۔

جدید مصادر کے بارے میں احتیاط کا لزوم:

کیا مذکورہ بالا تمام وسائل معلومات کو مصادر شمار کیا جاسکتا ہے؟ کیا ان میں وارد ہونے والی تمام معلومات کو یقینی اور ثقہ قرار دیا جاسکتا ہے؟ کیا اخبارات، مجلات، انٹرنیٹ کے صفحات پر شائع ہونے والی معلومات کو بغیر تحقیق و تصدیق کے نقل کیا جاسکتا ہے؟ کیا ریڈیو، ٹیلی وژن، اور سیٹ لائٹس جیسے ذرائع ابلاغ سے انسان جو سنتا یا دیکھتا ہے، سب درست اور مستند ہے؟ مذکورہ بالا ذرائع ابلاغ کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات کی صحت اور عدم صحت کا دار و مدار ان ذرائع پر نہیں بلکہ اس فرد پر ہے جس نے انہیں جاری کیا۔ بعض دفعہ انٹرنیٹ پر کوئی صفحہ (Page) ایک ایسے عالم کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے جو دروغ گوئی سے محفوظ، سچا اور ایماندار ہوتا ہے، جبکہ بازاروں میں عوام الناس کے

ہاتھ میں ایسی کتاب چھاپ کر تصدای جاتی ہے جو جھوٹی، باطل اور غلط معلومات سے لبریز ہوتی ہے، لہذا معلومات کی صحت اور عدم صحت کا دار و مدار کاتب کے نظریات، میلانات، رجحانات اور پس منظر پر ہوتا ہے، نہ کہ کتابت اور نشر و اشاعت کے ذرائع پر۔ یہاں محقق پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان معلومات کی صحت، صداقت، سلامتی اور حقائق کے مطابق ہونے کے بارے میں خوب تحقیق و تہیج کر لے۔ اور کسی خبر کو یہ سمجھ کر قبول نہ کر لے کہ وہ پہلے ہی قطعی اور ثابت شدہ ہے۔ یہی وہ اہم خوبی ہے جس کے ساتھ دور حاضر کے محقق کو آراستہ اور متصف ہونا ضروری ہے۔ بعض دفعہ دنیا کے کسی کونے میں کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو تمام عالمی ذرائع ابلاغ اس کو نقل کرتے ہیں۔ دنیا کے ہر کونے میں نقل کرنے والی ایجنسیوں کے افکار، آراء، رجحانات، میلانات، ارادوں اور تبصروں کے مطابق بہت ساری تبدیلیوں کے ساتھ اسے نشر کیا جاتا ہے۔ آج مسلمان محقق پر لازم ہے کہ وہ اپنی فکر کو فکری یلغار سے محفوظ رکھے، اور قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے ہر سنی سنائی خبر کی خوب تحقیق کر لے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ (سورة الحجرات آیت 6) ”اے ایمان والو! جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی خوب تحقیق اور چھان بین کر لیا کرو“۔

عربی و اسلامی تحقیق کے جدید ذرائع

اس نئی ہزاری (New Millennium) میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی اپنی ترقی کی انتہاؤں کو چھونے لگی ہے۔ کمپیوٹر کی نیٹ ورکنگ کا نظام موجودہ دور میں تعلیم و تعلم اور بحث و تحقیق کرنے والوں کے لئے آسان ترین اور تیز ترین ذریعہ ہے۔ ائمہ سلف ایک خبر (Information) کی تلاش کے لئے کئی کئی ماہ تک صحرا و ردی کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے۔ اور پھر جب علم کتابی شکل میں مدون بھی ہو گیا تو ایک خبر کی تلاش کے لئے کئی کئی دن لگ جاتے تھے جبکہ آج ہزاروں کتابیں، لاکھوں علمی و تحقیقی مقالات اور نادر قلمی نسخے انٹرنیٹ (Internet) کی وجہ سے ایک ہی کلک (Click) سے سکرین (Screen) پر آپ کے سامنے آ جاتے ہیں۔

وہ علماء اور سرکارلر جن سے ملاقات و استفادہ کے لئے ہزاروں میل کا سفر، مہینوں کا وقت اور لاکھوں روپے کا خرچ درکار ہے، انٹرنیٹ کے ذریعے تھوڑے سے وقت اور بہت کم اخراجات کے ساتھ

ان سے رابطہ قائم کر کے بھر پور استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں ہزاروں عربی ویب سائٹس (Websites) اور سرچ انجن (Search Engines) علوم و معارف کا ایک سمندر فراہم کرتے ہیں۔

اس وقت قرآن و علوم قرآن، حدیث و علوم حدیث، فقہ و اصول فقہ، سیرت و تاریخ، اسلامی ثقافت، تصوف و مواعظ، شعر و ادب، عربی زبان، تراجم و سوانح اور دیگر لاتعداد موضوعات پر بے شمار سافٹ ویئرز (Softwares) وجود میں آچکے ہیں۔ یہ سافٹ ویئرز زیادہ تر عربی زبان میں ہیں، اس لئے عربی کا فہم رکھنے والوں کے لئے ان کے استعمال میں کوئی دقت نہیں، اور وہ اصل مصادر کی مدد سے بحث و تحقیق کا کام بہت آسانی اور تیزی سے سرانجام دے رہے ہیں، لیکن عربی زبان سے نابلد محققین زیادہ تر تراجم پر اکتفا کرتے ہیں یا صرف چند معروف مصادر و مراجع تک ہی ان کی رسائی ممکن ہوتی ہے۔

یہاں ہم چند اہم عربی و اسلامی سافٹ ویئرز اور سرچ انجنز کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں (۲۵)

۱۔ المصحف الرقمی: (Digital Quran)

قرآن مجید میں تلاش کے متداول سافٹ ویئرز میں سائز اور کارکردگی کے اعتبار سے المصحف الرقمی بہترین سافٹ ویئر ہے اس کے پہلے ورژن (Version) کا کل سائز (1.32 MB) ہے، اس میں آیات تلاش کرنے کے دو طریقے ہیں۔ (۱) ————— (Search) (۲) نَصْفُحْ (Browse)۔ اس میں کسی ایک سورت کو منتخب (Select) کر کے اس کی منتخب آیات تلاش کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً۔ سورۃ الکہف کی چند آیات تلاش کرنا ہوں تو اس سورۃ کو سلیکٹ کر کے آیات کا نمبر یوں لکھیں گے:- (10-1) (25-28) پھر بحث (Search) پر کلک کریں نتائج آپ کے سامنے ہوں گے۔

پورا قرآن مجید ”مصحف مدینہ منورہ“ کے مطابق (604) صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ نمبر کے ذریعے بھی تلاش کی جاسکتی ہے۔ تلاش کردہ آیت کی تفسیر دیکھنے کے لئے ونڈو (Window) میں نیچے کی جانب دو تقاسیر، تفسیر جلالین، از جلال الدین سیوطی و محلی اور التفسیر المیسر از ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالحسن دی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں سورت کا کئی ومدنی ہونا اس کی کل آیات، کلمات، حروف اور ترتیب نزولی میں اس کا نمبر وغیرہ کے بارے میں ضروری معلومات درج ہوتی ہیں۔

یہ ایک آیت یاس کی تفسیر یا تلاش کی گئی تمام آیات اور ان کی تفسیر کو کاپی کر کے کسی دوسرے سافٹ ویئر میں مطلوبہ مقام پر لے جانے کی سہولت بھی موجود ہے۔ المصحف الرقمی انٹرنیٹ سے مفت ڈاؤن لوڈ (Download) کیا جاسکتا ہے www.zulfiedu.gov.sa/

۲۔ مكتبة التفسير و علوم القرآن:

التراث کمپنی کا تیار کردہ یہ سافٹ ویئر قرآن مجید اور اس کی تفسیر سے متعلق اپنی نوعیت کا منفرد سافٹ ویئر ہے۔ اس میں تفسیر، علوم القرآن، ناسخ و منسوخ، قرآن مجید کی مختلف قرأت، اعراب القرآن، مضامین القرآن مفسرین کے سوانح اور لغات القرآن کے موضوعات کے تحت پوری دنیا میں رائج اہم اور بنیادی مصادر جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس کا تیسرا ورژن 1250 کمپیوٹر جلدوں پر مشتمل ہے۔

۳۔ موسوعة الحديث الشريف:

یہ سافٹ ویئر مصر کی ایک کمپنی ”شركة صخر لبرامج الحاسب“ نے تیار کیا ہے۔ اس کا فائل ورژن بہترین سہولیات سے آراستہ ہونے کی وجہ سے حدیث کا بہت اہم سافٹ ویئر ہے۔ اس میں کل نوکتابیں دی گئی ہیں۔ صحاح ستہ کے علاوہ موطا امام مالک، مسند امام احمد اور سنن داری شامل ہیں۔ جن میں احادیث کی کل تعداد باسٹھ ہزار سے زائد ہے۔ اس پروگرام کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں:

- ۱۔ کسی لفظ یا عبارت کی مختلف طریقوں سے تلاش۔
- ۲۔ شخصیات، راویوں اور آیات وغیرہ کی فہارس۔
- ۳۔ تمام احادیث کی موضوعاتی ترتیب۔
- ۴۔ مشکل، غریب اور نادر الفاظ کی وضاحت کے لئے لغات۔
- ۵۔ رواۃ پر جرح و تعدیل۔
- ۶۔ احادیث کی تخریج۔
- ۷۔ مختلف طرق روایت کی وضاحت۔
- ۸۔ اصول حدیث کا مکمل تعارف۔
- ۹۔ کتب حدیث کے مؤلفین کا مکمل تعارف۔
- ۱۰۔ مطلوبہ احادیث کو کاپی اور پرنٹ کرنے کی سہولت۔

یہ سافٹ ویئر مشہور ایرانی سافٹ ویئر کمپنی ”مرکز البحوث الكمبيوترية للعلوم الإسلامية“ کا تیار کردہ ہے۔ یہ پروگرام (442) جلدوں میں 90 مولفین کی 187 کتابیں پیش کرتا ہے۔ قرآن مجید کے مکمل متن کے علاوہ، نوح البلاغہ، صحیفہ سجادیه، کتب اربعہ، وسائل شیعہ، متدرک الوسائل۔ بحار الانوار، علم رجال کی کتب ثمانیہ اور اہل بیت سے متعلق مذہب شیعہ کے مستند مصادر شامل ہیں۔ ڈکشنریوں میں خلیل بن احمد فراہیدی کی کتاب العین اور ابن منظور کی لسان العرب بھی دی گئی ہیں۔ یہ سافٹ ویئر تین زبانوں عربی، انگریزی اور فارسی میں ہے۔

۵- المكتبة الألفية للسنن النبوية:

یہ سافٹ ویئر ”التراث“ کمپنی کا تیار کردہ ہے۔ اس کا تیسرا ورژن 3500 کمپیوٹرائزڈ جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتب حدیث کو فنی اعتبار سے مختلف عنوانات کے تحت منظم انداز میں رکھا گیا ہے۔ سب سے پہلے ”التفسیر بالماثور“ کے عنوان کے تحت بنیادی تفاسیر دے دی گئی ہیں، پھر احادیث کو ”الصحاح“، السنن، کتب المصنفات والآثار، المسانید والمعاجم، الاجزاء الموضوعية اور متفرقات کو ”اخری“ کے عنوان کے تحت جمع کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں درج ذیل موضوعات بھی قائم کئے گئے ہیں: من کتب الفوائد، کتب ابن ابی الدنیا، الاربعينات، الامالی والمجالس، طرق الحدیث، اخری، کتب الشروح۔ التراجم العامة، کتب الثقات، کتب الضعفاء، تراجم، کتب مخصوصة، کتب البلدان، کتب الطبقات اخری، کتب العلل، کتب التخریج، السنن، مصطلح الحدیث، الفقہ و اصولہ، السیرة والتاریخ، الغریب والمعاجم، أسماء الکتب۔

۶- مكتبة السيرة النبوية:

یہ سافٹ ویئر بھی التراث کمپنی نے تیار کیا ہے۔ اس سافٹ ویئر کے پہلے ورژن میں سیرت نبوی سے متعلق اہم مصادر کو 120 کمپیوٹرائزڈ جلدوں میں جمع کیا گیا ہے۔ تصفح (Browse) کے ذریعے کسی بھی کتاب کو صفحہ در صفحہ پڑھنے کی سہولت، کسی بھی مطلوبہ صفحہ تک آسان اور تیز منتقلی، کتاب کے ذیلی ابواب کی مکمل فہرست، لفظ یا عبارت کی سوابق و لواحق کے اعتبار سے تلاش، موضوعات کے اعتبار سے تلاش، کتابوں کے درمیان موازنہ، کسی جگہ اپنی یادداشت و تبصرہ (Footnote) محفوظ

کرنے جیسی سہولیات کی وجہ سے یہ سافٹ ویئر بہت اہم ہے۔

۷- مكتبة الأعلام والرجال:

یہ سافٹ ویئر اعلام و شخصیات، راویوں اور رجال حدیث کے سوانح و احوال حیات پر مشتمل ”العریس“ کمپنی کا بہت اہم کام ہے۔ اس میں: الأنبياء والرسل، الصحابة والتابعين، علماء الإسلام، مؤلفون، الأدباء والشعراء، المخترعون، سياسيون، آخرون، اور کتب تراشیہ کے عنوانات کے تحت پانچ ہزار شخصیات کا تعارف حروف تہجی کے اعتبار سے دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں کسی خاص لفظ کی تلاش، تلاش کے لئے کتب، عنوانات اور تلاش (Search) کی نوعیت، کسی نئے فرد کی شمولیت، کسی خاص شخصیت سے متعلق معلومات کو تعلق (Comment) کی صورت میں محفوظ کرنا، متن کو کاپی اور پرنٹ کرنا، سافٹ ویئر کی ڈسپلے سیٹنگ (Display Setting) میں تبدیلی کرنے کی سہولت اس پروگرام کی اہم خصوصیت ہے۔

۸- مكتبة الفقه وأصوله:

یہ سافٹ ویئر بھی ”التراث“ کمپنی نے تیار کیا ہے۔ اس میں چاروں فقہی مذاہب کی اہمات الکتب دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اہم فقہی تفاسیر، کتب حدیث میں سے فقہ سے متعلق تمام ابواب، اصول فقہ کے اہم مصادر، بنیادی فقہی مسائل پر لکھی جانے والی اہم عربی کتب، فقہائے اسلام کے تراجم و سوانح، 3250 کمپیوٹرائزڈ جلدوں میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

۹- مكتبة التاريخ والحضارة الإسلامية:

اسلامی تاریخ و تمدن سے متعلق یہ سافٹ ویئر بھی ”التراث“ کمپنی نے تیار کیا ہے۔ اس میں عربی زبان میں لکھے گئے تمام اہم مصادر تاریخ کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کے تیسرے ایڈیشن میں پندرہ سو کمپیوٹرائزڈ جلدیں شامل کی گئی ہیں جو مطبوعہ کتب کے بالکل مطابق ہیں۔ ان میں عمومی کتب تاریخ، تواریخ بلدان و اماکن، اہم تاریخی موضوعات پر کتب، سوانح و تذکرے، سفر نامے، تاریخ سے متعلق متفرق کتب اور معاجم و فہارس شامل ہیں۔

۱۰- مكتبة الأخلاق والزهد:

یہ سافٹ ویئر تصوف و اخلاق سے متعلق بنیادی مصادر کا عظیم انسائیکلو پیڈیا ہے جو ایک سو پچاس کمپیوٹرائزڈ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں شامل کتب کی نمبرنگ مطبوعہ کتب کے مطابق ہے۔ اس

میں مختلف عنوانات کے تحت تصوف کے اہم مباحث اور معمولات کے متعلق کتب دی گئی ہیں۔

۱۱۔ مکتبۃ النحو و الصرف:

اس سافٹ ویئر میں عربی زبان میں لکھی گئی اہم اور بنیادی کتب نحو صرف کو 450 کمپیوٹرائیزڈ جلدوں میں جمع کیا گیا ہے۔ یہ سافٹ ویئر بھی ہر کتاب کو صفحہ در صفحہ پڑھنے، مطلوبہ صفحے تک آسان اور تیز منتقلی، کتاب کے ذیلی ابواب کی مکمل فہرست، کسی جگہ اپنی تعلق کو محفوظ کرنے، لفظ یا جملے یا نص کی سوابق و لواحق کے اعتبار سے تلاش، موضوعاتی تلاش اور کتابوں کے درمیان موازنہ جیسی سہولیات سے آراستہ ہے۔

12۔ سبع معلقات:

جاہلی عرب شعراء کے طویل قصائد پر مشتمل ”المعلقات السبعہ“ کا یہ سافٹ ویئر قصائد کے مکمل متن اور آواز کے ساتھ تیار کیا گیا ہے۔ کسی بھی شاعر کے نام پر کلک کریں تو اس کا قصیدہ آپ کے سامنے آجائے گا۔ قصیدے کے کسی بھی شعر پر کلک کر کے آپ اسے سن بھی سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں حفظ کرنے کے لئے اشعار کی بالتکراہ سماعت، کسی ایک لفظ کی تلاش، متن کی کاپی کرنے، کسی شعر کو محفوظ کرنے، مطلوبہ شعر تک تیزی سے پہنچنے، حفظ کردہ اشعار کو لکھنے، اپنی ادائیگی کو ریکارڈ کرنے اور پھر سننے، حفظ کئے گئے اشعار کا مکمل ریکارڈ رکھنے، شعراء کا مکمل تعارف حاصل کرنے کی سہولت اس پروگرام کی اہم خصوصیات ہیں۔

13۔ المترجم الکافی:

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کا عمل انتہائی مشکل اور حساس معاملہ ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ماہرین نے ماہرین السنہ کے تعاون سے الیکٹرونک ٹرانسلیشن کے کئی سافٹ ویئر تیار کئے ہیں اور مختلف ویب سائٹس بھی یہ سہولت فراہم کرتی ہیں۔ گوگل مترجم (Google Translate) اور صحیح کمپنی کی سائٹ ”ترجم“ (www.translate.sakhr.com) کے علاوہ ”المترجم الکافی“ عربی سے انگلش اور انگلش سے عربی ترجمہ کا بہترین سافٹ ویئر ہے۔ اگرچہ یہ ترجمہ آٹومیٹک (Automatic) ہوتا ہے لیکن پھر بھی تقریباً 80% صحیح ہوتا ہے۔ تھوڑی محنت اور سمجھ سے بالکل درست ترجمہ ہو سکتا ہے۔ اس سافٹ ویئر میں عام ڈکشنری کی طرز پر ایک لفظ کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ پورے جملے کا ترجمہ کرنے کی سہولت موجود ہے۔ کوئی جملہ لکھ کر اس کا ترجمہ کرنا ہو تو اس کے لئے

سافٹ (File) میں جا کر جدید (New) پر کلک کریں۔ کھلنے والے باکس میں عبارت لکھ کر (Standard Tool Bar) سے ترجمہ (Translate) پر کلک کریں۔ دی گئی عبارت کا ترجمہ دوسرے باکس میں آپ کے سامنے آجائیگا۔

14۔ عربی زبان و ادب کے اہم سرچ انجنز، سائٹس اور سافٹ ویئرز:

(أ) محركات البحث العربية (Arabic Search Engines)

- 1۔ آئین (www.ayna.com)
- 2۔ الخیمة العربية (www.khayma.com)
- 3۔ عیون (www.eyoon.com)
- 4۔ نسیج (www.naseej.com)
- 5۔ دلیل المواقع العربية (www.raddadi.com)
- 6۔ دلیل سلطان للمواقع الاسلامية العربية (www.sultan.org/a)
- 7۔ موقع الابحاث (www.biblioislaminet/ar)

(ب) مکتبات الیکرونیة (e-Libraries)

- 1۔ المکتبة الوقفية (www.waqfeya.net)
- 2۔ مکتبة مشكاة الاسلامیة (www.almeshkat.net/books)
- 3۔ مکتبة صید الفوائد (www.said.net)
- 4۔ مکتبة فرات (www.furat.com)
- 5۔ مکتبة الملك فهد الوطنیة (www.kfnl.org.sa)
- 6۔ المکتبة العربية (www.abookstipsclub.com)

(ج) مواقع اللغة العربية و آدابها

Websites of Arabic Language & Literature

- 1۔ نادى اللغة العربية (www.arabiel.net)
- 2۔ شبکة صوت العربية (www.voiceofarabic.com)

☆ - واجهة البرنامج: (home page)

المكتبة الشاملة انسال (Instal) کرنے کے بعد آپ جب اس کو اوپن کرتے ہیں تو اس کا ہوم پیج آپ کے سامنے کھلتا ہے۔ آپ اس کی ابتدائی سکرین پر ایک سے زیادہ (windows) بھی کھول سکتے ہیں۔ نئی کھلنے والی (windows) پر موجود آئیکنوز موجودہ سکرین کے مطابق کام کرتے ہیں۔ مثلاً اگر آپ اس وقت (display screen) پر ہیں اور جو کتاب آپ نے کھولی ہوئی ہے، آپ اوپر کے آئیکنوز کے ذریعے مندرجہ ذیل کام کر سکتے ہیں:

- ☆ آپ کتاب کو صفحہ در صفحہ پڑھ سکتے ہیں۔
- ☆ کتاب اور اس کے مؤلف کا مکمل تعارف معلوم کر سکتے ہیں۔
- ☆ کتاب کو سافٹ ویئر سے باہر text file میں منتقل کر سکتے ہیں۔
- ☆ کتاب کے اندر کسی لفظ کی تلاش کر سکتے ہیں۔
- ☆ کتاب میں رد و بدل کر سکتے ہیں۔
- ☆ متن اور شرح کو ملا کر پڑھ سکتے ہیں۔
- ☆ موجودہ سکرین میں اپنے مطلب کی عبارت تلاش کر سکتے ہیں۔
- ☆ اگر آپ (عرض) یا (تحریر) کتاب کی سکرین پر ہیں تو آپ تعلیقات اور شرح کے اندر سے اپنی ضرورت کا مواد تلاش کر سکتے ہیں۔
- ☆ آپ کتاب کے جس صفحہ پر بھی موجود ہیں، اس پورے صفحہ کو یا مخصوص مطلوبہ عبارت کو مکمل حوالے کے ساتھ کاپی کر کے ورڈ (Word) کی فائل میں لے جاسکتے ہیں۔

یہ تمام سہولیات ہر سکرین پر موجود ہوتی ہیں۔ اگر کچھ بالائی ٹین زیادہ واضح نہ ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ موجودہ عمل کے دوران آپ کو ان کی ضرورت نہیں۔

☆ - بحث فی القرآن الکریم و تفسیرہ:

(Search in Quran & Interpretation of the Quran)

مکتبہ شاملة قرآن کریم اور تفسیر میں تلاش کے اعتبار سے بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ تلاش کے لیے دیا گیا قرآن پاک صحف مدینہ منورہ ہے اور مکمل اعراب کے ساتھ ہے۔ اس میں باعتبار صفحہ نمبر،

۳- المجموع العلمي العراقي (www.acatap.htmlplanet.com)

۴- مجمع اللغة العربية، القاهرة (www.arabicacademy.org.eg)

۵- أدب (www.adab.com)

۶- ديوان العرب (www.diwanalarab.com)

۷- شبكة الشعر (www.alsh3r.com)

۸- مشاهير العرب (www.mashaheer.com)

۹- موقع القصة العربية (www.arabicstory.net)

۱۰- ملتقى باكستان العربي (www.pakarabic.com)

(د) عربی زبان و ادب کے اہم سافٹ ویئرز

Softwares of Arabic Language & Literature

۱- مكتبة الادب العربي

۲- مكتبة الشعر العربي

۳- مكتبة النحو والصرف

۴- مكتبة المعاجم والمصطلحات

۵- اطلس النحو العربي

۶- تعليم الاملاء لطلاب المدارس

۷- تعليم العربية للناطقين بالانجليزية

مندرجہ بالا سافٹ ویئرز "الثراث" کمپنی کے تیار کردہ ہیں (http://www.turath.com)۔ اس

کے علاوہ "العربیس" کمپنی نے بہت اہم عربی و اسلامی سافٹ ویئر تیار کئے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

(http://www.elariss.com)

15- المكتبة الشاملة:

المكتبة الشاملة ایک جامع لائبریری ہے۔ یہ صرف ایک جامد ذخیرہ کتب نہیں بلکہ آپ اس میں اپنی ضرورت کے مطابق اضافہ اور کمی بھی کر سکتے ہیں۔ اس خصوصیت کی وجہ سے یہ ایک محقق کی ذاتی لائبریری بھی بن سکتی ہے۔

آیت نمبر، سورت نمبر کے ذریعے تلاش کی سہولت موجود ہے اور صفحہ در صفحہ تلاوت اور مطلوبہ صفحہ تک براہ راست رسائی بھی ممکن ہے۔ جبکہ ایک ہی سکرین پر موجود رہتے ہوئے ایک آیت کا پچاس کے قریب مختلف تفاسیر سے مطالعہ اور موازنہ بھی ممکن ہے۔ اسی طرح آپ کسی آیت کو مع حوالہ کاپی کر کے ورڈ میں paste کر سکتے ہیں۔

طریق کار:

پہلی سکرین پر موجود بٹن (القرآن الکریم و تفسیرہ) پر کلک کریں، اب مطلوبہ سورت اور آیت پر کلک کریں اور پھر جس تفسیر کو پڑھنا ہو اس پر کلک کریں، اس آیت کی تفسیر آپ کے سامنے ہوگی۔ اس کے بعد جس تفسیر کو پڑھنا اور موازنہ کرنا ہو صرف اس کے نام پر کلک کریں، وہ کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی۔ دوران مطالعہ تفسیر سے آپ قرآن کریم کے متن پر آنا چاہیں تو سکرین کے دائیں طرف صفحہ نمبر کے آگے دیئے گئے بٹن پر کلک کریں، جس صفحہ پر وہ آیت ہوگی وہ صفحہ کھل کر آپ کے سامنے آجائے گا۔ اسی طرح آپ دوران مطالعہ اوپر دائیں جانب (انفاء الآیات) کے بٹن کی مدد سے آیت کو سکرین پر رکھ بھی سکتے ہیں اور اسے ہٹا بھی سکتے ہیں۔ اسی طرح (عرض کامل) کے بٹن کی مدد سے اس تفسیر کو آپ الگ window کے اندر بھی کھول سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں تلاش (Search in Quran):

ابتدائی سکرین (بحث فی القرآن الکریم) یا (بحث فی الکتب الحالی) جبکہ کوئی اور کتاب نہ کھلی ہو، کے بٹن پر کلک کریں، قرآن کریم میں تلاش کا باکس کھل جائے گا۔ یہ box وہی ہوگا جو کسی بھی زیر مطالعہ کتاب میں تلاش کے لیے کھلتا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ اس میں تلاش کا عمل زیادہ تیز ہوتا ہے۔ آپ search box میں کوئی بھی لفظ لکھیں، وہ لفظ قرآن کریم میں جتنی دفعہ اور جن جن آیات میں آیا ہو وہ سب کچھ آپ کے سامنے آجائے گا۔ یہ چیز حفاظ کے لئے متشابہات یاد کرنے کے حوالے سے بہت ممد و معاون ہے۔ اب یہاں سے اگر آپ چاہیں تو آیت کی تفسیر کے لیے مختلف تفاسیر کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے آپ کو اس آیت پر صرف کلک کرنا ہوگا اور تفاسیر آپ کے سامنے آجائیں گے۔

۳۔ شاشہ اختیار کتاب (Book selection screen):

کسی بھی کتاب تک فوری رسائی کے لیے ابتدائی سکرین پر موجود (اختیار کتاب) کے بٹن پر

کلک کریں، یا ابتدائی سکرین پر کسی بھی جگہ کلک کریں، مکتبے میں شامل تمام کتب کی فہرست آپ کے سامنے آجائے گی۔ طویل فہرست میں سے اپنی مطلوبہ کتاب تک جلد رسائی کے لیے فہرست کی زیریں جانب دیئے گئے خانے میں کتاب کا نام لکھ کر تلاش کریں، وہ کتاب کھل کر آپ کے سامنے آجائے گی۔

سکرین پر موجود بٹنوں کا تعارف (Introduction to screen buttons):

اب سرچ کی سکرین کھل جانے کے بعد آپ اپنی مطلوبہ کتاب موضوعاتی ترتیب یا بجائی ترتیب سے نکال سکتے ہیں۔ آپ اس باکس میں اوپر دائیں جانب (إخراج تقریر بالکتاب الموجودة) کے بٹن پر کلک کریں تو آپ کے سامنے چار آپشنز آئیں گے:

☆۔ (تقریر بالکتاب، حسب المجموعات) اس صورت میں آپ مکتبے میں شامل تمام کتب کا مکمل تعارف موضوعاتی ترتیب سے جان سکیں گے۔

☆۔ (تقریر بالکتاب، حسب الحروف) اس صورت میں آپ مکتبے میں شامل تمام کتب کا مکمل تعارف بجائی ترتیب سے جان سکیں گے۔

مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں آپ کو اس کتاب کا مکمل تعارف ملے گا۔

☆۔ (قائمہ سریتہ بالکتاب، حسب المجموعات) موضوعاتی ترتیب سے کتابوں کا مکمل تعارف۔

☆۔ (قائمہ سریتہ بالکتاب، حسب الحروف) بجائی ترتیب سے کتابوں کا مکمل تعارف۔

ان دونوں صورتوں میں آپ کو اس کتاب کا مختصر تعارف ملے گا۔

آپ سامنے آنے والے کتابوں کے اس مجموعے کو کاپی کر کے ورڈ کی فائل میں لے جاسکتے ہیں یا آپ کھلنے والے باکس میں کسی بھی مجموعے پر ڈبل کلک کر کے وہاں سے اپنی مطلوبہ کتاب کو کھول کر پڑھ سکتے ہیں۔ نیز اس کتاب کا مکمل تعارف، مصنف کا تعارف، ضرورت کے مطابق ردوبدل، کتاب پر لکھی گئی شروحات کا مطالعہ، کتاب کے متن میں سے کسی حصہ کی تلاش، کتاب کو text فائل میں convert کرنا اور کسی کو e-mail کرنا، یہ تمام سہولیات بھی اس ایک window پر آپ کو مل جائیں گی۔

۴۔ شاشہ تحریر کتاب (Book editing screen):

اس آپشن کی مدد سے آپ کتاب میں کسی عبارت کا اضافہ، کمی، عنوانات میں تبدیلی، صفحات کی نمبرنگ میں تبدیلی اور اس جیسے دوسرے کام کر سکتے ہیں۔

۵۔ شاشہٴ خیارات البحث (Search options screen):

مکتبہ شاملہ آپ کو تین طرح کی search کا اختیار دیتا ہے: آپ کتاب کے عنوانات، متن اور تعلیقات تینوں میں سرچ کر سکتے ہیں۔ آپ ایک ہی وقت میں دس عبارتوں کی تلاش کر سکتے ہیں۔ آپ اس کے لیے (و) اور (أو) کا علیحدہ علیحدہ یا اکٹھا استعمال کر سکتے ہیں، مثلاً: آپ اس حدیث کی تلاش کرنا چاہیں:

”وإن العبد لیتکلم بالكلمة من سخط الله لا یلقی لها

بالایهوی بها فی جهنم“ وفی رواية ”لا یری بها بأساً“.

آپ پہلے سرچ باکس (First Search Box) میں ”متکلم بالكلمة“ دوسرے میں (سخط الله) لکھیں اور اوپر سے (و) پر کلک کر کے انٹر کریں، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ مطلوبہ نتیجہ میں ان دونوں عبارتوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ (أو) کے تحت سرچ کریں تو سرچ باکس کی پہلی بار لائن (Bar Line) میں (لا یلقی لها بالا) اور دوسری میں (لا یری بها بأساً) لکھیں اور انٹر کریں یا نیچے (تنفیذ البحث) کے بٹن پر کلک کریں۔

آپ ایک سے زیادہ الفاظ یا عبارات لکھ کر سرچ کر سکتے ہیں۔ لیکن جب آپ (و) (and) کے ساتھ تلاش کر رہے ہوں تو سرچ بار کے آگے (م) (مرتبہ) پر چیک لگائیں تو آپ کے سامنے صرف وہی عبارت آئے گی جس کی ترتیب بھی وہی ہوگی جو آپ نے دی، اور اگر (م) (مرتبہ) پر چیک نہ لگائیں گے تو ہر وہ عبارت جس میں یہ سارے الفاظ ہوں، چاہے دی گئی ترتیب کے موافق یا مخالف، وہ آپ کے سامنے آجائے گی۔ اس کے علاوہ اگر آپ (م) (مرتبہ) پر چیک نہیں لگاتے اور آپ لفظ (صلاة) کی سرچ کرنا چاہتے ہیں، اب جہاں کہیں بھی یہ لفظ ہوگا، آپ کے سامنے آجائے گا۔ مثلاً (صلاة العبد، الصلاة، وما كان صلاتهم عند البيت) لیکن تیز ترین سرچ کے لیے چیک لگا دینا بہتر ہے۔

سرچ بار کے نیچے ”تجاهل الفروق بین الهمزات ونحوها“ کو پہلے سے چیک لگا ہوتا ہے، اس کو ایسے ہی رکھنا بہتر ہے کیونکہ عربی میں (ا، آ، ا، ہر ایک الگ الگ حیثیت رکھتا ہے، اگر آپ اس چیز کا خیال نہ رکھیں گے تو اوپر کی چار صورتوں میں سے جو بھی صورت ملے گی وہ آپ کے سامنے

فرسٹ سکرین پر (ملف) (file) میں جائیں، وہاں سے (تحریر کتاب) کے آپشن پر یا اگر آپ پہلے سے کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں تو اسی سکرین پر اوپر کے بٹنوں میں (تحریر الكتاب الحالی) پر کلک کریں، یا (اختیار کتاب) کی سکرین یا (غرفۃ التحکم) میں دائیں طرف کتابوں کی لسٹ میں سے اس عمل کے لیے آپ کوئی کتاب سلیکٹ کر کے آپ اپنا مطلوبہ کام کر سکتے ہیں۔ آپ جو بھی تبدیلیاں کریں گے وہ خود بخود محفوظ ہوتی جائیں گی۔ اس کے لیے Save کے بٹن کو پریس کرنے کی ضرورت نہیں، سوائے صفحات کی نمبرنگ اور احادیث کے، ان میں آپ کو یہ تبدیلیاں خود Save کرنا ہوں گی۔ سکرین کے دائیں طرف کتاب کے عناوین کی لسٹ ہوتی ہے، آپ اس کی مدد سے کتاب میں کسی بھی جگہ منتقل ہو سکتے ہیں۔ عنوان ایک تو مجموعی ہوں گے جبکہ آگے ان کی فروغ بھی ہوں گی۔ نیچے دیئے گئے تیر کے نشانات کی مدد سے آپ عناوین میں اضافہ، کمی، یا تمام عناوین حذف کرنا، عنوانات کے نام تبدیل کرنا، ان کی از سر نو ترتیب لگانا، موجودہ صفحہ میں تلاش، موجودہ صفحہ سے آگے یا پیچھے مزید مطلوبہ خالی صفحات کا اضافہ، کسی اور فائل سے لائی گئی عبارت مفتوحہ کتاب میں شامل (Add)، تلاش (Find) اور تبدیل کرنے (Replace) کی سہولت، موجودہ صفحہ حذف کرنا، کتاب کی کسی اور جلد یا صفحہ پر منتقل ہونا۔ حدیث کی یا کوئی اور کتاب کہ جس میں عبارت کی نمبرنگ کی گئی ہو، آپ اس میں تبدیلی اور کتاب کو اپنی مرضی کے مطابق جلدوں اور صفحات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

اس سلسلے میں کھلنے والے باکس میں آپ کو موجودہ صفحے اور جلد کا نمبر دینا ہوگا اور جلدوں کی تعداد اور ایک جلد میں کل صفحات اور صفحے میں کل حروف کی تعداد لکھ کر انٹر کریں، کتاب کو آپ کی مطلوبہ ترتیب لگ جائے گی۔ اسی طرح سکرین میں اوپر دائیں طرف (إظهار / إخفاء التعلیق) کے بٹن پر کلک کرنے سے کتاب میں تعلیق / حاشیے کا باکس کھولا اور بند کیا جاسکتا ہے۔ اس کھلے صفحے میں ماؤس کا دائیں بٹن پر کلک کر کے ٹیکسٹ کو Undo, Paste, Copy, Cut, Select اور اختیار شدہ عبارت کو اساسی یا ذیلی عنوان دے سکتے ہیں، اس عبارت کو اگلے یا پچھلے صفحہ پر منتقل کر سکتے ہیں یا عبارت میں کسی علامت کا اضافہ یا کسی عبارت کو حاشیے یا فٹ نوٹ میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

سکرین کے اوپر کے بٹن عمومی طریقے سے ہی کام کرتے ہیں۔

آجائے گی۔ لیکن اگر چیک کو ختم کر دیں تو صرف لکھی گئی عبارت ہی جہاں ہوگی وہ سامنے آجائے گی۔ اسی طرح (ق-ہ) اور (ی-ی) کا معاملہ ہے۔ اگرچہ مکتبہ کے اندر رموز اوقاف کا اہتمام کیا گیا ہے لیکن سرچ کے وقت وقفے اور نمبرنگ وغیرہ کی وجہ سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔

سرچ باکس میں بائیں طرف اوپر کی جانب دی گئی خالی جگہ میں آپ تلاش کے لیے اختیار کردہ مجموعہ کتب میں سے کسی خاص کتاب کو تلاش کر سکتے ہیں۔

۶۔ شاشہ نتائج البحث (Search result screen):

تلاش (Search) کے لیے ہوم پیج میں مینو بار سے (بحث) کو اختیار کریں۔ جب آپ تلاش کے لیے کوئی عبارت دیں گے تو اس کے نتائج ایک علیحدہ ونڈو میں آپ کے سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اوپر کی جانب کتاب کا وہ صفحہ ہوتا ہے جس میں آپ کی مطلوبہ عبارت ہوتی ہے، جبکہ نیچے کی جانب ایک ٹیبل بنا ہوتا ہے جس میں تلاش کے تمام نتائج سامنے ہوتے ہیں۔ آپ صفحے کو سکول کر کے پوری عبارت پڑھ سکتے ہیں اور ماؤس یا نیچے دیئے گئے نشانات کی مدد سے کسی اور نتیجے پر منتقل ہو سکتے ہیں۔ اگر بحث (Search) جاری ہو لیکن آپ کا مطلوبہ نتیجہ سامنے آجائے تو آپ (ایقفاف البحث) (Stop Research) کے بٹن پر کلک کر کے تلاش کچھ وقت کے لیے روک سکتے ہیں اور (متابعة البحث) کے بٹن سے پھر چلا بھی سکتے ہیں، جبکہ (ایقفاف البحث نہائیا) کے بٹن سے تلاش مکمل روک سکتے ہیں۔ اس سے اپنے مطلوبہ نتائج میں جلد پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ حاصل کردہ نتائج کو آپ کوئی بھی نام دے کر Save کر لیں تاکہ بعد میں کسی بھی وقت ضرورت پڑنے پر آپ با آسانی ان نتائج کو دیکھ سکیں۔

سابقہ تلاش کے نتائج دوبارہ دیکھنے کے لئے اساسی سکریں میں بالائی جانب (فتح نتائج) آخر کے آنکون پر کلک کریں اور محفوظ کردہ نتائج کو کھولنے کے لئے (نتائج بحث محفوظہ) کے آنکون پر کلک کریں۔ اگر محفوظ کردہ نتائج بھی زیادہ ہوں تو ان میں سے مطلوبہ نتیجہ تک تیز ترین رسائی کے لئے آخر میں (بحث فی النتائج) کے آنکون پر کلک کریں اور کھلنے والے باکس میں مطلوبہ نام لکھ کر انٹر کریں، آپ کا مقصود سامنے ہوگا۔

۷۔ البحث فی التراجم (Search in bibliographies):

مؤلفین، مصنفین اور رواۃ کے حالات زندگی اور ان پر جرح و تعدیل کی معلومات کے حوالے سے یہ مکتبہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ آپ کسی بھی راوی کے بارے میں آئمہ کی رائے جان سکتے ہیں۔ نیز اس

پراپنے تاثرات اور دیگر کتب سے اس میں (تعلیقات) کی صورت میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔ طریق کار:

اساسی سکریں میں (ترجمہ) کے آنکون پر کلک کریں تو تراجم میں تلاش کی سکریں کھل جائے گی۔ آپ کو اگر راوی کا نام، کنیت اور لقب میں سے کچھ بھی یاد ہو تو اس کے مخصوص خانے میں لکھیں اور انٹر کریں۔

مثلاً آپ دیکھنا چاہیں کہ امام ذہبی نے کن کن رواۃ کو (مفتیہ) کہا، یا ابن حجر عسقلانی نے کن کن رواۃ کو (مقبول) کہا، آپ سرچ باکس میں (رتبہ) کے خانے میں یہ دو لفظ لکھ کر انٹر کریں، باقی خانے خالی ہی رکھیں، تمام نتائج آپ کے سامنے آجائیں گے۔ یاد رہے کہ یہاں بھی (و)، (أو)، (أول الأسم) اور (مطابق) کے آپشنز بالکل اسی طرح ہی کام کرتے ہیں جس طرح عام سرچ باکس میں تھے۔ آپ اپنے مطلوبہ راوی کے بارے میں کامل معلومات کے لیے اس پر ڈبل کلک کریں، اس کے بارے میں پہلے باکس میں (خلاصہ)، (تعارف)، اس پر (جرح و تعدیل) اور (تلامذہ) کے بارے میں جاننے کے لیے متعلقہ آپشنز پر کلک کریں۔ اس راوی کے شیوخ اور تلامذہ کے بارے میں با تفصیل جاننے کے لیے اس کے نام پر کلک کریں، اس کی مکمل تفصیل علیحدہ باکس میں آپ کے سامنے ہوگی۔ اگر نتیجہ میں ایک نام بہت زیادہ بار آجائے تو آپ نتائج میں تلاش کے لیے دی گئی سرچ بار میں دوبارہ اپنے مطلوبہ راوی کا نام یا متعلقہ معلومات لکھیں، وہ آپ کے سامنے ہوگا۔ یہاں بھی ونڈو کے اوپر کے بٹن بدستور کام کرتے ہیں۔

مخصوص تلاش کے لیے ونڈو کے دائیں طرف (بحث مرکب عن رواۃ التہذیبین خاصہ) پر چیک لگائیں اور جس قدر آپ کو راوی کے بارے میں معلومات ہوں وہ لکھ کر انٹر کریں، مطلوبہ نتائج آپ کے سامنے ہوں گے۔ اس باکس میں نیچے امام مزنی کی (تہذیب الکمال) اور ابن حجر عسقلانی کی (التریب) میں مستعمل کی گئی بعض اصطلاحات کا مختصر تعارف دیا گیا ہے۔

اس طرح حدیث کی کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ کسی راوی کے بارے میں جاننا چاہیں تو اس کے نام کو سلیکٹ کریں اور اوپر کے آنکونز میں سے (بحث فی التراجم) پر کلک کریں، اس کی مکمل تفصیلات آپ کے سامنے ہوں گی۔ اس طرح سے کسی راوی کے بارے میں آئمہ کی رائے جاننے میں یہ مکتبہ مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

۸. غرفۃ التحكم (Control room):

مکتبہ شاملہ ایک ایسی لائبریری ہے جس کا مکمل ڈھانچہ آپ اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کر سکتے ہیں۔ مثلاً نئی کتابوں کی شمولیت، پرانی کتابوں کے نام، اقسام اور بطاقات (Cards) وغیرہ میں تبدیلی کر سکتے ہیں۔ ان تمام امور کے لیے (غرفۃ التحكم) کا آپشن موجود ہے۔
طریق کار:

میںو بار سے (شاشات خاصہ.. غرفۃ التحكم) یا پروگرام کے مستقل بالائی آئیکنز میں سے (غرفۃ التحكم) پر کلک کریں۔ آپ کے سامنے آنے والے باکس میں دائیں جانب اقسام کتب کی فہرست ہوگی، اس میں سے کسی ایک قسم کو سلیکٹ کریں، درمیان والی فہرست سے اس مجموعے کی ذیلی کتاب سلیکٹ کریں۔ اس کتاب سے متعلق معلومات تیسرے باکس میں سامنے آئیں گی۔
اگر آپ مجموعی عنوانات کے برخلاف کتابوں کو تہی ترتیب سے کھولنا چاہیں تو اسی سکرین پر اقسام کتب کی بالائی جانب (اب ت) پر کلک کریں۔ اور اگر کسی خاص قسم کی کتب کو تہی ترتیب سے دیکھنا ہو تو پہلے صرف ایک (قسم) سلیکٹ کریں اس کے بعد ذیلی کتب کی فہرست میں بالائی جانب (ابجدیا) پر چیک لگائیں۔
ذیلی اختیارات:

کسی اساسی مجموعے کے نام میں تبدیلی کے لیے فہرست کے نیچے دیئے گئے باکس میں نام لکھ کر (تغییر اسم) پر کلک کر دیں:

- ☆ نیا نام شامل کرنا ہو تو اسی باکس میں نام لکھ کر (اضافہ قسم جدید) پر کلک کریں۔
- ☆ مجموعے کا نام اوپر کی جانب منتقل کرنے کے لیے (تحريك القسم لأعلى) پر کلک کریں۔
- ☆ مجموعے کا نام نیچے کی طرف منتقل کرنے کے لیے (تحريك القسم لأسفل) پر کلک کریں۔
- ☆ جبکہ ختم کرنے کے لیے (حذف القسم) پر کلک کریں۔
- ☆ کسی نئی شامل کی گئی کتاب کو فہرست میں شامل کرنے کے لیے قریبی آئیکن (فہرستہ فی کتاب) پر کلک کریں۔
- ☆ مجموعے کی تمام کتب کو حذف کرنے کے لیے (حذف فہارس جميع کتب) کے آئیکن کو

استعمال کریں۔

- ☆ مجموعے کی ذیلی فہرست طویل ہونے کی صورت میں خاص خانے میں نام لکھ کر (بحث عن اسم کتاب فی المجموعۃ الحالیۃ) پر کلک کریں۔
- ☆ تمام کتب میں تلاش کے لئے (بحث فی کل الکتب) پر کلک کریں۔
- ☆ مجموعے کی ذیلی کتب کے نام یا ترتیب میں تبدیلی، حذف، نئی کتاب کی شمولیت کا طریق کار اساسی مجموعات کی طرح ہی ہے۔
- ☆ اختیار کردہ کتاب کو کسی اور مجموعے میں منتقل کرنے کے لئے فہرست کی زیریں جانب مطلوبہ مجموعے کو سلیکٹ کر کے (نقل الکتب الی قسم آخر) پر کلک کریں۔ اختیار کردہ کتاب مطلوبہ مجموعے میں منتقل ہو جائے گی۔
- ☆ اس طرح اگر آپ تین چار کتابوں کو کسی ایک کتاب میں جمع کرنا چاہیں تو (Ctrl+Shift+Arrow keys) کے ذریعے کتابوں کو سلیکٹ کر کے (دمج الکتب المحددۃ) پر کلک کریں، یہ آپشن اس وقت مفید ہوتا ہے کہ جب آپ ورڈ کی مختلف فائلیں مکتبہ میں Import کریں یا ایک مؤلف کی بہت سے چھوٹی چھوٹی کتب ہوں تو آپ کتابوں کے زیادہ پھیلاؤ سے بچنے کے لئے ان سب کو ایک مستقل کتاب میں جمع کر سکتے ہیں۔

سکرین میں بائیں جانب (بیانات الکتب) کے خانے میں دو اختیارات ہوتے ہیں:

- ۱۔ المؤلف کو سلیکٹ کرنے سے یہ مولف صرف اس کتاب کے ساتھ خاص ہو جائے گا۔ اس صورت میں آپ مولف اور کتاب کے بارے میں حسب ضرورت معلومات میں اضافہ یا تبدیلی کر کے Save کے بٹن پر کلک کر دیں تو یہ اضافہ جات Save ہو جائیں گے۔
- ۲۔ لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ دوسرے آپشن کو اختیار کیا جائے یعنی مؤلفین کی دی گئی فہرست میں سے ایک نام کو سلیکٹ کریں (جو عموماً پہلے سے موجود ہوتا ہے) مثلاً: تفسیر طبری کھولیں گے تو (الطبری، أبو جعفر) پہلے سے موجود ہوگا، اس صورت میں مولف کا تعارف (غرفۃ التحكم) میں پہلے سے موجود ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں کتاب مولف کے ساتھ مربوط ہوتی ہے، مولف کا یہ تعارف مولف کی دیگر تمام کتب کے ساتھ add کر سکتے ہیں۔

مؤلفین کی فہرست میں نئے مولف کا اضافہ، اس کے تعارف میں تغیر و تبدل وغیرہ کے لئے نام کے خانے کے سامنے (الاتصال لحدول المؤلفین) پر کلک کریں، کھلنے والی ونڈو میں مطلوبہ تبدیلیاں کرنے کے بعد آپ واپس سابقہ ونڈو میں آسکتے ہیں۔

☆ آپ اختیار کردہ کتاب کو کسی بھی وقت پروگرام میں تلاش کے لئے اختیار کردہ کتب کی فہرست سے مستقلاً نکالنا چاہیں تو (احفاء الكتاب من قائمة البحث) پر چیک لگادیں۔ اب اگر آپ پروگرام کی تمام کتابیں تلاش کے لئے سلیکٹ کر لیں پھر بھی یہ کتاب ان میں شامل نہ ہوگی۔ اس آپشن کا فائدہ یہ ہے کہ چونکہ مکتبہ شاملہ نئی کتابوں کے اضافے کا اختیار بھی دیتا ہے، تو اگر آپ کے پاس ایک کتاب کے دو نسخے موجود ہوں، ایک کی ترقیم مطبوعہ کے موافق اور دوسری ناموافق، ایک اعراب کے ساتھ اور دوسری بغیر اعراب کے ہو، لیکن ان دونوں میں تلاش سے وقت کا ضیاع اور الجھن پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے آپ ان میں سے کسی ایک نسخہ کو، جو زیادہ بہتر ہو، سلیکٹ کر لیں اور دوسرے کو تلاش کے دائرے سے باہر رکھیں۔ اس کو سلیکٹ کرنے کے بعد (حفظ بيانات الكتاب) (Save) پر ضرور کلک کریں۔

☆ کتاب کو مکتبے کے اندر ہی compress کرنے کے لیے (مضغوط) کے آئیکن پر کلک کریں، اس صورت میں کتاب غیر مفہوم صورت میں ہوگی، جبکہ دوبارہ اسی صورت میں لانے کے لئے (عمل الفہرس) پر کلک کریں۔ اور فہرست کو ختم کرنے کے لئے (حذف الفہرس) پر کلک کریں۔

☆ کتاب کے (بطاقة) (تعارفی کارڈ) میں کتاب، مولف، موجودہ نسخہ، آیا کہ اعراب کے ساتھ ہے یا نہیں، مطبوعہ کے مطابق ہے یا نہیں، کتاب کا مصدر اور دیگر معلومات شامل ہوتی ہیں۔ بطاقة کے قریب تیر کے نشان کی مدد سے (عن الكتاب) میں آپ کتاب سے متعلق جبکہ (عن المؤلف) میں مؤلف سے متعلق معلومات میں تبدیلی و اضافہ کر کے (حفظ بيانات الكتاب) کی مدد سے Save کر سکتے ہیں۔ کتاب جس مجموعے میں شامل ہے، ونڈو میں بائیں جانب آخری خانے میں اس کا نام دیا گیا ہوتا ہے۔

ونڈو کے دیگر تمام آئیکنز ویسے ہی کام کرتے ہیں۔

☆ مذکورہ تمام تبدیلیاں اور اضافہ جات اسی صورت میں ممکن ہیں کہ جب پروگرام Writeable CD میں یا Hard Disk میں ہو اور اگر یہ پروگرام صرف Readable سی ڈی میں ہو تو تحریر (Editing) وغیرہ کا کام ممکن نہ ہوگا۔

۹۔ شاشة المؤلفین (Authors' screen):

جس طرح پہلے وضاحت کی گئی ہے کہ (المکتبہ الشاملة) صرف کتابوں کا جامد ذخیرہ نہیں بلکہ اس میں نئی کتاب شامل کرنے اور پہلے سے موجود کسی کتاب کو ختم یا تبدیل کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔ اسی طرح کس مولف کا تعارف شامل، ختم یا تبدیل کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

شاشة المؤلفین میں جانے کے لئے مینو بار سے (شاشات خاصة.... شاشة المؤلفین) پر کلک کریں۔ آپ کے سامنے کھلنے والی نئی ونڈو میں دائیں جانب مؤلفین کی ایک طویل فہرست ہوگی، اس میں سے اپنے مطلوبہ مولف تک پہنچنے کے لیے فہرست کے نیچے دیئے گئے خانے میں اس کا نام لکھ کر (بحث فی القائمة) پر کلک کریں۔ اگر مطلوبہ مولف پروگرام میں موجود ہو تو نیلے رنگ میں اس کا نام فہرست میں واضح ہو جائے گا۔ جبکہ فہرست کے سامنے (ترجمة المؤلف) کے عنوان سے مولف کا تعارف ہوگا۔ آپ چاہیں تو مولف کے نام اور تعارف میں تبدیلی بھی کر سکتے ہیں۔

☆ نام میں تبدیلی:

اگر مولف کا نام بدلنا ہو تو اس کو سلیکٹ کر کے مؤلفین کی فہرست کے نیچے پہلے دیئے گئے خانے میں مولف کا نام لکھیں پھر (تغییر اسم المؤلف المحدد) پر کلک کریں، نام تبدیل ہو جائے گا۔

☆ نیا نام شامل کرنا:

دیئے گئے خانے میں مولف کا نام لکھ کر (اضافة مؤلف جدید) پر کلک کریں، آپ کا دیا گیا نام خود بخود تہجی ترتیب سے فہرست میں شامل ہو جائے گا۔

☆ کوئی نام حذف کرنا:

اگر کسی مؤلف کا نام حذف کرنا ہو تو اس کو سلیکٹ کر کے فہرست کے نیچے (حذف المؤلف المحدد) پر کلک کریں۔

☆ ترجمہ المؤلف میں تبدیلی:

اس آپشن کی مدد سے آپ مؤلف کے تعارف میں اضافہ یا رد بدل کر سکتے ہیں۔ اس کے

لئے دیئے گئے خانے میں تبدیلی کریں اور پھر (ترجمہ المؤلف) کے سامنے (حفظ بیانات الكتاب) پر کلک کر کے کی گئی تبدیلی کو Save کریں۔

وٹڈو کے دیگر آپشنز میں (بطاقتہ الكتاب) (کتاب کا مختصر تعارف)، (تصفح سریع) اور مؤلف کی دیگر تصانیف کی فہرست شامل ہے۔ (کسی کتاب کو اس مؤلف کی تصانیف میں شامل کرنے کے لیے (غرفۃ التحكم) کا استعمال ہوگا) یہ سب کچھ آپ اسی سکرین پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ وٹڈو کے بالائی تمام بٹن یہاں بھی حسب دستور کام کرتے ہیں۔

۱۰۔ شاشۃ ربط متن بشرح: (Screen for text, linked with explanation)

یہ مکتبہ متن قرآن کے ساتھ تفاسیر اور حدیث کے ساتھ ان کی شروع کا مطالعہ یا کسی ایک متن کی کئی دیگر شروع کے بیک وقت مطالعے کی سہولت بھی دیتا ہے۔
طریق کار:

مندرجہ ذیل مثال کے ذریعے اس کی وضاحت کی جاتی ہے:

پروگرام کے ہوم پیج پر ایک بار کلک کریں، (کتاب المتون... صحیح بخاری) حدیث نمبر ایک نکالیں، پروگرام کے مین پیج سے (شاشات خاصہ... ربط متن بشرح) سلیکٹ کریں، آپ کے سامنے ایک نئی وٹڈو کھلے گی جس میں دائیں جانب ایک لائن میں پروگرام میں شامل کتابوں کے مجموعات کے نام ہوں گے، یہاں سے (شروح الحدیث) کو سلیکٹ کریں، اس مجموعے میں شامل تمام کتب کی فہرست نیچے خانے میں کھل جائے گی۔ یہاں سے (فتح الباری لابن حجر) کو سلیکٹ کر کے نیچے رخ کیے ہوئے تیر (اضف الكتاب إلى قائمة الشروح) پر کلک کریں۔ اس طرح (فتح الباری لابن حجر) کو بھی اس فہرست میں لے آئیں۔ اس زیریں فہرست سے جو آپ نے تیار کی، (فتح الباری لابن حجر) پر کلک کریں، (الشروح: فتح الباری لابن حجر) کے عنوان سے یہ کتاب مقابل خانے میں کھل جائے گی اور اس میں بخاری شریف کی پہلی حدیث کی شرح ہوگی۔ اور وٹڈو کی زیریں جانب (الحالة: المتن مرتبط بالشرح المعروف) یعنی متن اور شرح ہم آہنگ ہیں۔ اس عبارت کے سامنے دوران مطالعہ دیگر صفحات کی طرف منتقلی کے نشانات اور کسی خاص جلد، صفحہ یا حدیث نمبر کا خانہ دیا گیا ہے، اس میں نمبر کے ذریعے آپ مطلوبہ مقام تک رسائی حاصل کریں گے۔

متن اور شرح کے خانوں کے درمیان آئی کون کی مدد سے متن اور شرح کے مابین ربط قائم، جبکہ (اربط المتن بالشرح) کی مدد سے دوبارہ ربط قائم کیا جاسکتا ہے۔ اگر مفتوحہ متن سے متعلق شرح تک پہنچنا ہو تو (عرض الشرح المرتبط بالمتن) پر کلک کریں۔

اب شروحات کی فہرست میں سے (فتح الباری لابن حجر) پر کلک کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ Status bar میں متن اور شرح غیر مرتبط ہونگے۔ اب صحیح بخاری میں دیئے گئے خانوں کی مدد سے جز ۳، صفحہ ۱۱۴، کھولیں، یہاں آپ کے سامنے یہ حدیث ہوگی:

”إن معاذ بن جبل كان يصلي مع النبي ﷺ ثم يرجع فيؤم قومه“

اب (فتح الباری لابن حجر) میں جز ۳، صفحہ ۱۱۰ کھولیں۔ Status bar ابھی متن اور شرح کو غیر مربوط ظاہر کر رہی ہوگی۔ اب (اربط المتن بالشرح) پر کلک کریں تو ربط قائم ہو جائے گا۔ اس طرح اگر موجود متن اور شرح میں تو ربط نہ ہو لیکن کسی اور مقام پر اس متن کی شرح مفتوحہ کتاب میں موجود ہو۔ اس کو پڑھنے کے لیے متن کی بالائی جانب (الانتقال إلى موضع) آخر پر کلک کریں۔

المكتبة الشاملة کے (الإصدار الثاني) میں ابھی تک صحاح ستہ اور موطا کی متن سے مربوط شروحات دی گئی ہیں۔ یہی سہولت انٹرنیٹ پر بھی مفت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے درج ذیل ویب سائٹ استعمال کریں: (<http://www.al-islam.com>)
۱۱۔ شاشۃ استيراد وتصدير كتب الكترونية:

(Screen import and export of electronic books)

المكتبة الشاملة کے دیگر بہت سے امتیازات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اس میں نئی کتابیں شامل بھی کر سکتے ہیں اور مکتبہ میں سے کوئی خاص کتاب نکال کر علیحدہ بھی کر سکتے ہیں۔ علیحدہ کی گئی کتاب میں صفحہ در صفحہ مطالعہ، تلاش اور دیگر سہولیات موجود ہوتی ہیں۔ اس طرح اگر آپ کے پاس موجود کتاب کسی دوسرے دوست کے المکتبہ الشاملہ میں موجود نہیں۔ آپ کے ذریعے وہ یہ کتاب اپنے مکتبہ میں شامل کر سکتا ہے۔

یہ عمل ورڈ سے ذرا مختلف ہوتا ہے یعنی Export کی جانے والی مکتبہ شاملہ کی تمام خصوصیات کی حامل ہوگی۔ اس میں صفحات کے نمبر اور موضوعات کی ترتیب، حدیث اور اس کی شرح کے مابین

ربط، آیات اور تفسیر کے مابین ربط، مؤلف کے ترجمہ میں تبدیلی کا اختیار اور کتاب اور مؤلف کا مختصر تعارف، یہ تمام سہولیات اس میں شامل ہوتی ہیں۔ آپ اگر کتاب کو کھول کر پڑھنا چاہیں تو وہ سکرین پر ایسے ہی کھلے گی جیسے مکتبہ شاملہ کے اندر کھلی ہو۔ مزید برآں Import اور Export کا یہ عمل ورڈ کی نسبت زیادہ تیز رفتار ہوگا۔

عملی طریق کار:

آپ ایک مکتبہ میں شامل کسی کتاب میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں، لیکن آپ کو خدشہ ہے کہ آپ کی طرف سے کی گئی تبدیلی سے کتاب میں کوئی نقص پیدا نہ ہو جائے، تو آپ اس کتاب کو مکتبہ سے باہر نکال لیں، اس میں مطلوبہ تبدیلی کے بعد دوبارہ مکتبہ میں شامل کر دیں۔

Export کرنے کا طریقہ:

اس طرح آپ مختلف کتابوں کو مکتبہ شاملہ سے Export کر کے ایک الگ چھوٹی لائبریری بھی بنا سکتے ہیں۔

پروگرام کے ہوم پیج پر موجود آئیکنز میں سے (اخراج الکتب بصیغۃ الکترونیت) پر کلک کریں، یا مینو بار میں (خدمات... تصدیق کتب الکترونیت) پر کلک کریں آپ کے سامنے ایک باکس کھلے گا جس میں دائیں جانب کتابوں کی فہرست ہوگی، فہرست میں سب سے اوپر مجموعات کا نام ہوگا۔ مثلاً تفسیر، عقیدہ، علوم القرآن اور پھر اسی عنوان کے تحت آنے والی تمام کتب/کتاب سلیٹ کرنے کے بعد سامنے تیر کے نشان (ادراج مکتب الحمد) پر کلک کریں، وہ کتاب سامنے والے باکس میں چلی جائے گی۔ اگر اس کی تمام کتابیں Export کرنا چاہیں تو (ادراج جمیع الکتب) پر کلک کریں، کسی کتاب کو Deselect کرنے کے لیے (استعداد الکتب الحمد) اور پورے مجموعے کو واپسی کرنے کے لیے (استعداد جمیع الکتب) (دو تیروں) پر کلک کریں، اختیار کردہ کتاب کا تعارف دیکھنے کے لئے (بطاقت الکتب) پر کلک کریں۔ جب آپ کتابیں سلیٹ کر لیں تو آپ کتاب کو Export کرنے کے بعد محفوظ کرنے کی جگہ سلیٹ کرنے کے لیے (اختر المکان الذی ترید التصدیق الیہ) پر کلک کر کے اس جگہ کا تعین کریں۔ جگہ کے تعین کے بعد (اختر المکان) کے سامنے والے آئیکن پر کلک کریں۔ Export کا عمل شروع ہو جائے گا۔ اس عمل کی تکمیل کے بعد کتاب کا آئیکن ایک نئی ونڈو میں سامنے آئے گا۔ یہاں سے آپ کتاب کو کھول کر استعمال کر سکتے ہیں۔

Import کرنے کا طریقہ:

اگر آپ وہی کتاب تبدیلی کے بعد دوبارہ واپس مکتبہ میں رکھنا چاہیں، یا نئی کتاب شامل کرنا چاہیں تو پروگرام کے مینو بار میں (خدمات... استیاد کتب الکترونیت) پر کلک کریں۔ آپ کے سامنے ایک باکس کھلے گا۔ اس میں مکتبہ شاملہ کے جس مجموعہ میں آپ حالیہ کتاب کو رکھنا چاہتے ہیں، اس کا انتخاب کریں، مطلوبہ کتاب تک پہنچنے کے لئے کمپیوٹر نما آئیکن (استعراض مجلدات وملفات الجھاز) پر کلک کریں۔

وہ کتاب گزشتہ باکس میں آجائے گی۔ اس طریقے سے آپ جتنی کتابیں چاہیں اس فہرست میں شامل کر سکتے ہیں۔ کسی کتاب کو فہرست سے خارج کرنے کے لیے (حذف الکتب) اور پوری فہرست کو ختم کرنے کے لیے (تفریغ القائمة) پر کلک کریں۔ اختیار کردہ کتاب کو اسپورٹ کرنے کے لیے (استیاد الکتب الی البرنامج) پر کلک کریں، اختیار کردہ کتاب مکتبہ شاملہ میں آجائے گی۔

۱۲۔ شاشة إخراج الکتب للملف النصي (Import text file screen):

آپ مکتبہ شاملہ سے کوئی بھی کتاب پوری کی پوری جلد اور صفحہ نمبر کے ساتھ ٹیکسٹ فائل میں منتقل کر سکتے۔ اگر کتاب کی شرح بھی ساتھ ہو تو آپ کو اختیار ہوگا کہ آپ اصل متن کو شرح سے اوپر ظاہر کریں یا چھپائیں۔ اسی طرح تفاسیر پڑھتے وقت چاہیں تو آیات کا متن سامنے رکھیں یا صرف تفسیر کا مطالعہ کریں۔ اس کے لیے آپ کے سامنے جو باکس کھلے گا اس میں فائل کے لیے صفحات میں مطلوبہ فاصلہ (Space) جلد اور صفحہ نمبر لگانے کا اختیار، کتاب پر لگی تعلیقات کی منتقلی، مکمل کتاب یا کتاب کے کسی خاص جزء یا صفحات کا حصول اور اعراب کے ساتھ یا اعراب کے بغیر کتاب کی منتقلی کے آپشن ہوتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کتاب کو جہاں رکھنا چاہیں وہ Location سلیٹ کریں اور (تحويل الکتب) کے آئیکن پر کلک کریں، کتاب مطلوبہ جگہ پر علیحدہ فولڈر میں آجائے گی۔ مکتبہ شاملہ کے چوتھے ورژن (Fourth Version) میں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت کتب کو درج کیا گیا ہے:

التفاسیر، علوم القرآن، متون الحدیث، الاجزاء الحدیثیة، کتب ابن ابی الدنیا، شروح الحدیث، کتب العلل والسئالات، کتب التخریج، کتب الالبانی، مصطلح وعلوم الحدیث، الرجال والتراجم والطبقات، العقیدہ، العقیدہ المسندة، کتب الانساب، اصول و قواعد الفقہ، فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی، فقہ عام، السیاسة

Tahir-ul-Qadri)- Mufti Taqi Usmani- Tarjuma and Tafseer
Tafheem-ul-Quran- Tafseer Jalalain- Tarjuma Sindhi.

کتب احادیث کے اردو اور انگریزی تراجم کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:
صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ جامع ترمذی۔ سنن ابو داؤد۔ سنن نسائی۔ سنن ابن ماجہ۔ شمائل
ترمذی۔ موطا امام مالک۔ مشکاۃ المصابیح۔ سنن داری۔ مسند امام احمد۔

Sahih Bukhari- Sahih Muslim- Sunan Abu Dawood- Muta
Imam Malik- Jame Tirmazi- Shamail Tirmizi.

آسان قرآن وحدیث کا سافٹ وئر حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل e-mail ہر رابطہ کیا
جاسکتا ہے: easyquranwahadees@gmail.com

چوتھا مرحلہ: علمی مواد کی جمع آوری (Data Collection)

یہ مقالے کی تیاری کا ایک اہم مرحلہ ہے، اور مقالہ لکھنے کے لئے محقق کے پاس ایسے مصادر
ہونا ضروری ہیں، جن کی مدد سے وہ اپنے موضوع کے بارے میں معلومات جمع کر سکے۔ معلومات اور
علمی مواد کے مصادر مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

کتابیں، انسائیکلو پیڈیا، مجلات و رسائل، لیکچرز، دستاویزات، انٹرویوز، سوال نامے،
مشاہدہ، تجربہ، آزمائش (Test)۔

معلومات و بیانات جمع کرنے کے ان دس مصادر کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:
1۔ پہلی قسم: پانچ مصادر پر مشتمل ہے۔

(کتابیں، انسائیکلو پیڈیا، مجلات و رسائل، لیکچرز اور دستاویزات) مصادر کی یہ قسم محقق کے
لئے سابق محققین کے تیار کردہ بیانات (Ready Data) فراہم کرتی ہے، اور یہ مصادر لائبریری میں
موجود ہوتے ہیں۔

2۔ دوسری قسم: دیگر پانچ مصادر پر مشتمل ہوتی ہے۔
(انٹرویوز، سوال نامے، (Questionnaire) مشاہدہ، (Observation) تجربہ،
(Experiment) اور آزمائش (Test) ان مصادر میں معلومات اور مواد تیار شدہ حالت میں

الشرعیۃ والقضاء، الفتاوی، بحوث ومسائل مالیه واقتصادیه، کتب ابن تیمیہ، کتب ابن
قیم، الاخلاق والآداب والرفائق، السیرة والشمال الشریفہ، کتب التاریخ، کتب البلدان،
علوم اللغۃ والمعاجم، کتب الادب، دواوین الشعر، فہارس الکتب، الطب، الرقی
الشرعیۃ، شروح اخری، الفقه العام، معاجم اللغات الاخری، علوم القرآن، اخری،
التفسیر، اخری، متون، اخری، المجالات والبحوث والدوریات، کتب عامۃ خارج
نطاق التحقیق، طبعات اخری للکتب۔ الاجزاء الحدیثیۃ، النحو والصرف، مصطلح
الحدیث، اصول الفقه والقواعد الفقہیۃ، السیرة والشمال، التراجم والطبقات، کتب
التخریج والزوائد، الاخلاق والرفائق والاذکار، الجوامع والمجلات ونحوها۔

یہ سافٹ ویر بالکل مفت دستیاب ہے۔ آپ انٹرنیٹ سے اسے اپنے کمپیوٹر میں مفت تحمیل (Free
Download) کر سکتے ہیں اس کے لیے ویب سائٹ یہ ہے۔ <http://www.shamela.ws/>

اس کے علاوہ اس ویب سائٹ سے آپ مکتبہ شاملہ میں شامل ہونے والی نئی کتابوں اور نئے
اضافہ جات کو بھی Download کر سکتے ہیں۔

16۔ آسان قرآن وحدیث: (Easy Quran wa Hadees)

یہ سافٹ ویر مشہور ادارہ A.Q.F.S (Al Quran Facts and Statistics) کے
برکت مارکیٹ، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور کا تیار کردہ ہے۔ اس پروگرام کا ورژن (3.1) قرآن مجید کے دس
اردو تراجم، گیارہ انگریزی تراجم، گیارہ کتب احادیث کے اردو تراجم اور چھ کتب احادیث کے انگریزی
تراجم پر مشتمل ہے۔ اس پروگرام میں مکمل عربی اور اردو متن کے ساتھ ڈیٹا بیس، الفاظ اور موضوعات
کے حساب سے تلاش کی سہولت موجود ہے۔

ترجمہ و تفسیر کی۔ ترجمہ و تفسیر مدنی۔ ترجمہ و تفسیر عثمانی۔ ترجمہ و تفسیر ابن کثیر۔ ترجمہ و تفسیر کنز
الایمان۔ ترجمہ و تفسیر ڈاکٹر محمد عثمان (الکتاب)۔ ترجمہ و تفسیر تیسیر القرآن۔ ترجمہ مولانا احمد علی۔ ترجمہ
عرفان القرآن۔ با آواز ترجمہ فتح محمد جالندھری۔ قرآن مجید کی تلاوت۔

English Translations: Maulana Abdul Majid Daryabadi- Abdullah
Yusu Ali-Dr Muhammad Taqi-ud-Din Al-Hilali- Dr. Muhammad
Muhsin Khan- M.Pickthal- Shakir- Irfan-ul-Quran (Dr. M.

6- اگر اقتباس ایک صفحے سے زائد ہو تو نقل حرنی یعنی من و عن نقل کرنا درست نہیں بلکہ اسے معنوی یعنی مفہومی اعتبار سے نقل کیا جائے گا۔ محقق اسے اپنے اسلوب اور اپنے الفاظ میں تمام مندرجات کا خلاصہ کرتے ہوئے لکھے گا، لیکن جن مصادر و مراجع سے نقل کر رہا ہے ان کا حوالہ ضرور درج کرے گا۔

7- جب نصی اقتباس کے اندر کسی چیز کا اضافہ کرنا ہو تو اس لفظ یا جملے کو توسین (Braces) کے اندر نقل کیا جائے گا، تاکہ وہ اقتباس کی اصلی عبارت سے جدا رہے۔

8- اگر اقتباس کے اندر کسی حصے کو حذف کرنا ہو تو محذوف کی جگہ تین مسلسل افقی (Horizontal) نقطے لگا دیئے جائیں گے۔

9- اقتباس شدہ عبارت کے اپنے سے ما قبل اور اپنے سے مابعد کے کلام کے ساتھ باہمی ربط اور حسن ترتیب کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے، تاکہ سلاست اور سیاق کلام میں کسی قسم کا تنافر محسوس نہ ہو۔

10- اقتباسات اور نقل کی گئی عبارات کی کثرت میں محقق کا اپنا تشخص برقرار رکھنا ضروری ہے، اور وہ اس طرح کہ نقل کئے گئے اقتباس سے پہلے تمہید، تعارف اور مقدمہ (Intro) تحریر کرے اور اس اقتباس کے نقل کرنے کے بعد اس پر تبصرہ (Commentary) کرے، مشکل الفاظ و عبارات کی وضاحت کرے اور مختلف عبارتوں کا ایک دوسرے سے موازنہ کرے۔

11- حاشیے میں اقتباس کے مصدر و مرجع کا حوالہ دینا ضروری ہے، اور وہ اس طرح کہ اقتباس کو ترتیب کے لحاظ سے کوئی نمبر دیا جائے، اور وہی نمبر صفحے کے آخر میں حاشیے کی لائن لگا کر لکھا جائے، اور اس نمبر کے آگے اقتباس کے مصدر کے بارے میں معلومات دی جائیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

”مؤلف کا نام، کتاب کا نام اور اس کے نیچے لائن لگائی جائے، مقام اشاعت، ناشر کا نام، ایڈیشن نمبر، تاریخ طباعت، جلد نمبر اور صفحہ نمبر“۔

اگر کسی مجلہ میں چھپنے والے مقالے سے اقتباس نقل کیا گیا ہے تو حاشیے میں مندرجہ ذیل معلومات لکھنا ضروری ہوگا: ”مقالہ نگار کا نام، مقالے کا عنوان، واوین میں مجلے کا نام، اور اس کے

نیچے لائن لگائی جائے گی۔ مقام اشاعت، شمارہ نمبر، تاریخ اجراء، اقتباس کردہ مقالے کے پہلے اور آخری صفحے کا نمبر“۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے صفحہ نمبر.....)

2- تلخیصی اقتباس (Summary/Abstracted Quotation):

محقق اپنی تحقیق میں ان چیزوں پر انحصار کرتا ہے جو اس سے پہلے لوگوں نے تحریر کی ہیں۔ پھر وہ اس میں کچھ نہ کچھ نئی چیزوں کا اضافہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اگر محقق اپنی تحقیق میں سابقین کی ذکر کردہ آراء اور ان سے حاصل شدہ نتائج کو من و عن نقل کرنا شروع کر دے تو اس کی تحقیق کا حجم غیر ضروری طور پر بہت بڑھ جائے گا، چنانچہ اس عیب سے بچنے کے لئے محقق تلخیص کا طریقہ اختیار کرتا ہے، اور اس طریقہ کے ذریعے بہت سے صفحات کا خلاصہ چند سطور میں بیان کر دیتا ہے، اور آخر میں مرجع کا حوالہ ذکر کر دیتا ہے۔

3- مفہومی اقتباس (Reproduced/ Redrafted Quotation):

بعض اوقات جب کسی عبارت کو سمجھنا قاری کے لئے مشکل ہو تو محقق اس کے مفہوم کو اپنے الفاظ اور اپنے اسلوب میں ڈھال دیتا ہے، اور اس طرح اس عبارت کی تمام پیچیدگیوں اور الجھنوں کو ختم کر دیتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس عبارت کو اچھی طرح سمجھنے اور ادراک کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اس طریقہ کو استعمال کرنے کے درج ذیل مقاصد ہیں:

(أ) مقالے میں نقل شدہ عبارتوں کو کم سے کم رکھا جائے اور بلا ضرورت ان سے اجتناب کیا جائے۔

(ب) عبارتوں کے سمجھنے اور انہیں عمدگی سے استعمال کرنے میں طالب علم کی صلاحیتوں کی نشوونما کرنا۔

(ج) جہاں جہاں ضرورت ہو وہاں تبصرہ و تعلق اور تنقید کی جائے۔

یہ چیز ذہن میں رہنی چاہیے کہ اقتباسات کو نقل کرنے سے مقصود ہرگز مقالے کا حجم بڑھانا نہیں، بلکہ اس سے مقصود مقالے کو مستند بنانا اور زیادہ سے زیادہ نتائج کا حصول ہوتا ہے، اور آخر میں ان اقتباسات کے ذریعے کسی جدید فکر و غایت تک پہنچنا ہوتا ہے۔

مقالہ ہمیشہ فکری اصیلت سے آراستہ ہوتا ہے، اور مقالہ نگار صرف معلومات اور مواد کو جمع کرنے والا یا متفرق اشیاء کو اکٹھا کرنے والا نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایک اصلی محقق ہوتا ہے جو افکار کو ان کے

اسباب و علل کے ساتھ ہی قبول نہیں کر لیتا، بلکہ ان اذکار پر اپنی تحقیق کی چھانی (Stainer) لگاتا ہے اور صرف اسی کا انتخاب کرتا ہے جو اس کی تحقیق کے لئے درست اور مفید ہو۔ (۲۷)

3- مواد کی تدوین: (Editing of Data)

مصادر و مراجع کو جمع کرنے اور ان پر مطلع ہونے کے بعد محقق اپنے مقالے سے متعلق موضوعات کا مطالعہ کرتا ہے۔ پھر اس مواد کو مدون کرتا ہے۔ یہ تدوین بعض اوقات کتابت کے ذریعے ہوتی ہے، اور بعض اوقات فوٹو کاپی یا کمپیوٹر ڈاؤن لوڈنگ کے ذریعے ہوتی ہے۔ پھر اس مواد کو نقل حرنی یا تلخیص یا مفہومی انداز میں درج کیا جاتا ہے نیز اس مواد کی تدوین یا تو خاص کارڈز پر یا مختلف فائلوں میں کی جاتی ہے۔ کارڈز پر تدوین کی صورت میں ان کارڈز کو ابواب کی تعداد کے مطابق مختلف مجموعوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، اور ہر مجموعہ میں اس باب سے متعلقہ معلومات کو مدون کیا جاتا ہے، اور ہر کارڈ کے اوپر ایک جانب میں مصدر و مرجع کے بارے میں درج ذیل معلومات لکھی جاتی ہیں۔

☆ مولف کا پورا نام

☆ کتاب کا پورا نام

☆ ناشر، مقام اشاعت اور تاریخ اشاعت

☆ جلدوں، اجزاء اور صفحات کی تعداد

☆ اگر مجلات اور اخبارات کا مواد ہو تو سال، مہینہ، دن اور صفحہ لکھا جاتا ہے۔

جب محقق اپنے موضوع تحقیق سے مناسبت رکھنے والے مواد کا مطالعہ کرے تو اسے فوراً متعلقہ باب کے کارڈز میں تدوین کر لے۔ اگر فائلوں میں تدوین کا کام کیا جائے تو وہاں بھی کارڈز والا طریقہ اپنایا جائے گا، اور ہر باب کی فائلیں الگ کر لی جائیں گی، اور پھر انہیں فصلوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

مواد کی جمع آوری اور کارڈز اور فائلوں میں تدوین کے بعد محقق اس تمام مواد کی کانٹ چھانٹ (Sorting) کرتا ہے، اور صرف اس مواد کو الگ کر لیتا ہے جس کا موضوع تحقیق کے ساتھ گہرا اور براہ راست تعلق ہو، اور پھر اس کانٹ چھانٹ کئے گئے مواد کو ابواب و فصول میں تقسیم کر دیتا ہے۔ (۲۸)

اب ہم آپ کے سامنے کارڈز پر معلومات کی تدوین کے کچھ اصول و قواعد پیش کرتے ہیں

جنہیں اطلاقی لسانیات کے ماہر محقق ہمارے استاد گرامی فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن الفوزان، (مدیر معهد اللغة العربیة، جامعة الملك سعود، ریاض، سعودی عرب) نے مرتب کیا اور دوران لیکچر ہمیں تحریر کروائے۔

کارڈز پر معلومات کی تدوین:

- 1- ہر مرجع کے لئے ایک کارڈ مخصوص کرے جس میں اس سے متعلق مکمل معلومات موجود ہوں۔
- 2- مقالے کی ہر فصل کے لئے کارڈز کا ایک مجموعہ خاص کرے۔
- 3- ہر فصل کے کارڈز کے لئے ایک خاص لفافہ تیار کرے۔
- 4- کانٹ چھانٹ کے عمل کو آسان بنانے کے لئے خاص رنگ یا خاص نمبر کے ذریعے ہر فصل کے کارڈز کو نمایاں کرے۔
- 5- محقق کو چاہیے کہ ایک کارڈ پر صرف ایک مکمل خبر (Information) جمع حوالہ مصدر و مرجع تحریر کرے۔
- 6- اگر مرجع و مصدر محقق کی اپنی ذاتی لائبریری میں موجود ہو تو کارڈ پر صرف انفریشن یا اقتباس کا موضوع اور مرجع کے بارے میں معلومات درج کرے۔
- 7- محقق کے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنے موضوع کے متعلق ہر قسم کی معلومات کو ریکارڈ کرتا چلا جائے، کیونکہ اگر ضرورت پڑ جائے تو دوبارہ تلاش کرنا اور ان مراجع تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔
- 8- بہتر یہ ہے کہ ہر کارڈ کے لئے ایک عنوان وضع کرے تاکہ کارڈز کی کانٹ چھانٹ کا کام آسان ہو جائے۔
- 9- کسی عبارت کو ریکارڈ کرنے میں بڑی احتیاط اور باریک بینی سے کام لے اور اس بات کی تاکید و تلمیح کر لے کہ وہ عبارت مقالے کے موضوع کے لئے کارآمد ہوگی اور محض تکرار ثابت نہ ہوگی۔
- 10- جب کوئی عبارت ریکارڈ ہو چکی ہو اور پھر اس سے ملتی جلتی عبارت کسی اور مرجع سے لکھنا مقصود ہو تو دوسرے مرجع کے لئے موضوع سے مشابہت کا اشارہ ہی کافی ہوگا۔
- 11- کارڈز پر معلومات کی تدوین کے بعد محقق ان کارڈز کی بغور چھان بین کرے، اور باقی

معلومات کو ضرورت کے وقت کے لئے محفوظ رکھے۔

12- مقالہ مکمل کرنے کے بعد بھی محقق ان کارڈز کو سنبھال کر رکھے، تاکہ مستقبل میں اس موضوع سے متعلق مزید معلومات کے حصول میں اسے آسانی رہے۔

خود تیار کردہ مواد کے مصادر (Initiated Data Sources):

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا مواد کی جمع آوری کے 110 اہم ذرائع ہیں، جن میں سے پانچ کو (Ready Data Sources) کا نام دیا گیا، یہاں ہم دیگر پانچ مصادر کا ذکر کر رہے ہیں جن کی مدد سے محقق اپنی تحقیق کے لئے خود مواد تیار کرتا ہے:

1- انٹرویو: (Interview)

بعض اوقات کسی موضوع پر معلومات اکٹھی کرنے کے لئے محقق کو لوگوں سے انٹرویو کرنا پڑتا ہے، پھر یہ انٹرویو کبھی انفرادی ہوتا ہے کہ جب محقق متعین کئے گئے افراد میں سے ایک ایک کا الگ الگ انٹرویو کرتا ہے، اور کبھی یہ اجتماعی نوعیت کا ہوتا ہے کہ جب محقق ایک جماعت یا گروپ کے ردعمل کو انٹرویو کے ذریعے ریکارڈ کرتا ہے۔ کچھ انٹرویو باقاعدہ اور منظم انداز میں لئے جاتے ہیں، ایسے انٹرویو کے لئے محقق پہلے سے سوالات کی ایک فہرست تیار کر لیتا ہے، اور پھر متعین و مخصوص لوگوں سے ان سوالات کے جوابات حاصل کر کے لکھ لیتا ہے، جبکہ بعض انٹرویو غیر منظم اور غیر رسمی ہوتے ہیں، ان میں سوالات پہلے سے تیار نہیں کئے جاتے بلکہ عام مکالمہ کے انداز میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔

2- سوال نامہ: (Questionnaire)

مواد و معلومات جمع کرنے کے لئے محقق بعض اوقات سوال نامہ تیار کرتا ہے، پھر اسے مطلوبہ افراد میں تقسیم کر دیتا ہے، اور ان کے جوابات اور آراء اکٹھی کرتا ہے، پھر ان کا تجزیہ و تحلیل اور ان پر تبصرہ و تنقید کرتا ہے۔ یہ سوال نامہ کبھی آزاد ہوتا ہے اور کبھی مقید ہوتا ہے۔ آزاد سوال نامے میں صرف سوالات لکھے جاتے ہیں، اور مختصر جوابات کے لئے جگہ خالی چھوڑ دی جاتی ہے، جبکہ مقید سوال نامے میں سوال کے ساتھ مختلف جوابات بھی لکھ دیئے جاتے ہیں، جن میں سے مسؤل نے ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ مقید سوال نامے کی کئی شکلیں ہوتی ہیں، بعض اوقات جواب ہاں یا نہیں میں ہوتا

ہے، بعض اوقات، ا، ب، ج، د کے ساتھ چار انتخابات (Multiple Choice) دیئے جاتے ہیں، اور جواب دینے والا ان میں سے ایک کا انتخاب کرتا ہے۔ بعض اوقات جواب الفاظ کی شکل میں بھی ہوتا ہے۔ مثلاً: جواب دینے والا یہ کہے: ”میں ان سب سے اتفاق کرتا ہوں۔ یا میں ان میں سے صرف ایک سے اتفاق کرتا ہوں یا میں نہیں جانتا یا میں اس سے اختلاف کرتا ہوں۔“

مقید سوال نامے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جواب دینا آسان ہوتا ہے، جبکہ آزاد سوال نامے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اظہار رائے کی آزادی ہوتی ہے۔ کسی بھی سوال نامے کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ اس میں ذکر کردہ سوال اپنی بناوٹ اور اہداف میں واضح اور بے غبار ہوں۔

عام طور پر محقق سوال نامے کے ساتھ ایک خط (Covering Letter) بھی تحریر کرتا ہے، جس میں جواب دینے والے کو تحقیق کے مقاصد اور سوال نامے کو حل کرنے کے بعد واپس لوٹانے کا طریقہ ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سوال نامہ اتنا طویل بھی نہ ہو کہ جواب دینے والا اکتا جائے۔ نیز سوال نامہ تیار کرنے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ معاشرے کی اقدار کے منافی بھی نہ ہو، اور کسی کے لئے تکلیف (Hurt) کا باعث نہ بنے۔ (۲۹)

3- مشاہدہ: (Observation)

محقق موضوع تحقیق سے متعلق اشیاء اور افراد کے نمونہ جات (Samples) کا بذات خود مشاہدہ کرتا ہے۔ کبھی وہ سڑک پر ٹریفک کے گزرنے کا، کبھی کلاس روم میں طلبہ کی حرکات و سکنات کا، کبھی سڑک عبور کرتے ہوئے لوگوں کے تصرفات، کبھی گفتگو کے دوران منکلم کے اشارات اور کبھی سلام کرنے کے مختلف طریقوں یا لوگوں کے مختلف انداز گفتگو کا مشاہدہ کرتا ہے۔ چنانچہ بعض اوقات یہ مشاہدہ آزاد ہوتا ہے، جب محقق اس کے لئے کوئی پہلے سے خاکہ تیار نہیں کرتا، اور بعض اوقات یہ مشاہدہ مقید ہوتا ہے جب محقق پہلے سے طے شدہ چند اہم نکات (Points) کا مشاہدہ کرتا ہے جو موضوع کے ساتھ خاص ہوتے ہیں۔ مشاہدہ معلومات جمع کرنے کا سب سے اعلیٰ مصدر (Source) ہے، کیونکہ اس میں محقق بذات خود اور پیشم خود دیکھتا ہے، اور بذات خود مشاہدات کو مدون کرتا ہے، اور پھر وہی ان کا تجزیہ کرتا ہے، اور وہی ان کی تفسیر و وضاحت کرتا ہے، اور وہی ان سے استخراج و استنتاج کرتا ہے۔

محقق ایک آزمائش (Testing) تیار کرتا ہے جس سے نمونے کے افراد کو گزارا جاتا ہے، تاکہ کسی مہارت یا عمل معرفت میں ان کی صلاحیت و قدرت کو پرکھا جائے، یا ان کی سابقہ اور لاحقہ استعداد کا موازنہ کیا جائے، اور پھر نتائج اخذ کئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے محقق دو طرح کی آزمائش (Testing) تیار کرتا ہے جن میں ان کی سابقہ صلاحیت اور بعد میں حاصل ہونے والی صلاحیت کی آزمائش کی جاتی ہے پہلی آزمائش کو آزمائش قبلی (Entry Test) اور دوسری آزمائش کو آزمائش تحصيلی (Qualification Test) یا (Competition Test) کہتے ہیں۔

آزمائش کی تیاری میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ سوالات کی تعداد اس قدر ہو کہ ان کی وجہ سے صلاحیت پرکھنے اور نتائج نکالنے میں دشواری نہ ہو، نیز سوالات صداقت پر مبنی ہوں یعنی جس صلاحیت کو پرکھنے کے لئے تیار کئے گئے ہیں اس کے ساتھ ان کا عملی تعلق ہو، اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام سوالات واضح ہوں اور نقل کی اجازت نہ دی جائے، تاکہ ٹیسٹ کے ذریعے معیار و صلاحیت (Merit) کو پرکھا جاسکے۔ اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ ٹیسٹ کی مارکنگ ایک ہی معیار کے مطابق مضبوط طریقے سے ہو۔

5- تجربہ: (Experiment)

بعض اوقات محقق معلومات کے حصول کے لئے عملی تجربہ کو اپنا مصدر بناتا ہے۔ عام طور پر تجربات میں دو مجموعے ہوتے ہیں (1) مجموعہ ضابطہ (2) مجموعہ تجربہ۔ محقق کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ دونوں مجموعے تمام عوامل میں ہم مثل اور باہمی تعلق کے حامل ہوں، اور دونوں کا باہمی اختلاف صرف ایک عامل یعنی عامل تجربی میں محصور ہو۔ مثال کے طور پر اگر ہم ”شہد کے انسانی صحت پر اثرات“ کا تجربہ کرنا چاہیں تو ہمیں انسانوں کے دو مجموعوں پر تجربہ کرنا ہے، اور یہ ضروری ہے کہ یہ دونوں مجموعے عمر، وزن، کام اور غذا میں کیفیت، کمیت اور نوعیت کے لحاظ سے برابر ہوں۔ نیز ان کی غذا کھانے، کھیل کود، سونے اور آرام کرنے کے اوقات بھی یکساں ہوں۔ عامل تجربی ہی صرف مختلف عامل ہوگا اور وہ ہے شہد۔ مجموعہ ضابطہ کو غذا کے دوران شہد نہیں دیا جائے گا اور مجموعہ تجربہ کو غذا کے اندر شہد دیا جائے گا۔

یہ تجربہ اور بقیہ تمام تجربات عمل تجربی کے علاوہ تمام عوامل کو الگ کر دینے کی اساس پر قائم

ہوتے ہیں۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد ہر مجموعہ کی صحت کی حالت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ دونوں مجموعوں کے افراد کے وزن اور انہیں لاحق ہونے والے امراض کو ریکارڈ کیا جاتا ہے۔ پھر معلومات کا تجزیہ و تحلیل کر کے مناسب نتائج کا استنباط کیا جاتا ہے۔ اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ ایک تجربہ اپنی تکمیل کے لئے بہت سا وقت بلکہ کئی سال لے جاتا ہے، پھر جا کر دونوں مجموعوں کے درمیان فرق ظاہر و نمایاں ہوتا ہے، کیونکہ عامل تجربی چند دنوں، ہفتوں یا مہینوں میں واضح نہیں ہو پاتا۔ (۳۰)

خود تیار کردہ مواد کو زیر عمل لانا (Initiated Data Processing):

مذکورہ بالا خود تیار کردہ مصادر (Initiated Data Sources) ہمیں خام مواد فراہم کرتے ہیں، لہذا اس مواد کو زیر عمل لا کر کانٹ چھانٹ اور نوک پلک درست کر کے انہیں مستند معلومات کی شکل دینا ضروری ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم کسی امتحان میں ہر طالب علم کا درجہ ذکر کر دیں تو یہ خام مواد ہے۔ لیکن جب ہم اس امتحان میں تمام طلبہ کا اوسط (Average) درجہ نکالیں تو یہ اوسط ایک انفرمیشن بن جائے گی۔ اور یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ خام مواد اس وقت تک زیادہ فائدہ نہیں دیتا جب تک کہ اسے با معنی معلومات میں تبدیل نہ کر دیا جائے۔ مواد (Data) اور معلومات (Information) کی اصطلاحات میں فرق کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ مواد درحقیقت ابتدائی خام شکل ہوتا ہے اور جب اسے تحلیل و تجزیہ اور شماریاتی (Statistical) لحاظ سے عمل میں لایا جائے تو وہ نئی معلومات (information) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

نمونے: (Samples)

ان تحقیقات میں کہ جن کا انحصار خود تیار کردہ مواد کے مصادر (Initiated Data Source) پر ہوتا ہے۔ مثلاً: انٹرویو، سوال نامہ اور آزمائش وغیرہ۔ ان مصادر کے ذریعے یا تو معاشرے کے تمام افراد کے بیانات جمع کئے جاتے ہیں، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے کہ جب افراد کی تعداد محدود ہو۔ اور اگر یہ تعداد لامحدود ہو تو پھر محقق گنے چنے افراد کو بطور نمونہ (Sample) منتخب کرتا ہے، جو اپنے معاشرے کی نمائندگی کرتے ہیں اور صرف انہی افراد کے بیانات اور آراء و نظریات کے حصول پر اکتفا کیا جاتا ہے، کیونکہ وقت اور محنت اس کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی معاشرے کے تمام افراد یا کسی چیز کا کلی طور پر احاطہ کیا جائے۔ مثلاً اگر محقق دریاؤں میں سے کسی دریا

کے پانی کا معائنہ کرنا چاہتا ہے تو واضح ہے کہ وہ دریا کے سارے پانی کا تجزیہ و معائنہ نہیں کر سکتا، بلکہ اس کے مختلف نمونوں (Samples) کو زیر غور لائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی محقق کسی مسئلہ میں لوگوں کی آراء پر رکھنا چاہتا ہے تو ضروری نہیں وہ لاکھوں انسانوں کی رائے (Opinion) حاصل کرے، بلکہ اتنا کافی ہے چند سو افراد کی بطور نمونہ رائے لے لی جائے۔ البتہ یہ نمونہ معاشرے کے تمام افراد کی نمائندگی کرنے والا ہو۔ اسی طرح اگر کسی تعلیمی معاملے کے بارے میں طلبہ کی رائے درکار ہو تو ہزاروں طلبہ کا انٹرویو کرنا ضروری نہیں، بلکہ چند مخصوص طلبہ کا بطور نمونہ سروے (Survey) کرنا کافی ہے۔ نمونہ جات (Samples) کا انتخاب اور حصول کے مختلف اسالیب ہیں جن میں سے چند کو ہم اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

☆ بے سوچے سمجھے منتخب کیا گیا نمونہ: (Random Sample)

اس نمونے کی بنیاد اس مفروضے پر رکھی جاتی ہے کہ شاریاتی معاشرے کے ہر فرد کو نمونے میں نمائندگی کا مساوی موقعہ حاصل ہو۔ اس کے لئے بعض اوقات قرعہ اندازی کے ذریعے غیر ارادی انتخاب کیا جاتا ہے، اور بعض اوقات غیر ارادی شاریاتی فہرستیں (Random Tables) بنائی جاتی ہیں۔

☆ طبقاتی نمونہ: (Stratified Sample)

اس نمونے میں معاشرے کو عمر، تعلیم اور جنس کے اعتبار سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پھر ہر طبقے سے ریڈم سیمپل (Random Sample) حاصل کیا جاتا ہے۔ اس طرح طبقاتی نمونہ غیر ارادی نمونے (Random Samples) سے بہتر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم نے پیشہ ور لوگوں کے طبقاتی نمونے حاصل کرنا ہوں تو ہم پہلے انہیں ڈاکٹرز، انجینئرز، وکلاء اور اساتذہ کے مختلف طبقات میں تقسیم کریں گے، پھر ہر پیشے میں سے الگ الگ ریڈم نمونہ حاصل کریں گے۔

☆ دوہرا نمونہ: (Doubled Sample)

اس طریقہ کار میں پہلے افراد کے ایک غیر ارادی نمونہ (Random Sample) کا انتخاب کیا جاتا ہے، پھر ان کی طرف ڈاک کے ذریعے سوال نامہ بھیجا جاتا ہے، لیکن اس نمونے کے بعض افراد سوالنامے کا جواب نہیں دیتے اور نہ ہی سوال نامہ واپس کرتے ہیں۔ ان جواب نہ دینے والوں کی ایک مستقل نوع وجود میں آتی ہے جسے جواب نہ دینے والے طبقے کا نام دیا جاتا ہے، اور یہ

لوگ نتائج تحقیق پر اثر انداز ہوتے ہیں، لہذا اس صورت حال کے پیش نظر جواب نہ دینے والے طبقہ میں سے پھر ایک غیر ارادی نمونہ (Random Sample) کا انتخاب کیا جاتا ہے، اور مطلوبہ بیانات و مواد حاصل کرنے کے لئے ان کے ساتھ انٹرویو کیا جاتا ہے۔

☆ منظم نمونہ: (Systematic Sample)

اگر آپ کسی یونیورسٹی کے طلبہ کا نمونہ تیار کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ان کے رجسٹریشن نمبر حاصل کیجئے۔ مثال کے طور پر پہلے ان طلبہ کو لیجئے جن کے رجسٹریشن نمبر صفر یا پانچ یا سات کے عدد سے شروع ہوتے ہیں۔ اس طرح آپ کو تمام طلبہ میں تقریباً دس فیصد کا مجموعہ حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر آپ طاق اور جفت رجسٹریشن نمبر کے اعتبار سے طبقات بنائیں گے تو آپ کو کل تعداد میں سے 50 فیصد طلبہ کا مجموعہ حاصل ہو جائے گا۔ کسی بھی نمونے کے بارے میں یہ بہت ضروری ہے کہ وہ بڑا ہو یعنی اس میں موجود افراد کی تعداد 50 فیصد سے زیادہ ہو۔ نیز غیر جانبدارانہ اور شفاف ہو، اور جس معاشرے سے لیا جا رہا ہو اس کا پوری طرح آئینہ دار اور نمائندہ ہو۔ (۳۱)

پانچواں مرحلہ: مقالے کی تسوید و تحریر

(Drafting & Writing of Thesis)

جب محقق اپنی تحقیق کے مصادر کی تحدید کرنے کے بعد ان کا مطالعہ کر لیتا ہے اور ان میں سے مطلوبہ مواد کو کارڈز پر درج کر لیتا ہے، یا مطلوبہ معلومات کی فوٹو کاپی لے لیتا ہے، اور پھر تحقیق کے لئے تیار کئے گئے خاکہ کے مطابق اس مواد کو ابواب و فصول میں تقسیم کر لیتا ہے، اور اس کے پاس ہر باب و فصل میں معلومات کی بڑی مقدار جمع ہو جاتی ہے، اور پھر وہ ان میں سے مکررات کو حذف کر کے موضوع سے براہ راست تعلق رکھنے والی معلومات کا انتخاب کر لیتا ہے تو یہاں سے اب مقالے کی بناوٹ، کتابت اور تسوید کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ یقیناً مقالے کی تیاری میں یہ ایک اہم ترین مرحلہ ہے، اس لئے کہ گذشتہ تمام محنت اسی آخری مرحلے تک رسائی کے لئے کی جاتی ہے۔ یہ مرحلہ فنی نوعیت کا ہوتا ہے جس میں معلومات کے درمیان تنظیم و تالیف درکار ہوتی ہے۔ مقالے کی تحریر کو جاندار اور قابل قدر بنانے کے لئے درج ذیل دو باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے:

1- حسن تالیف

2- حقائق پر بحث و تمحیص کرنے اور معلومات کے پیش کرنے میں خالص علمی منہج کا التزام

کسی مقالے میں جس قدر یہ دو عناصر عمدگی کے ساتھ جمع ہو جائیں تو اس کی عمدگی کے اسباب میں اسی قدر اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایک مایہ ناز ادیب امام ابو القاسم حسن بن بشر بن یحییٰ الادی (م 370ھ) اپنی کتاب "المؤتلف والمختلف فی أسماء الشعراء وکناہم ولفاہم وأنسابہم" میں لکھتے ہیں:

"حسن تالیف اور الفاظ کی عمدگی، بیان کئے جانے والے معانی کے حسن و جمال، خوبصورتی اور رونق کو بڑھا دیتے ہیں، یہاں تک کہ ایسا لگتا ہے کہ ان معانی میں ایسی ندرت آگئی ہے جو پہلے نہ تھی، اور ایسا زور پیدا ہو گیا ہے جو پہلے موجود نہ تھا"۔ (۳۲)

(أ) مقالے کے ارکان:

علماء اور محققین نے مقالے کے تین ارکان ذکر کئے ہیں۔

1- اسلوب 2- منہج 3- مواد

۱- اسلوب:

اسلوب سے مراد وہ تعبیری سانچہ ہے جو دوسرے عناصر پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ محقق کے اندر موجود گہرائی اور ادراک کی عکاسی کرتا ہے۔ محقق کے ذہن میں مقالے کے معانی اور اس کے افکار جس قدر واضح اور صاف ہوں گے، اس کی تعبیر بھی اسی قدر واضح اور روشن اسلوب میں ممکن ہوگی۔ مقالات کے موضوع اور مزاج کی مناسبت سے اسالیب بھی مختلف ہوتے جاتے ہیں۔

☆ علمی اسلوب: (Thesis Writing Style)

بے شک علمی حقائق کی تدوین کے لئے علمی اسلوب ہی درکار ہوتا ہے۔ علمی اسلوب تعبیر و تفکر اور بحث و تمحیص میں نمایاں خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ پرسکون اور سوچ بچار اور منطق کا سب سے زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ قوت فکر سے سرگوشیاں کرتا ہے اور ان حقائق علمیہ کی شرح کرتا ہے جو کسی قسم کی پیچیدگی اور پوشیدگی سے خالی ہوں۔

اس اسلوب کی نمایاں اور روشن خوبی "وضاحت" ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں قوت و جمال کا اثر بھی ظاہر ہو، اور اس کی اصل قوت اس کے بیان کے روشن ہونے اور حجت و دلیل کے پختہ ہونے میں پنہاں ہے، جبکہ اس کا جمال اس کی عبارتوں کے آسان ہونے میں، اور اس کے الفاظ کے انتخاب میں ذوق سلیم میں پنہاں ہوتا ہے۔ عمدہ تحریر کا ایک سنہری اصول یہ ہے کہ معلومات کے پیش

کرنے کے لئے الفاظ کا استعمال عمدہ اور براہ راست ہو۔ علمی اسلوب کے اندر رہتے ہوئے تعبیر اور اظہار مافی الضمیر کو دلکش بنانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جملوں کو چھوٹا رکھا جائے اور ایک متنوع اسلوب اختیار کیا جائے، اس لئے کہ اگر جملوں کو ایک دوسرے کے مشابہ اور ایک ہی طرز میں مکرر انداز میں پیش کیا گیا تو کلام کی تاثیر ختم ہو جائے گی اور اس کا حسن مانند پڑ جائے گا۔

کامیاب محقق وہ ہے جو اپنے اسلوب میں تنوع پیدا کرے۔ الفاظ و معانی میں مناسبت رکھے، اگرچہ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ واضح رہے کہ علمی تحریر کو عمدہ اور جاندار بنانے کے لئے وسیع مطالعہ، لغوی و نحوی، صرفی اور بلاغی قوانین کو سیکھنا، مختلف موضوعات پر انشاء و تحریر کی طویل مشق اور بڑے بڑے انشاء پردازوں کی تحریروں کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ نیز عمدہ افکار و تعبیرات کا مطالعہ محقق کی علمی اور فکری سطح کو پروان چڑھانے میں انتہائی مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

۲- منہج: (Method of Presentaion)

☆ منظم و مدلل پیشکش:

منہج سے مراد معلومات کے استعمال کا وہ طریقہ ہے جو کسی فکر کی تشکیل اور حکم لگانے کے لئے دوسروں کی تقلید کے بغیر اختیار کیا گیا ہو۔ اس کا ہدف اور غرض وغایت قاری کو قائل کرنا اور اس پر اثر انداز ہونا ہے، اور یہ ہدف اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک محقق معلومات کی پیشکش کو منظم بنانے، اپنے تحلیل و تجزیہ میں اصول منطق کا التزام کرنے، اور اپنے دلائل و براہین کو جاندار بنانے کی سر توڑ کوشش نہ کرے۔

☆ مقدمات کی اہمیت:

مقالے کی کسی فصل یا کسی موضوع کے متعلق آراء و نظریات، اختلاف اور ان کی جرح و تحلیل کے شروع کرنے سے پہلے ایک مقدمہ یا تمہید (Intro) لکھنا ضروری ہوتا ہے، جس میں آنے والے موضوع کا مختصر جامع اور قائل کرنے والے اور توجہ مبذول کرانے والے انداز میں تعارف کروایا جاتا ہے۔ ان چھوٹے چھوٹے مقدمات کا اسلوب بہت آسان اور ان میں پیش کی جانے والی فکر بہت واضح اور عیاں ہوتی ہے۔

قارئین کو قائل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ موضوع کا منطقی شکل میں پوری طرح تحلیل و تجزیہ کیا جائے کہ جس سے اس کے تمام پوشیدہ پہلو اور پیچیدہ جہات کی وضاحت اور تشریح ہو جائے۔ لیکن اس کے لئے ایک معتدل اسلوب اختیار کرنا ہوتا ہے، جو نہ تو اتنا طویل ہو کہ قاری کو بیزار کر دے، اور نہ اتنا مختصر ہو کہ قاری کی پیاس اور جستجو کو سیراب نہ کر سکے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ایک موضوع کے متعلق تمام آراء کو پیش کیا جائے اور ان کا تجزیہ و تحلیل کیا جائے۔

☆ - موازنہ کی اہمیت:

افکار کی وضاحت اور معانی کی تشریح میں موازنہ (Comparison) کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے، خاص طور پر کہ جب موازنہ غیر جانب دارانہ اور انصاف پر مبنی ہو۔ نیز موازنہ کی وجہ سے قاری ذہنی اور نفسیاتی طور پر موضوع کی پیروی اور تفہیم کے لئے بڑی توجہ اور اہتمام کے ساتھ تیار ہو جاتا ہے۔

☆ - عنوانات کی اہمیت:

افراط و تفریط سے بچتے ہوئے بڑے اور ذیلی عنوانات (Titles & Subtitles) کی وجہ سے مقالہ زندہ، ناطق، جاندار اور پراثر بن جاتا ہے۔ بلاشبہ علمی تحقیق ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی یا یونیورسٹی تعلیم کے کسی بھی مرحلے میں ہو، یہ قیمتی موقع ہوتی ہے جو فکر و نظر کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

۳ - علمی مواد: (Thesis Data)

علمی مواد مقالے (Thesis) کا اہم ترین رکن ہے۔ علمی مواد ہی کسی مقالے کو لوگوں کے لئے جدید اور مفید بناتا ہے، اور کسی بھی مقالے کی قیمت (Value)، عمدگی اور اہمیت کا دار و مدار اس کے علمی مواد کی کثرت، صحت، پختگی، استناد، جدت اور جاننداری پر ہوتا ہے۔ بہت سارے مقالات علمی مواد کی کمزوری کی وجہ سے اپنی اہمیت کھودیتے ہیں، کیونکہ لوگ ہمیشہ نئی چیز کا انتظار کرتے ہیں، اور جدت و تخلیق پر مشتمل مواد ہی ان کے نزدیک مفید، اہم اور قابل قدر ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر غلط اور ناقابل اعتبار مواد مقالے میں پیش کیا جائے، یا بغیر تحقیق کے کچھ نقل کیا جائے، یا دوسروں کے اقوال کو بلا تحقیق اس میں شامل کر دیا جائے تو یہ بہت بڑی غلطی ہوگی۔

"اور آدمی کے کا ڈب ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی

سنائی بات کو آگے بیان کر دے۔"

اسی طرح اگر محقق اپنے مقالے میں پہلے سے تحقیق شدہ معلومات کا تکرار کر دے جنہیں لوگ پہلے جانتے ہوں تو اس کا یہ عمل نقالی، جسوز و انداز تلویل کے زمرے میں آئے گا۔

بہترین مقالہ وہ ہے جس کے مذکورہ بالا تینوں ارکان مکمل شرائط کے مطابق پورے ہوں۔ چنانچہ اس کا علمی مواد زرخیز (Rich) عمدہ اور مستند ہو، اور محقق نے اس کی پیش کش دیکش اسلوب میں علمی، منطقی اور ذوق سلیم کی عکاسی کرنے والے منہج کے ساتھ کی ہو۔ (۳۳)

یہاں ہم تحقیق میں اسلوب بیان کی اہمیت کے حوالے سے پروفیسر محمد عارف کی کتاب "تحقیقی مقالہ نگاری" (مطبوعہ ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ 1999ء)، گیان چند کی کتاب "تحقیق کا فن" (مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد 1994) اور دیگر محققین کی آراء کا خلاصہ نقل کرتے ہیں:

(ب) اسلوب بیان اور زبان محققین کی نظر میں:

☆ - تحقیقی مقالہ تلفظ کے لئے نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے خشک، بے جان اور مشینی طرز تحریر کا نمونہ بنانا چاہیے۔ تحریر کو بہر حال پڑھنے کے قابل (Readable) یعنی دلچسپ اور شگفتہ ہونا چاہیے۔ ماڈرن لینگویج ایسوسی ایشن کی ہدایات (MLA Style) کے مطابق صحت اور استدلال کو قربان کئے بغیر شگفتگی تحریر کی خوبی ہے خامی نہیں۔ نیز موضوع اور اسلوب میں ہم آہنگی ضروری شرط ہے۔

☆ - جو مقالہ ادبی موضوع پر لکھا گیا ہو اس کا طرز نگارش خوبصورت اور ادبی ہونا چاہیے۔ طرز نگارش کی خوبصورتی کا یہ مطلب نہیں کہ عبارت رنگین ہو یا قافیہ پیمائی کی جائے یا نامانوس الفاظ لائے جائیں، اس طرح کا اسلوب تحقیقی نہیں بلکہ تخلیقی ہوتا ہے۔ تخلیقی اسلوب میں صنائع لفظی و معنوی کا استعمال، علامتی اظہار، جذباتی طرز استدلال، اوصاف میں مبالغہ، شاعرانہ صداقت، ابہام، موضوعیت اور غیر منطقی انداز اہم خصوصیات ہیں۔ جبکہ محقق کے اسلوب کی شگفتگی اور خوبصورتی ثانوی اہمیت رکھتی ہے۔ اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ محقق، حقائق شماری کے وقت انتہائی غیر جانبداری، واقعیت، قطعیت اور معروضیت کو پیش نظر رکھے۔

☆ واقعت سے مراد یہ ہے کہ محقق، حقیقت کا بیان چشم تصور کے ذریعے نہیں کرتا بلکہ امر واقعہ ہی اس کا موضوع ہوتا ہے۔ لہذا اس کے اسلوب میں علامات، اشارات اور کنایات کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی بلکہ وہ مشاہدے، تجربے، منطق اور استدلال کی زبان استعمال کرتا ہے۔

☆ قطعیت سے مراد یہ ہے کہ محقق قطعیت کے ساتھ بات کرتا ہے۔ وہ کوئی ایسا لفظ یا کوئی ایسی عبارت استعمال نہیں کرتا جو دو معنی ہو کہ اس سے ابہام والتباس پیدا ہو جائے۔ محقق کا ہر لفظ ایک ہی معنی و مفہوم رکھتا ہے اور پورے مقالہ میں یہ معنی و مفہوم بدلتا نہیں۔

☆ معروضیت کا مطلب یہ ہے کہ محقق جذبات، وجدان، جانبداری اور تعصب سے کام نہیں لیتا بلکہ حقائق کو اصل شکل میں دیکھنے اور پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ محبت نفرت، عداوت، عناد، جذبہ، ہمدردی، احساس، برتری، جبلت، تخیل اور تصور سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ عقل، منطق، تجربہ، مشاہدہ، دستاویزی مواد، تحلیل، تقابل، استدلال اور استنتاج و استنباط کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔

☆ زبان و اسلوب کے معیاری ہونے کی پہچان یہ ہے کہ محقق کے نزدیک اظہار اور ابلاغ میں کوئی فاصلہ نہ رہے۔ اظہاریت پسند تخلیق کار اپنا مقالہ لکھ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس نے جو کہنا تھا کہہ دیا، قاری سمجھتا ہے یا نہیں، تخلیق کار کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ لیکن محقق کو اس طرح کا رویہ، موقف اور دعویٰ زیب نہیں دیتا۔ محقق تو لکھتا ہی اس لئے ہے کہ سچ اور حقیقت دوسروں تک پہنچائے۔ محقق کو یقین کر لینا چاہیے کہ اس کے مقالہ کا ایک ایک لفظ قاری تک اپنے قطعی مفہوم کے ساتھ پہنچ رہا ہے۔

(ج) تحقیقی مقالہ واقعات و حقائق پر مبنی دستاویز ہے اس لئے اس میں:

- ☆ لفاظی، خطابت اور شاعرانہ رنگین بیانی سے کام نہیں لینا چاہیے۔
- ☆ جذباتی طرز استدلال اور ناصحانہ انداز بیان سے گریز کرنا چاہیے۔
- ☆ صفاتی الفاظ مثلاً: نہایت ہی عمدہ، بے انتہا دلچسپ یا بالکل بے کار کے استعمال سے بچنا چاہیے۔
- ☆ مبالغہ آمیز مدح سرائی، اور دل آزار تنقید سے پرہیز کرنا چاہیے۔
- ☆ غیر متعلق باتوں، فرسودہ ادبی مثالوں، عامیانہ محاوروں اور غیر ضروری تفصیل سے اجتناب بہتر ہے، کیونکہ اس سے مقالے کا حجم بڑھ سکتا ہے۔

☆ تحقیق کی زبان میں تخیل کی بجائے، واقعیت، ابہام کی بجائے قطعیت اور کیفیت کی بجائے حقیقت کا عنصر غالب ہونا چاہیے۔

(ج) تحریر میں حسن و خوبی اور فنی محاسن پیدا کرنے کے لئے:

☆ مواد اور اسلوب پر وقفے وقفے سے نظر ثانی کیجئے، صاحب الرائے احباب کو دکھائیے جو سخت قسم کے نقاد ہوں۔

☆ میکالے کا جو مسودہ برٹش میوزیم میں ہے اس میں بعض فقرے دس دس دفعہ کاٹے گئے ہیں، اسی طرح نالاشائی نے اپنا ناول وارا اینڈ پیس (War and Peace) سات مرتبہ نقل کروایا۔ لہذا کانٹ چھانٹ سے گھبرانا نہیں چاہیے

☆ مختلف موضوعات پر خود قلم برداشتہ لکھنے کی عادت ڈالئے اور اپنی تحریر کو بار بار پڑھیے۔

☆ بزرگ معلوموں اور صاحب طرز ادیبوں کی تحریروں سے استفادہ کریں۔ (۳۴)

چھٹا مرحلہ: مقالے کی حوالہ بندی:

(Documentation & Citation of Research)

(حاشیہ نگاری اور مراجع و مصادر کی فہرست کی تیاری)

(الف) حاشیہ نگاری: (Writing of Footnotes / Endnotes)

حاشیہ کی تعریف اور اہمیت:

حاشیہ سے مراد وہ ثانوی افکار ہیں جنہیں محقق اپنی کتاب میں یا کسی دوسرے کی کتاب میں تحریر کرتا ہے۔ اس کا مقصد پیچیدہ امور کی تشریح کرنا، کسی نظریے اور سوچ کی وضاحت کرنا، یا اس کی مزید شرح کرنا، یا کسی معلوم چیز کے مصدر کو ذکر کر کے اس کی توثیق و تائید کرنا، کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی کی تخریح کرنا، کسی شخصیت یا کسی جگہ و مقام کا تعارف کروانا، کسی رائے کی تحقیق کرنا، یا کسی رائے پر تبصرہ کرنا ہوتا ہے۔ آج کل اسے ہواش (Footnote) کا نام بھی دیا جاتا ہے، کیونکہ موجودہ دور میں اسے ہر صفحے کے نیچے (دامن صفحہ میں) لکھا جاتا ہے، اور اس کے مقابلے میں ”متن“ (Text) کا لفظ آتا ہے، جسے محقق صفحے کے اوپر والے حصے میں تحریر کرتا ہے یہ دونوں لفظ یعنی متن اور ہواش لغوی اعتبار سے، تحریر کی جانے والی اپنی جگہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر حوالہ جات کو باب یا فصل یا

پورے مقالے کے آخر پر درج کیا جائے تو انہیں (Endnotes) کہا جاتا ہے۔

ہوامش جمع ہے، اور اس کا واحد ”ہامش“ آتا ہے، اور بعض محققین اسے ”حاشیہ“ اور ”تعلیق“ کا نام بھی دیتے ہیں، البتہ ان تینوں میں لغوی اور اصطلاحی فرق ضرور ہے۔ قدیم دور میں ”حاشیہ“ (Abridgement)، متن (Text) کے چاروں اطراف میں لکھا جاتا تھا، لیکن جب محققین نے موجودہ دور میں اسے صفحے کے نیچے (ذیل صفحہ میں) لکھنا شروع کیا تو ان کے اس طریقے کو ہامش (Footnote) کا نام دیا گیا۔ البتہ تعلیق (Commentary) سے مراد متن کے بارے میں وہ تبصرہ ہے جسے محقق حاشیہ یا ہامش میں نقل کرتا ہے۔ مسلمان علماء میں آٹھویں صدی ہجری میں حواشی اور تعلیقات کا رواج پڑا، انہوں نے اہم کتابوں پر حواشی اور تعلیقات لکھنا شروع کیں، جن میں متن میں موجود تمام مشکل و پیچیدہ مقامات کی تشریح و توضیح کی جاتی تھی، اور یہی چیز حاشیہ لکھنے کا سب سے بڑا اور اہم مقصد قرار پایا۔ فقہ اسلامی میں مشہور ترین حاشیہ ”حاشیہ ابن عابدین“ ہے۔

شروعات، حواشی اور ہوامش میں فرق:

مسلمان علماء نے اپنے اسلاف کی کتابوں پر شروعات لکھنا چوتھی صدی ہجری میں شروع کیا۔ اس ضمن میں ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم خطابی (م 388ھ) کی صحیح البخاری کی شرح مسی ”اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری“ مشہور و معروف ہے۔ واضح رہے کہ شروع اور حواشی میں فرق ہے۔ شرح میں متن کے ہر لفظ کی وضاحت کی جاتی ہے، اور ہر لفظ کے لغوی معنی اور اس سے مستنبط ہونے والے احکام و فوائد کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ نیز اس میں احکام و فوائد کے دلائل بھی ذکر کئے جاتے ہیں، اور ان پر تبصرہ بھی کیا جاتا ہے، جبکہ حواشی میں کتاب کی عبارت کے ہر لفظ کی وضاحت نہیں کی جاتی، بلکہ صرف ان الفاظ کو زیر غور لایا جاتا ہے جن کی شرح، تعلیق کی ضرورت ہو۔ یہ الفاظ مختلف جگہوں سے منتخب کئے جاتے ہیں، کبھی ایک دوسرے کے قریب بھی ہوتے ہیں اور کبھی بہت فاصلے پر بھی ہوتے ہیں۔

مولفین حضرات کبھی تو اصل کتاب پر حاشیہ لکھتے ہیں، اور کبھی اصل کتاب کی شرح پر بھی حاشیہ لکھا جاتا ہے۔ دوسری صورت میں حاشیہ کے اندر ان الفاظ کو زیر بحث لایا جاتا ہے جنہیں شارح نے نظر انداز کر دیا ہو جبکہ ان کی وضاحت ناگزیر ہو، ایسے حاشیے کو صفحے کے کناروں میں سے کسی

کنارے پر یا صفحے کی چلی جانب لکھا جاتا ہے، اور اسے ایک لکیر (Line) کھینچ کر متن سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ کبھی ایسے حواشی متن کے صفحات میں بھی لکھے جاتے ہیں، لیکن اس صورت میں متن کی عبارت کو توسین (Brackets) کے اندر رکھ کر حاشیہ سے جدا کر دیا جاتا ہے۔

جہاں تک ہوامش (Footnotes) کا تعلق ہے تو موجودہ دور میں اس سے مراد وہ تعلیقات و شروحات ہیں جنہیں محقق صفحات کے نچلی جانب لکھتا ہے، اور متن اور ان کے درمیان میں ایک لائن لگا کر فاصلہ کر دیتا ہے۔ متن میں وارد ہونے والے جس لفظ پر ہامش (Footnote) میں تبصرہ کرنا مقصود ہو اس کے اوپر متن میں ہی توسین کے درمیان ایک نمبر دے دیا جاتا ہے، پھر وہی نمبر ہامش میں درج کئے جانے والے تبصرے کو دے دیا جاتا ہے۔ ایک صفحے کے اندر جن الفاظ پر تعلیقات لگانا مقصود ہو انہیں ترتیب کے لحاظ سے مسلسل نمبر دیئے جاتے ہیں، اور یہی مسلسل نمبر اور ان کی ترتیب صفحے کے نیچے ہامش میں بھی برقرار رہتی ہے۔ نیز ہر نئے صفحے پر دوبارہ سے نئے نمبر لگائے جاتے ہیں۔ البتہ اگر ہر صفحے پر ہوامش لکھنے کا اہتمام نہ کیا جائے بلکہ حواشی و حوالہ جات کو فصل کے آخر تک یا باب کے آخر تک یا پورے مقالے کے آخر تک مؤخر کر دیا جائے، جنہیں اصطلاح میں (Endnotes) کہا جاتا ہے، تو پھر حواشی کو شروع سے آخر تک مسلسل نمبر لگانے پڑیں گے جو ہزاروں کی تعداد تک پہنچ سکتے ہیں، لیکن پہلا طریقہ یعنی ہر صفحے کے الگ الگ ہوامش لگانا زیادہ بہتر اور متداول ہے۔

حاشیے میں کن امور کا تذکرہ کرنا چاہیے؟

اس بارے میں اہل علم و دانش کا اختلاف ہے کہ حاشیے میں کن چیزوں کا تذکرہ کرنا چاہیے اور کن چیزوں کا تذکرہ غیر مفید ہے؟ اس سلسلے میں محققین کا ایک گروہ جس میں چودھویں صدی ہجری کے شیخ محققین عبدالسلام ہارون (م 1408ھ) بھی شامل ہیں، کا کہنا ہے کہ کتابوں پر ہوامش و حواشی لکھنا درست نہیں، بلکہ صرف متن (Text) کو ضبط کیا جائے، اس کی وضاحت کی جائے اور اس کی عبارات پر تحقیق کی جائے۔ موصوف نے بہت سے مصادر عربیہ پر تخریج کا کام کیا ہے، جس میں ان کی زیادہ تر توجہ متن کی تدوین اور اسے تصحیف و تحریف اور اضافہ و نقصان سے محفوظ رکھنے پر مرکوز رہی۔ دوسری جانب محققین کا ایک گروہ مصادر کو حواشی، شروع، تعلیقات اور وضاحتی فوائد کے ذریعے

قاری کے لئے مفید بنانا ضروری سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض متاخرین تو اس سلسلے میں اتنا آگے بڑھے کہ انہوں نے متون (Texts) کو اپنے حواشی اور تعلیقات سے اس قدر بوجھل بنا دیا کہ وہ قارئین کو کتاب کے اصل موضوع کی طرف متوجہ کرنے کی بجائے حواشی میں درج کئے گئے فروعی موضوعات کی طرف لے گئے، جو قارئین کے لئے کسی طرح بھی اہم نہ تھے۔ مذکورہ بالا دونوں گروہوں کے محققین کے اقوال میں تطبیق کی صورت یہ کہ صرف ایسے حواشی درج کئے جائیں جو متن کی الجھنوں کو حل کریں، اور قاری کی توجہ کو متن کی تفہیم تک مرکوز رکھیں، اور جو تعلیقات ایسی نہ ہوں انہیں حواشی میں درج کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ اہل علم و تحقیق کا حاشیے میں درج کئے جانے والے جن امور پر اتفاق ہے، ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

- 1- قرآنی آیات کی تخریج اور قرآن مجید کے غریب و مشکل اور نادر الفاظ کی تفسیر۔
- 2- احادیث نبویہ، آثار صحابہ، اور اقوال تابعین کی تخریج اور ان میں وارد ہونے والے غریب الفاظ کی وضاحت اور صحیح و غیر صحیح کا درجہ بیان کرنا۔
- 3- متن میں وارد ہونے والے غریب الفاظ، نادر اصطلاحات کی لغوی و اصطلاحی وضاحت اور ان کے تلفظ (Pronunciation) کو حروف کے ذریعے ضبط کرنا۔
- 4- غیر معروف شخصیات کا تعارف۔
- 5- غیر معروف مقامات، شہروں، ملکوں، حادثات و واقعات و ادوار کا تعارف۔
- 6- ضرب الامثال اور اشعار کی تخریج، شعروں کے اوزان و بحر، شعراء کے نام اور قصائد کا پیش منظر ضبط کرنا۔
- 7- عبارات و اقتباسات کی تحقیق کر کے اصل مصادر کا حوالہ دینا۔
- 8- مختلف آراء کا تجزیہ و موازنہ اور موافقت و مخالفت کی وجوہات بیان کرنا۔
- 9- متن میں ذکر کردہ مسائل کے دلائل اور ان کی وضاحت کے لئے مثالیں دینا۔
- 10- متن پر ایسا تبصرہ جو اس کے کسی مشکل مقام کی وضاحت کرے یا کسی رائے پر تنقید کرے۔
- 11- داخلی حوالہ جات یعنی قارئین کی ایک ہی موضوع کے بارے میں مقالے میں وارد ہونے والی مختلف معلومات کے مقامات کی طرف رہنمائی کرنا۔

حاشیہ لکھنے کی جگہ:

حاشیہ لکھنے کے لئے مندرجہ ذیل تین مقامات میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا جاسکتا ہے:

- 1- صفحے کے دامن میں (At the bottom of each page)
 - 2- ہر باب یا فصل کے اختتام پر (At the end of each chapter)
 - 3- مقالے کے اختتام پر (At the end of the entire thesis)
- مذکورہ بالا مقامات میں سے کسی مقام کی ترجیح کے بارے میں محققین میں اتفاق نہیں ہے، البتہ تجربات کی روشنی میں اور یونیورسٹیوں میں زیادہ تر رائج طریقہ کار کے مطابق حاشیے کے لئے قابل ترجیح جگہ ہر صفحے کا دامن ہے۔ کیونکہ اس طرح متن اور حاشیہ دونوں بیک وقت نظر میں ہوتے ہیں اور ان کا مطالعہ و موازنہ آسان ہوتا ہے۔ جہاں تک دوسرے دونوں طریقوں کا تعلق ہے تو ان میں متن اور حاشیے میں دوری کی وجہ سے قارئین کو بار بار صفحات پلٹنے کی زحمت کرنا پڑتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا ذہن متن میں موجود مضامین، آراء، نظریات اور افکار کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہو سکتا۔ نیز دوسرا اور تیسرا طریقہ اگر ایک چھوٹے سے مضمون کے لئے، یا زیادہ سے زیادہ ایم اے کے مقالہ کے لئے اپنایا جائے تو حجم کم ہونے کی وجہ سے، چونکہ حواشی کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی، اس لئے کسی حرج اور غلطی کا امکان کم ہوتا ہے، لیکن چونکہ ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کے مقالات حجم میں بڑے ہوتے ہیں، اور ان کے حواشی کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے، اس صورت میں اگر پہلے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا یا تیسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو حواشی کی مسلسل ترقیم (Numbering) کی وجہ سے کسی ایک جگہ غلطی ہونے پر تمام حواشی متاثر ہوں گے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ ہر صفحے کے حواشی اسی صفحے کے دامن میں تحریر کئے جائیں۔

حوالہ دینے کا طریقہ:

قارئین کو متن (Text) سے ہوامش (Footnotes) میں حوالے کی طرف لے جانے

کے لئے مختلف طریقے استعمال کئے جاتے ہیں، مثلاً: نمبرز، شمارز، اور حروف ابجد۔ (۳۵)

ان تمام طریقوں میں سب سے آسان اور زیادہ متداول طریقہ نمبروں کے استعمال کا ہے۔

اکثر محققین یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں، لیکن ریاضی (Mathematic) اور شماریات

(Statistic) سے متعلق تحقیق میں حروف ابجد کا استعمال زیادہ بہتر ہے، تاکہ متن میں وارد ہونے

والے اصل اعداد اور ہوا مش کے نمبرز میں فرق ہو سکے۔

حوالہ جات کی ترقیم (Numbering) کا طریقہ:

حوالہ جات کے لئے جب ترقیم کا طریقہ استعمال کیا جائے تو اس کے لئے تین مختلف طریقے ہیں:

1- ہر صفحے کے حوالہ جات میں الگ ترقیم:

اس طریقے کے مطابق ہر صفحے کے حوالہ جات کی الگ ترقیم کی جاتی ہے۔ ہر صفحے کی

ترقیم اسی صفحے پر ختم ہو جاتی ہے اور نئے صفحے سے نئی ترقیم شروع ہوتی ہے۔

2- فصل کے حوالہ جات کی مسلسل ترقیم:

اس طریقے کے مطابق محقق ایک فصل یا باب کے تمام حوالہ جات کی ابتدا سے انتہا تک مسلسل

ترقیم (Numbering) کرتا ہے اور فصل یا باب کے اختتام پر تمام حوالہ جات درج کئے جاتے ہیں۔

3- مقالے کے تمام حوالہ جات کی مسلسل ترقیم:

اس طریقے کے مطابق محقق اپنے پورے مقالے (Thesis) کے حوالہ جات کی ابتداء سے

انتہا تک مسلسل ترقیم کرتا ہے، اور مقالے کے اختتام پر تمام حوالہ جات اکٹھے ذکر کر دیئے جاتے ہیں۔

ترقیم (Numbering) کا پہلا طریقہ سب سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں زیادہ آسانی اور زیادہ احتیاط

ہوتی ہے، کیونکہ بعض اوقات محقق کو کسی حوالے کو حذف کرنا یا اضافہ کرنا پڑتا ہے، تو اس پہلے طریقے میں

کسی قسم کی بھی تبدیلی کرنے میں زیادہ سہولت ہے۔ اگر دوسرا یا تیسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو کسی ایک

حوالے کی تبدیلی پورے باب، فصل یا مقالے کے حوالہ جات کی تبدیلی پر منتج ہوگی۔ البتہ چھوٹے

چھوٹے مقالات و مضامین میں آخری دونوں طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

حاشیے میں مرجع ذکر کرنے کے عملی نمونے

حوالہ دینے کے عملی نمونے (۳۶):

جب حاشیے میں مرجع یا مصدر پہلی دفعہ لکھا جائے تو اس کے بارے میں مکمل معلومات دینا

ضروری ہے۔ مثلاً: مؤلفین کے ناموں کے اعتبار سے اگر حوالہ دینا ہو تو مولف کا نام، کتاب کا نام،

جلد، ایڈیشن، مقام طباعت، شہر کا نام، ملک کا نام، سال، اور جلد و صفحہ نمبر کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ اسی

طرح اگر اسمائے کتب کے اعتبار سے حوالہ دینا ہو تو پہلے کتاب کا مکمل نام، پھر مؤلف کا مکمل نام اور

مذکورہ بالا طریقے کے مطابق بقیہ معلومات ذکر کی جائیں گی۔ البتہ جب مرجع یا مصدر کا ذکر دوبارہ آئے

تو پھر صرف مولف کا نام کتاب کا نام اور جلد اور صفحہ نمبر ذکر کرنا کافی ہوتا ہے۔ مراجع کو ذکر کرنے کی

مختلف صورتیں ہوتی ہیں جو مختلف حالات کے تحت بدلتی رہتی ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں ہم ان میں

سے اکثر حالتوں کو عملی مثالوں کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

(۱) جب کتاب کا مولف صرف ایک شخص ہو تو اس کا حوالہ اس طرح لکھا جائے گا:

عربی مرجع کی مثال:

ملک، خالق داد (الدكتور). منهج البحث والتحقيق. (لاہور: آزاد بکڈپو،

1999 م). ص 58.

انگریزی مرجع کی مثال:

Whitney, F.I. Elements of Research. (New York: Prentic

-Hall, 1937). P.40.

(ب) اگر کسی کتاب کے دو مولف ہوں تو حوالہ یوں لکھا جائے گا:

عربی مرجع کی مثال:

ریسون طحان و دینیز بیطار طحان. مصطلح الادب الانتقادی المعاصر. (بیروت:

دارالکتب اللبنانی، 1984 م). ص 32.

انگریزی مرجع کی مثال:

Albert Einstein and Leapolf infelf. The Revolution of Physics.

(New York:simon & Schuster, 1938). P.313.

(ج) اگر کسی کتاب کے تین یا تین سے زیادہ مولف ہوں تو صرف مولف اول کا نام لکھا جائے اور

اس کے ساتھ عربی مرجع کے لئے (و آخرون) یا (وزملاؤہ) اضافہ کیا جائے گا۔ اگر مرجع انگریزی

ہو تو مولف اول لکھ کر ساتھ (And Others) یا اختصار کے ساتھ (et al) کو بولڈ (Bold) حروف

کے ساتھ اضافہ کیا جائے گا۔

عربی مرجع کی مثال:

زکی سلیمان، وآخرون. مبادئ الانثر بولوجية. (بيروت: دارالغند، 1967م). ص 557.

انگریزی مرجع کی مثال:

Richard Feynman, et al . The Charachter of Physical Law.

(Cambridge: M.I.T .Press , 1965). P.171.

(د) اگر کسی کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا گیا ہو اور اس پر کسی نے نظر ثانی بھی کی ہو تو اس کا حوالہ اس طرح لکھا جائے گا:

جان سورون. الموت في الفكر الغربي. ترجمہ کامل یوسف حسین، مراجعة و تقدیم عبدالفتاح امام. (دارالکویت: عالم المعرفة، 1983م). ص 136.

مجلات و جرائد کا حوالہ دینے کا طریقہ:

(أ) مجلات کا حوالہ یوں دیا جائے گا:

ملک، خالق داد (الدكتور). "تعليم اللغة العربية في باكستان، مشاكل و حلول". مجلة الكلية الشرقية. (ع 64، اغسطس 2004م). ص 105.

P.A.M., Dirac . "The Evolution of the Physicist's Picture of nature." Scientific American. (May 1963). P.47.

(ب) جرائد و اخبارات کا حوالہ یوں دیا جائے گا:

جريدة الاهرام ، 4 من ديسمبر 1998م. ص 4.

The Nation, December 4, 2010 . P.4

مقالات (Theses) سے حوالہ دینے کا طریقہ:

اگر ایم۔ اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے غیر مطبوعہ مقالہ سے کوئی اقتباس لیا گیا ہو تو حاشیہ میں اس کا حوالہ درج ذیل طریقے سے دیا جائے گا:

ملک، خالق داد . دراسة وتحقیق المخطوط: أشرف الوسائل إلى فهم الشمال لابن حجر الهيتمي المكي. (رسالة الدكتوراه غير منشورة، جامعة

بہار، 1991م). ص 206.

انسائیکلو پیڈیا کا حوالہ دینے کا طریقہ:

1- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، طبعہ. 2- زیر مقالہ "تفسیر".

2. Encyclopedia Britannica, 11th ed., S.V. "cold war".

S.V مخفف ہے (Sub Verbo) کا، جس کا معنی ہے "Under the Word"

آن لائن ڈیٹا بیس (Online Database) مجلات کے مضامین کا حوالہ:

☆ مضمون نگار کا نام Name of The Article's Author.

☆ عنوان مضمون واوین کے اندر Title of Article in "Quotation marks".

☆ مجلہ کا نام خط کشیدہ Journal Title Underlined.

☆ شمارہ نمبر اور جلد نمبر Volume number and issue number.

☆ تاریخ اشاعت مضمون Date of Article's publication .(Year Only)

☆ مضمون کا صفحہ نمبر Page number of the article .

☆ ڈیٹا بیس کا نام خط کشیدہ Database name Underlined.

☆ لوکیشن کا نام جہاں سے ڈیٹا بیس تک رسائی ہوئی.

Name of location through which

جیسے کیلی فورنیا سٹیٹ یونیورسٹی،

database was accessed, e.g. California State

لاس اینجلس، کینیڈی لائبریری۔

University, Los Angeles Kennedy Library.

☆ مخفف یو آر ایل (ویب ایڈریس)

Abbreviated URL (Web Address), e.g.

<http://search.abscohost.com>

Full URL(web address)

مذکورہ بالا مندرجات کو حاشیے میں درج کرنے کی مثال ملاحظہ کیجئے:

Sherman, Chris." Everything you ever wanted to know about URL". SearchEngineWatch. Ed.Danny Sullivan. 24 Aug.2004. 4.Sep.2004

<http://searchenginewatch.com/searchday/article.php/3398511>.

دوبارہ ذکر ہونے والے مراجع کا حوالہ:

اگر کسی مرجع کو دوسری یا تیسری مرتبہ ذکر کیا جائے تو ہر مرتبہ اس کے درج کرنے کا طریقہ

مختلف ہوگا۔

(1) اگر ایک مرجع کا ذکر دو مرتبہ لگا تار بغیر کسی فاصلے کے آ رہا ہو تو اس صورت میں پہلی مرتبہ مرجع

کا ذکر تفصیل سے کیا جائے گا اور دوسری مرتبہ عربی مرجع کی صورت میں یوں لکھا جائے گا:

المراجع نفسه یا المراجع السابق، ص 63.

جبکہ انگریزی مرجع کی صورت میں یوں لکھا جائے گا:

Ibid. , P.63

لفظ "Ibid" دراصل لفظ "ibidem" کا مخفف ہے جس کا معنی ہے: "سابقہ حوالہ" یا محولہ

بالا" یا "حوالہ مذکور"۔

(ب) اگر کسی مرجع کا ذکر دوبارہ آ رہا ہو لیکن دونوں کے درمیان ایک یا ایک سے زیادہ حوالے

پائے جاتے ہوں، البتہ اس مقالے میں اس مولف کے صرف ایک ہی مرجع کا ذکر ہو تو اسے عربی مرجع

کی صورت میں یوں لکھا جائے گا:

ملک، خالق داد، مرجع سبق ذکرہ، ص 63

انگریزی مرجع کی صورت میں اسے یوں لکھا جائے گا:

Huxley , Op . Cit . P.23

مندرجہ بالا تفصیلات کو حاشیہ میں اس طرح درج کیا جائے گا:

Thomas, Calvin. " Last Laughts:Batman,Masculinity, and the Technology of Abjection". Men and Masculinities. 2.1 (1999):26-46. Sociology: ASAGE FULL-TEXT Collection. California State University , LOS Angeles, Kennedy Library. 5 Nov.2008 (www.sagefulltext.com/sociology/7).

☆ ویب سائٹس (websites) کا حوالہ:

عام طور پر ویب سائٹ پر اشاعت کی معلومات مکمل طور پر درج نہیں ہوتیں، اس لئے مندرجہ ذیل میں سے جو معلومات دستیاب ہوں انہیں درج کیا جائے:

☆ مصنف کا نام (اگر موجود ہو)

Name of Author or Editor (if given)

☆ ویب مضمون کا عنوان، "واوین" کے اندر

Title of web article or web content in "Quotation Marks"

☆ میزبان ویب سائٹ کا عنوان خط کشیدہ

Title of Host website Underlined.

☆ ایڈیٹر کا نام

Name of Editor

☆ ویب کے مندرجات کی تاریخ تجدید اور ژن نمبر

Date of Lastest update to web content / version number.

☆ سپانسر کرنے والے ادارے کا نام

Name of Sponsoring institution.

☆ تاریخ رسائی

Date Accessed, e.g. 21 March .2011.

”Op.Cit“ کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ ”Oper Citato“ کا مخفف ہے جس کا معنی ہے: ”ایسا مرجع جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے“۔

اگر سابقہ ذکر ہونے والے مرجع کا صفحہ نمبر بھی وہی ہو تو عربی مرجع کی صورت میں اس کا حوالہ یوں دیا جائے گا:

ملک، خالق داد، مرجع سبق ذکرہ، نفس الموضوع أو نفس الصفحة.

انگریزی مرجع کی صورت میں اسے یوں لکھا جائے گا:

Huxley , Loc.Cit

”Loc.Cit“ کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ ”Loco Citato“ کا مخفف ہے جس کا معنی ہے: ”وہی جگہ یا وہی صفحہ“۔

(ج) اگر کسی مقالہ میں ایک ہی مولف کے دو یا دو سے زیادہ مراجع کا ذکر ہو تو پھر ان میں سے ایک کا دوسری مرتبہ ذکر آئے تو ایسی صورت میں محقق پر لازم ہے کہ مولف کے نام کے بعد مرجع کا نام بھی لکھے۔ عربی مرجع کی صورت میں اس طرح لکھے گا:

ملک، خالق داد، منہج البحث والتحقیق، مرجع سابق، ص 92۔

انگریزی مرجع کی صورت میں اسے یوں لکھا جائے گا:

Hillway . Introduction of research , Op, cit , P.10 (37)

(ب) مصادر و مراجع کی فہرست بنانے کا طریقہ:

(Method of Preparing Bibliography / the works cited list)

مصادر و مراجع کی فہرست مقالے میں ایک اساسی سند کا درجہ رکھتی ہے، جس پر پورے تحقیقی عمل کی توثیق و تصدیق موقوف ہوتی ہے۔ بلاشبہ قاری سب سے پہلے مقالے کے مقدمہ اور فہرست مضامین کے ساتھ ساتھ مصادر و مراجع کی فہرست پر نظر ڈالتا ہے، اس لئے کسی مقالے کے بارے میں سب سے پہلے تاثر (First impression) کی تشکیل کے سلسلے میں فہرست مصادر و مراجع (Bibliography) کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔

مصادر و مراجع کی فہرست میں کن امور کا ذکر کیا جائے؟:

(ا) اس فہرست میں ان تمام مصادر و مراجع کا ذکر آنا چاہیے جن سے مقالہ نگار نے مقالے کی

تیاری میں مدد لی ہو۔ اپنا مواد نقل کیا اور مقالے کے حواشی و حواشی میں ان کا باقاعدہ حوالہ دیا ہو۔

(ب) وہ تمام مراجع جن سے محقق نے استفادہ تو کیا ہو لیکن حواشی میں ان کا ذکر نہیں۔

ایک امانت دار محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف انہی مصادر و مراجع کا ذکر کرے جن سے

اس نے واقعی استفادہ کیا ہو، اسے اسلوب تفصیل سے اجتناب کرنا چاہیے کہ وہ ایسے مصادر و مراجع کا ذکر کر

وے جن سے اس نے استفادہ نہ کیا ہو، بلکہ انہیں دیکھا تک نہ ہو، اور قاری کو محض تاثر دینا چاہتا ہے کہ اس کا

بڑا وسیع مطالعہ ہے۔

مصادر و مراجع کی فہرست کہاں آنی چاہیے؟:

مصادر و مراجع کی فہرست کو درج کرنے کے دو طریقے ہیں:

1- ہر باب یا ہر فصل کے آخر پر

2- مقالے کے آخر پر

پہلا طریقہ صرف اس وقت اپنایا جائے گا جب حواشی و حواشی بھی ہر صفحے کے ذیل کی جائے

باب یا فصل کے اختتام پر درج کئے جائیں۔ اس صورت میں حواشی و حواشی کے بعد ان کے مصادر

و مراجع کی تفصیلی فہرست بھی ساتھ ہی درج کر دی جائے گی، لیکن دوسرا طریقہ زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس

میں تمام مراجع کی فہرست آخر پر ایک ہی جگہ ہونے کی وجہ سے تلاش میں سہولت رہتی ہے۔ (۳۷)

مصادر و مراجع کی ترتیب اور درجہ بندی:

مختلف تحقیقی اداروں، مراکز اور جامعات میں مصادر و مراجع کی ترتیب اور درجہ بندی کا کوئی

متفق علیہ طریقہ رائج نہیں ہے، بلکہ ہر یونیورسٹی اور ہر تحقیقی ادارہ اپنا ایک خاص طریقہ اپناتا ہے اس

سلسلے میں چند اہم طریقے درج ذیل ہیں:

1- مولفین کے اسماء کے لحاظ سے مصادر و مراجع کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دینا۔

2- مصادر و مراجع کو آؤ لوئیٹ، اہمیت اور خاص و عام ہونے کے لحاظ سے حروف تہجی کے

☆ پہلے تفسیر کی کتابوں کو ذکر کیا جائے

☆ پھر حدیث کی کتابوں کو ذکر کیا جائے

3- فہرست مراجع کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے، پہلے حصے میں مصادر (Original Sources) کو مولفین کے ناموں کے لحاظ سے حروف تہجی کے اعتبار سے ذکر کیا جائے، اور دوسرے حصے میں مراجع (Secondary Sources) کو مولفین کے ناموں کے لحاظ سے حروف تہجی کے اعتبار سے ذکر کیا جائے۔

4- حروف تہجی کی ترتیب پر پہلے پرانی کتابوں کو اور پھر نئی کتابوں کو ذکر کیا جائے۔

5- مصادر و مراجع کو موضوعات کے لحاظ سے تقسیم کر کے ہر موضوع کی کتابوں کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دے کر ذکر کیا جائے۔ مثلاً: علوم قرآن، علوم حدیث، علوم فقہ، سیرت، تراجم وغیرہ۔

6- مصادر و مراجع کی انواع کے لحاظ سے انہیں مولفین کے ناموں کے اعتبار سے حروف تہجی کی ترتیب پر درج کیا جائے، اس طریقے کے بہت سے اسالیب ہیں جن میں سے دو اہم درج ذیل ہیں:

(۱)

1- سب سے پہلے عربی مخطوطات

2- عربی کتابیں

3- غیر عربی کتابیں

4- عربی مجلات و رسائل

5- غیر عربی مجلات و رسائل

6- آخر میں ان کتابوں کا ذکر جن کا مولف کوئی شخص نہ ہو بلکہ ادارے ہوں جیسے: عدالتی

فیصلے، انسائیکلو پیڈیا، سرکاری دستاویزات اور اخبارات وغیرہ، لیکن ان سب کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہوگی۔

(ب)

جب مصادر و مراجع مختلف زبانوں میں ہوں تو ہر مجموعے کو دوسرے سے الگ کر کے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دے کر لکھا جائے مثلاً:

عربی مصادر و مراجع.

انگریزی مصادر و مراجع.

اردو مصادر و مراجع.

فارسی مصادر و مراجع. (۳۸)

فہرست مصادر و مراجع کی ترتیب کا بہترین طریقہ:

مصادر و مراجع کی فہرست ترتیب دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تمام مصادر و مراجع کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

1- عربی مصادر و مراجع

2- غیر عربی مصادر و مراجع

خواہ مصادر و مراجع کتابیں ہوں یا رسائل و مجلات یا انسائیکلو پیڈیا یا انٹروپوزیٹار یا ریکارڈ شدہ کیسٹس اور سی ڈیز وغیرہ۔ ان تمام مصادر و مراجع کو ان کے مولفین کے لحاظ سے یا اشاعتی اداروں (اگر کوئی مولف نہ ہو) کے لحاظ سے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا جائے۔ عربی مصادر و مراجع کو پہلے حصے میں اور غیر عربی مصادر و مراجع کو دوسرے حصے میں درج کیا جائے (۳۹)

فہرست مصادر و مراجع (Bibliography) میں مراجع کو لکھنے کا طریقہ:

1- جب مرجع و مصدر کوئی کتاب ہو تو اس کی معلومات کو درج ذیل طریقے سے درج کیا جائے
گا: مولف کا مشہور نام و لقب یا اس کے دادا کا نام یا قبیلے کا نام یا مشہور نسبت، اس کے بعد قوم (،) آئے گا۔

2- مولف کا ذاتی نام پھر اس کے والد کا نام، اگر وفات پا گیا ہو تو بریکٹ میں اس کی تاریخ وفات اور اس کے بعد نقطہ (.) آئے گا۔

عملی مثالیں

عربی مرجع کی مثال:

مؤلف کا مشہور نام، ذاتی نام، کتاب کا نام، ایڈیشن نمبر، مقام اشاعت: ناشر کا نام، سال اشاعت.

ملک، خالق داد (الدكتور)، منهج البحث والتحقيق، الطبعة الأولى، لاہور: آزاد بکڈپو، 2003 م.

انگریزی مرجع کی مثال:

Whitney, F.I. Elements of Research. New York: Prentic -

Hall, 1937.

☆ اگر مرجع کسی مجلہ میں شائع ہونے والا مضمون ہو تو اس کو فہرست مراجع میں مندرجہ ذیل طریقے سے درج کیا جائے گا:

1- مضمون نگار کا نام مذکورہ طریقہ کے مطابق لکھیں.

2- داوین (" ") کے درمیان مضمون کا عنوان (Title) تحریر کریں.

3- مجلے کا نام خط کشیدہ .

4- مجلے کا شمارہ نمبر یا جلد نمبر لکھیں.

5- قوسین () کے درمیان شمارے کی تاریخ اشاعت اور اس کے بعد قومہ (،) آئے گا.

6- مضمون کے آغاز کا صفحہ اور انتہاء کا صفحہ نمبر درج کریں.

عملی مثالیں

عربی مرجع کی مثال:

مضمون نگار کا نام، "عنوان مضمون"، مجلے کا نام، شمارہ نمبر، (تاریخ اشاعت)، صفحہ / صفحات:

ملک، خالق داد (الدكتور)، "أوضاع اللغة العربية في باكستان، الماضي

والحاضر"، مجلة القسم العربي، ع 12 (مايو 2002 م)، ص 49 - 60

3- کتاب کا نام خط کشیدہ (Underline) اور آخر میں نقطہ (.) آئے گا۔

4- ایڈیشن نمبر، اور اس کے بعد نقطہ (.) آئے گا۔

5- مقام اشاعت اور اس کے بعد دو نقطے (:)

6- ناشر کا نام اور اس کے بعد قومہ (،) آئے گا۔

7- سال اشاعت اور اس کے بعد نقطہ (.)

8- اگر ناشر کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو تو قوسین میں () (بدون ناشر) لکھا جائے گا۔

9- اگر سال اشاعت مذکور نہ ہو تو قوسین میں (بدون تاریخ أو سنة) لکھا جائے گا۔

10- اگر کتاب ترجمہ شدہ ہے تو مؤلف کا نام، پھر کتاب کا نام، پھر مترجم کا نام اور پھر بقیہ معلومات ذکر کی جائیں۔

11- اگر ایک کتاب کے مؤلفین ایک سے زیادہ ہوں تو ان کے اسماء اسی ترتیب کے مطابق ہوں گے جو کتاب کے ٹائٹل پر درج ہیں۔

12- مؤلف کا علمی لقب جیسے ڈاکٹر، استاذ، پروفیسر، شیخ، امام، مولانا، حافظ وغیرہ (اگر لکھنا ضروری ہو تو) مؤلف کے نام کے بعد قوسین میں لکھا جائے۔

13- اگر کتاب کا مؤلف نام معلوم ہو تو نام کی جگہ "مجهول" لکھا جائے۔

14- اگر ایک مؤلف کی ایک سے زیادہ کتابیں ہوں تو وہ تمام کتابیں اکٹھی اس کے نام کے بعد حروف تہجی کے اعتبار سے درج کی جائیں اور ہر کتاب کو تہجی ترتیب کے مطابق نمبر دیا جائے۔

15- جو کتاب جس زبان میں ہو اسی میں اس کا نام تحریر کیا جائے، البتہ اگر مقالہ عربی میں ہے تو کتاب کا اصل نام درج کرنے کے بعد بریکٹ میں اس کا عربی ترجمہ ذکر کیا جائے گا۔

16- اگر کتاب انگریزی زبان میں ہے تو اس کے متعلق تمام معلومات بھی انگریزی میں دی جائیں۔ نیز اسے بائیں جانب سے لکھا جائے۔ سب سے پہلے مؤلف کا نام، پھر کتاب کا نام، اور پھر باقی معلومات درج کی جائیں۔ (۴۰)

☆۔ یونیورسٹی مقالات کو فہرست مراجع میں مندرجہ ذیل طریقے سے درج کیا جائے گا:

- 1- مذکورہ طریقہ کے مطابق محقق کا نام۔
- 2- مقالے کا عنوان خط کشیدہ الفاظ میں لکھیں۔
- 3- مقالے کا درجہ: ایم۔ اے، ایم۔ فل یا پی ایچ۔ ڈی،
- 4- یونیورسٹی کا نام اور اس کے بعد قومہ (ء) آئے گا۔
- 5- مقالے کی تاریخ اجرا اور اس کے بعد نقطہ آئے گا۔ (۴۱)

عملی مثال:

ملک ، خالق داد . دراسة و تحقیق شرح قصيدة البردة للجناہی. رسالة

الماجستير، جامعة بنجاب، لاہور، پاکستان، 1986 م .

فصل سادس (6):

مقالہ کی کمپوزنگ، تصحیح اور آخری کتابی شکل

(Composing ,Proof reading and Final Shape of thesis)

(۱) مقالے کی کمپوزنگ کا فارمیٹ: (Format)

محقق اپنی تحقیق مکمل کرنے کے بعد اپنے نگران استاد اور یونیورسٹی کے متعلقہ شعبہ کو درخواست دے کر مقالے کی کمپوزنگ کی اجازت لیتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ نگران استاد اور یونیورسٹی کے متعلقہ شعبہ کی طرف سے رسمی اجازت سے پہلے مقالے کی کمپوزنگ کرنا درست نہیں۔ اجازت کے حصول کے بعد محقق یونیورسٹی مقالات کی کمپوزنگ کے ماہرین یا کمپیوٹر کمپوزنگ سنٹر سے رابطہ کرے اور یونیورسٹی کی شرائط اور فارمیٹ (Format) کے مطابق اپنے مقالے کی کمپوزنگ کرائے۔

عام طور پر مقالے کی کمپوزنگ میں مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے:

☆ صفحے کا سائز: (21 x 30) سینٹی میٹر ہونا چاہیے، جسے عام طور پر (A4) کہا جاتا ہے۔

عربی اور اردو مقالات میں دائیں طرف ڈیزھ انچ اور بائیں طرف ایک انچ حاشیہ چھوڑا جائے۔ اوپر اور نیچے ڈیزھ انچ حاشیہ ہونا چاہیے۔ صفحہ نمبر ہر صفحے کے درمیان یا بائیں طرف درج کیا جائے۔ تحریری حصے کا سائز (6.5) انچ تا (8.5) انچ ہونا چاہیے۔ انگریزی مقالات میں بائیں طرف ڈیزھ انچ اوپر، نیچے اور دائیں طرف ایک انچ حاشیہ چھوڑا جائے۔ ٹائمز نیورومن (TimesNew Roman) فونٹ، اور (12.Point) سائز میں کمپوز کیا جائے۔ ہر نیا پیرا گراف آدھا انچ فاصلہ چھوڑ کر شروع کیا جائے۔

☆ حروف کا سائز عربی متن کے لئے زیادہ سے زیادہ (18 pt) اور حواشی کے لئے (16 pt) ہونا چاہیے جبکہ اردو متن کے لئے (15pt) اور حاشیے کے لئے (14pt) ہونا چاہیے۔

عام طور پر ابواب کے عنوانات: (24pt)، فصول کے عنوانات (22pt)، مباحث کے عنوانات (20 pt +bold) اور ذیلی عنوانات (20pt) پر مشتمل ہونے چاہیں۔ مقالے کے درمیان میں ہر باب کا ٹائٹل ایک علیحدہ صفحہ پر بھی لکھا جائے اور باب کا عنوان جلی حروف میں (30pt)

صفحے کے درمیان میں لکھا جائے۔ اس کے بعد اسی صفحہ پر یا اگلے ورق پر باب کی فصول کے عنوانات درج کریں۔

☆ ایک صفحے پر سطروں کی تعداد (بشمول حوالہ جات و حواشی) 25 تا 27 سطریں ہونی چاہئیں۔

☆ ایک سطر میں الفاظ کی تعداد 13 تا 15 الفاظ ہونے چاہئیں۔

مقالہ کے درجہ کے لحاظ سے صفحات کی تعداد:

☆ کلاس اسائنمنٹ اور سمیسٹر انٹرم پیپر کے لئے 5 تا 15 صفحات۔

☆ ایم۔ اے کے مقالہ کے لئے 75 تا 150 صفحات۔

☆ ایم۔ فل کے مقالہ کے لئے 200 تا 300 صفحات (متن (Text) کے چالیس ہزار الفاظ)

☆ پی ایچ۔ ڈی کے مقالہ کے لئے 300 تا 500 صفحات (متن کے چالیس ہزار تا ایک لاکھ بیس ہزار الفاظ)۔

محقق کو پرنٹ نکالنے سے پہلے مذکورہ بالا تمام شرائط کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس لئے کہ اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو یونیورسٹی انتظامیہ مقالے کو رد بھی کر سکتی ہے۔ بعض کمپوزر اپنا معاوضہ بڑھانے کے لئے ان شرائط اور یونیورسٹی فارمیٹ کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں۔ وہ مقالے کے صفحات بڑھانے کے لئے حروف کا سائز بڑا کر دیتے ہیں۔ یا سطر کا سائز چھوٹا کر دیتے ہیں یا سطروں کے درمیان فاصلہ (Space) بڑھا دیتے ہیں یا ایک صفحے پر سطروں کی تعداد کم کر دیتے ہیں، یا مطبوعہ صفحے کا سائز چھوٹا کر دیتے ہیں، یا اوپر نیچے دائیں، بائیں کا مارجن (Margin) زیادہ کر دیتے ہیں۔ اس طرح ان کے لئے 50 صفحات کو 100 میں تبدیل کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا، لہذا محقق کو ان کی اس چالاکی سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

پروف کی تصحیح:

حقیقت یہ ہے کہ محقق کی تمام محنت آخری مرحلے میں ایک کمپیوٹر کمپوزر کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے، لہذا کمپوزر پڑھا لکھا عربی الفاظ و حروف کی پہچان کرنے والا اور اسلامی اصطلاحات کو سمجھنے والا ہونا چاہیے، تاکہ وہ کمپوزنگ کرتے وقت کم سے کم غلطیاں کرے۔

پروف (Proof) کی تصحیح سے مراد یہ ہے کہ کمپوزڈ شدہ مقالے کو باریک بینی سے پڑھا جائے، اور کمپوزر کی طرف سے سرزد ہونے والی اغلاط کی نشاندہی اس طرح کی جائے کہ ایک سرخ

روشنائی والے قلم سے غلط کتابت کے گئے لفظ پر دائرہ بنا کر ایک لائن کھینچی جائے، اور صفحے کے کنارے پر خالی جگہ پر درست لفظ کو دائرے کے اندر لکھا جائے۔

تجربات ثابت کرتے ہیں کہ کمپوزنگ کی اکثر غلطیاں محقق کی اپنی گندی لکھائی (Poor Handwriting) کی وجہ سے جنم لیتی ہیں، اس لئے محقق کو چاہیے کہ اپنی تحریر کو واضح اور خوبصورت بنائے تاکہ کمپوزر کے لئے اسے سمجھنے میں مشکل نہ ہو۔ نیز مقالے کے مسودے پر صفحات کے نمبر لگا کر ابواب و فصول کی ترتیب اور تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے کمپوزر کے حوالے کرے، تاکہ وہ معلومات یا صفحات کو آگے پیچھے کمپوز نہ کر دے، کیونکہ اس مرحلے پر بار بار تبدیلی و تغیر کی گنجائش نہیں ہوتی۔

محقق مسودے کی پروف ریڈنگ کر کے کمپوزر کے حوالے کر دیتا ہے، تاکہ وہ نشاندہی کی گئی اغلاط کی اصلاح کرے، اور مقالے کی تصحیح شدہ نئی کاپی نکالے، اور ایک دفعہ پھر نظر ثانی کے لئے محقق کے حوالے کرے، تاکہ وہ پروف میں کی گئی اغلاط کی تصحیح کو ملاحظہ کر سکے۔ اس پروف خوانی کو ’تصحیح اول‘ (فرسٹ پروف) کہا جاتا ہے۔ محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقالے کے تین پروف پڑھے، تاکہ کتابت اور کمپوزنگ کی کوئی غلطی باقی نہ رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کمپوزنگ اور کتابت کی اغلاط مقالے کا حسن و انذار کر دیتی ہیں اور زبانی امتحان (Viva Voce and Public Defence) کے وقت محقق کی پوزیشن بہت کمزور کر دیتی ہیں، اور یہ بھی واضح رہے کہ ان اغلاط سے محفوظ مقالہ پیش کرنا اول و آخر محقق کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ (۴۲)

(ب) مقالے کی آخری کتابتی شکل:

مقالہ عام طور پر مندرجہ ذیل عناصر پر مشتمل ہوتا ہے:

1۔ بیرونی صفحہ عنوان (External Title Page)

2۔ اندرونی صفحہ عنوان (Internal Title Page)

3۔ انتمساب (Dedication)

4۔ اظہار تشکر و امتنان (Acknowledgement)

5۔ مقدمہ (Preface)

6۔ مقالے کا بنیادی موضوع جو کئی ابواب و فصول سے تشکیل پاتا ہے (Chapters & Sections)

(Sections)

(Summary, Findings, Recommendations and Suggestions)

8- ملحقات اور ضمیمے (Appendixes)

(جیسے نقشے، خاکے، ٹیبلز، دستاویزات، چارٹس، تصاویر اور وہ تمام اہم مواد جو ابواب و فصول میں شامل نہیں ہو سکا، اسے ضمیمہ جات میں شامل کیا جائے گا)

9- فہارس فنیہ و تحلیلیہ (اشاریہ): (Technical and Analytical indexes)

(جیسے قرآنی آیات، احادیث، اعلام، اماکن و بلدان، اشعار، مصطلحات وغیرہ کی فہرست)

10- فہرست مصادر و مراجع (Bibliography)

11- فہرست موضوعات / فہرست عام (List of Contents / General Index)

اب ہم مذکورہ بالا عناصر مقالہ پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں:

1- بیرونی صفحہ عنوان: (External Title Page)

بیرونی صفحہ عنوان پر مندرجہ ذیل چیزیں درج کی جاتی ہیں:

عنوان مقالہ، اس کے نیچے علمی درجے کا نام یعنی ایم۔ اے، ایم۔ فل، پی ایچ۔ ڈی وغیرہ،

اس کے نیچے درمیان میں یونیورسٹی یا ادارے کا مونوگرام، اس کے نیچے مونوگرام کے دائیں طرف محقق کا نام اور رول نمبر وغیرہ، اس کے متوازی بائیں طرف نگران استاد کا نام، پھر ان سب کے نیچے یونیورسٹی اور متعلقہ شعبے کا نام، اور صفحے کے آخر میں تعلیمی سال یا سیشن درج کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس بیرونی صفحہ عنوان پر صفحہ نمبر نہیں لکھا جائے گا۔

2- اندرونی صفحہ عنوان: (Internal Title Page)

یہ صفحہ بیرونی صفحہ عنوان کے فوراً بعد ہوتا ہے، اور اس پر بھی وہی معلومات ہو بہو درج کی

جاتی ہیں جو بیرونی صفحہ عنوان پر موجود ہوتی ہیں، اور اس پر بھی صفحہ نمبر نہیں لکھا جائے گا۔ اندرونی صفحہ عنوان کے بعد درج ذیل سرٹیکلٹس لگائے جائیں گے:

1- نگران مقالہ کی طرف سے سفارشی مراسلہ (Forwarding Letter)

2- اس بات کا حلف (Declaration) کہ محقق کا کام اصلی (Original) ہے، سرقہ

(Plagiarism) سے پاک ہے اور یہ کسی اور جگہ سند کے حصول کے لئے پیش نہیں کیا گیا۔

3- انتساب: (Dedication)

انتساب مختصر الفاظ اور انتہائی خوبصورت اور دلکش عبارات میں لکھا جاتا ہے۔ اس میں محقق عام طور پر اپنی تحقیق کو اپنی کسی پسندیدہ (Ideal) شخصیت، یا کسی ادارے یا مختلف افراد کی طرف منسوب کرتا ہے۔ واضح رہے کہ انتساب تحقیقی مقالے کی شرائط میں سے نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ سے مقالے میں حسن، جاذبیت اور عمدگی پیدا ہوتی ہے، اس پر بھی صفحہ نمبر نہیں لکھا جائے گا۔

4- اظہار تشکر و امتنان: (Acknowledgement)

اظہار تشکر و امتنان کے لئے علیحدہ صفحہ تحریر کرنا ضروری نہیں، بلکہ یہ محقق کی صوابدید ہے کہ وہ اگر چاہے تو اس کے لئے علیحدہ صفحہ مقرر کرے، اور اگر چاہے تو مقدمہ کے ذیل میں ہی اظہار تشکر و امتنان شامل کر دے۔ البتہ محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلمات تشکر میں صدق و سچائی اور متانت و سنجیدگی سے کام لے۔ کلمات تشکر کا یہ گلدستہ کسی ایسے شخص کو پیش نہ کرے جو اس کا اہل نہیں، اور ایسے لوگوں کو فراموش بھی نہ کرے جو واقعی اس گلدستہء محبت کے اہل تھے۔ نیز شکر یہ ادا کرنے میں طبل نوازی، مبالغہ، خوشامد، بے جا تعریف اور افراط و تفریط سے کام نہ لے۔

5- مقدمہ: (Preface)

مقدمہ کو مضامین تحقیق کی کنجی کہا جاتا ہے۔ محقق کو اپنے مقدمے کا آغاز اللہ تعالیٰ کے مبارک نام، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام سے کرنا چاہیے، کیونکہ ہر کام کو ان امور سے شروع کرنا مستحب ہے اور علمی کاموں میں تو خاص طور پر ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ سرکارِ دو جہاں علیہ التحیۃ و الثنا کا ارشاد گرامی ہے۔ ”کمل عمل لا یبدأ فیہ باسم اللہ فہو أبتو“۔ ”ہر وہ کام جو اللہ کے نام مبارک سے شروع نہ کیا جائے وہ ادھورا رہتا ہے“۔ چنانچہ علمائے اسلام کا معمول رہا ہے کہ وہ اپنی کتابوں کے مقدمات کو فصیح و بلیغ انداز میں اللہ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام سے آراستہ کرتے ہیں۔

مقالے کا مقدمہ مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہوتا ہے:

1- موضوع کا تعارف (Introduction) زمانی و مکانی یا نوعی تحدید، اہداف تحقیق کی

وضاحت، موضوع کی اہمیت اور اختیار موضوع کے اسباب۔

2- فرضیہ تحقیق (Hypothesis) کی وضاحت اور سابقہ کام کا جائزہ (Literature Review)

3- منہج و طریقہ تحقیق (Methodology) کی وضاحت اور اس منہج کو اختیار کرنے کے اسباب کا بیان۔

4- ذرائع و وسائل تحقیق (Research Sources and Aids) کی وضاحت۔

5- مقالے کے ابواب و فصول کا مختصر تعارف اور ان کے باہمی تعلق و ربط پر تبصرہ۔

6- مقالے کے بنیادی مصادر (Basic Sources) کا مختصر الفاظ میں تعارف۔

7- مبالغے کی آمیزش سے بچتے ہوئے دوران تحقیق پیش آنے والی مشکلات کا ذکر۔

مقدمے کے صفحات کی ترتیم حروف ابجد یا رومن ہندسوں کے ذریعے کی جائے گی لیکن اگر مقدمہ حروف ابجد سے زیادہ طویل ہو تو پھر مقدمے کے پہلے صفحے سے نمبرنگ (Numbering) شروع ہو جائے گی۔

6- بنیادی موضوع مقالہ: ابواب و فصول (Chapters & Sections)

مقدمہ کے بعد محقق تحقیق کے بنیادی موضوع کو شروع کرتا ہے، اور اس موضوع کو ابواب و فصول میں تقسیم کر کے اپنے افکار کو سپرد قلم کرتا چلا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ ابواب و فصول کی تقسیم و تعداد کے لئے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں ہے، بلکہ ہر مقالے اور اس کے مواد کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی بھی مناسب طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ بعض مقالات میں مواد صرف ابواب پر تقسیم کیا جاتا ہے البتہ یہ بہت ضروری ہے کہ مقالے کے تمام ابواب و فصول کے درمیان منطقی تسلسل و ترتیب اور باہمی ربط و تسبیح اور توازن ہو۔

نیز ابواب و فصول کے عنوانات اور ذیلی عنوانات کے انتخاب میں بھی باریک بینی سے کام لیا جائے۔ ہر باب اور فصل کو نئے صفحے سے شروع کیا جائے، اور ہر باب شروع کرنے سے پہلے اس باب کے عنوان کا ایک ناسٹل صفحہ (Title Page) لگایا جائے۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مقالے کے بنیادی موضوع یعنی پہلے باب کے شروع ہوتے ہی مقالے کے صفحات کی ترتیم (Numbering) شروع ہو جائے گی۔

7- خلاصہ تحقیق، نتائج اور سفارشات و تجاویز:

(Summary, Findings, Recommendations, & Suggestions)

بعض تحقیقی مقالات کے آخر میں ایک مستقل باب باندھا جاتا ہے جس میں نتائج تحقیق کا

ذکر ہوتا ہے، لیکن خلاصہ اور نتائج کے لئے الگ باب باندھنا ضروری نہیں، اور بالخصوص پی ایچ۔ ڈی سے کم درجے کے مقالات میں الگ باب بنانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ ”خلاصہ و نتائج تحقیق“ کا ایک عنوان دے کر ان تمام نتائج کو مقالے کے آخر میں ذکر کر دیا جائے۔ لیکن محقق پر لازم ہے کہ وہ خلاصہ تحقیق اور نتائج کے طور پر صرف جدید اور انتہائی اہمیت کی حامل چیزوں کا ذکر کرے۔

خلاصہ اور نتائج کے بعد محقق کچھ سفارشات (Recommendations) اور تجاویز (Suggestions) ذکر کرتا ہے، جن میں وہ ان اہم نکات کا ذکر کرتا ہے جو قابل تحقیق تھے، لیکن محقق کچھ وجوہات کی بنا پر ان پر تحقیق نہ کر سکا، یا ان کا حل تلاش نہ کر سکا، اور بعد میں آنے والے محققین کو ان کی طرف توجہ کرنے اور انہیں حل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

8- ملحقات اور ضمیمے (Appendixes):

ملحقات اور ضمیمہ جات میں ایسی دستاویزات ذکر کی جاتی ہیں جن کا مقالے کے ساتھ تعلق ہوتا ہے یا وہ مقالے کے موضوع سے متعلق اہم خطوط، ٹیبلز، نقشہ جات اور تصاویر پر مشتمل ہوتی ہیں یا ایسا مواد جو مقالے کے موضوع کے لئے تائید و تقویت کا باعث ہو۔ لیکن کسی فنی سبب (جیسے مقالے کی ضخامت کا زیادہ ہونا) کی وجہ سے انہیں متن میں جگہ نہیں دی جاتی۔ لہذا محقق انہیں خلاصہ و نتائج کے بعد مقالے کے آخر میں ذکر کر دیتا ہے۔

9- فہارس فنیہ و تحلیلیہ (Technical & Analytical Indexes):

انہیں اردو زبان میں اشاریہ جات کا نام بھی دیا جاتا ہے اور بعض محققین انہیں فہارس عامہ (General Indexes) بھی کہتے ہیں۔ یہ فہارس موجودہ دور کی علمی تحقیق میں بنیادی اہمیت اختیار کر گئی ہیں بلکہ مقالے کی اساسیات و ضروریات شمار ہونے لگی ہیں۔ ان فہارس کا مقصد قارئین کرام کے لئے مقالے کے اندر آنے والی معلومات کی طرف رہنمائی کو آسان بنانا ہوتا ہے۔ محقق کو چاہیے کہ مقالے میں درج کئے جانے والے چارٹس، ٹیبلز، گرافس، نقشہ جات کے علاوہ قرآنی آیات، احادیث، اعلام و شخصیات، اشعار و ارجاز، اماکن و بلدان اور مصطلحات وغیرہ کی الگ الگ فہرست بنائے، اور فہرست میں ان تمام امور کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دے اور ان کے آگے مقالے کا صفحہ نمبر درج کرے، یہ تمام فہارس ملحقات کے بعد درج کی جائیں گی۔

۱۰۔ فہرست مصادر و مراجع (Bibliography):

مراجع و مصادر کی فہرست فنی فہارس کے بعد اور فہرست موضوعات (عام) سے پہلے درج کی جاتی ہے ہم فصل سادس میں اس فہرست کے تیار کرنے کا طریقہ تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

۱۱۔ فہرست موضوعات / فہرست عام (List of Contents/General Index):

اس فہرست کو ”فہرست محتویات“، ”فہرست مندرجات“، ”فہرست مضامین“ اور ”فہرست مشمولات“ بھی کہتے ہیں۔ فہرست موضوعات میں مقالے کے ابواب و فصول اور مباحث کا ذکر صفحہ نمبر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ فہرست عربی مقالات میں عام طور پر مقالے کے آخر میں لگائی جاتی ہے جبکہ انگریزی مقالات و کتب میں یہ شروع میں درج کی جاتی ہے۔ مشہور محقق ڈاکٹر غازی عنایت کی رائے بھی یہ ہے کہ فہرست موضوعات کو مقالے کے شروع میں ہونا چاہیے۔ ان کے خیال میں مقالے کے صفحہ عنوان (Title Page) کے فوراً بعد فہرست موضوعات کو ہونا چاہیے تاکہ قاری کے لئے مقالے کے مندرجات اور مشمولات تک رسائی آسان ہو سکے (۴۳)

حواشی باب اول

- 1- سورة المائدة، الآية: ۴۸.
- 2- يعقوب، أميل (الدكتور). كيف تكتب بحثاً أو منهجية البحث. (لبنان: جروس برس، 1986 م). ص ۱۰.
- 3- عبد أسعيد، محمد توهيل فايز (الدكتور). كيف تكتب بحثاً وكيف تفهم أسس البحث العلمي. (ط ۱، الكويت: مكتبة الفلاح، 1998 م). ص 28.
- وساعاتي، أمين (الدكتور). تبسيط كتابة البحث العلمي من البكالوريوس ثم الماجستير وحتى الدكتوراه. (ط ۱، مصر الجديدة: المركز السعودي للدراسات الاستراتيجية، 1991 م). ص ۴۳.
- والهادي، محمد محمد (الدكتور). أساليب إعداد و توثيق البحوث العلمية. (القاهرة: المكتبة الأكاديمية، 1995 م). ص ۲۴.
- وعبيدات، ذوقان (الدكتور)، وآخرون. البحث العلمي: مفهومه، أدواته، أساليبه. (الرياض: دار أسامة للنشر والتوزيع، 1997 م). ص ۴۱.
- 4- عناية، غازي (الدكتور). إعداد البحث العلمي: ليسانس، ماجستير، دكتوراه. (الإسكندرية: مؤسسة شباب الجامعة، 1980 م). ص ۴۱.
- 5- شلبي، أحمد (الدكتور). كيف تكتب بحثاً أو رسالة. (ط ۲، القاهرة: مكتبة النهضة المصرية، 1997 م). ص ۱۳.
- 6- فوده، حلیمی محمد (الدكتور) و عبد الله، عبد الرحمن صالح (الدكتور). المرشد في كتابة الأبحاث. (ط ۶، جدة: دار الشروق، 1992 م). ص ۳۸.
- 7- القاسمي، محمد جمال الدين. قواعد التحديث من فنون مصطلح الحديث. (ط ۲، القاهرة: دار إحياء الكتب العربية، 1961 م). ص ۳۸.
- 8- عناية، غازي (الدكتور). مرجع سبق ذكره. ص ۹۱.
- 9- الهواري، سيد (الدكتوراه). دليل الباحثين في كتابة التقارير و رسائل الماجستير والدكتوراه. (ط ۲، القاهرة: مكتبة عين شمن، 1980 م). ص ۴۳.

- 10- Manual of Standards for Reports , Theses and Dissertation. -10
Graduate School of Business Administration, New York
University Book Centers, 4th Edition , 1963.
- 11- النحولي ، محمد علي (الدكتور). كيف تكتب بحثاً. (ط ١، الأردن: دار الفلاح للنشر، 1996م). ص ٥٦، ٤٥ (بتصرف)
- 12- شلبي ، أحمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ٣٧-٣٩.
- 13- المرجع السابق، ص ٤١، ٤٦.
- 14- يعقوب، أميل (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ٤٠.
- 15- قد نقلنا هذه المعلومات بتصرف من "كيف تكتب بحثاً" للدكتور النحولي، ص ٢٥.
- 16- شلبي، أحمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ١٢٤.
- 17- نغش، محمد (الدكتور). كيف تكتب بحثاً أو تحقق نصّاً. (ط ١، القاهرة مطبعة الحلبي، ١٩٩٠م). ص ٤.
وساعاتي، أمين (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ١٢٤ -
وفوده، حلبي محمد، و عبد الله، عبد الرحمن صالح (الدكتور). مرجع سبق ذكره.
ص ٢٢٩.
- 18- المرعشلي ، يوسف (الدكتور). أصول كتابة البحث العلمي. (ط ١، لبنان: دار المعرفة، ٢٠٠٣م). ص ٨٤.
- 19- نقلا عن "كيف تكتب بحثاً أو رسالة" للدكتور أحمد شلبي، ص ٧١.
- 20- Hillway, Tyrus. Introduction To Research. 2nd ed. Boston: Houghton Mifflin co, 1964. p.130.
- 21- MLA Handbook for writers of Research papers. 7th ed. (www.mlaformat.org)
- 22- الخشت، محمد عثمان (الدكتور). فن كتابة البحوث العلمية وإعداد الرسائل الجامعية. (القاهرة: مكتبة ابن سينا، ١٩٨٩م). ص ١٣. ونغش، محمد (الدكتور)، مرجع سبق ذكره. ص ١٢. وساعاتي، أمين (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ١٣٤.
- 23- عناية، غازي (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ٣٩. وفوده، حلبي محمد و

- عبد الله عبد الرحمن (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ١٩٧.
- 24- المرعشلي، أصول كتابة البحث العلمي، ص ١١٥.
- 25- نديم، عبد الماجد (الدكتور). المدخل إلى استخدام الحاسوب لطلاب اللغة العربية. (ط ١، لاهور: اوريننتل بكتس، ٢٠١٠م). ص ٧٥. وبخاري، سيد حيدر علي. اسلامی تحقیق کے جدید ذرائع. (مقاله ایم. اے. كالج آف شريعة، منہاج یونیورسٹی، لاهور، ٢٠٠٧-٢٠٠٨م)
- 26- نقلا عن "كيف تكتب بحثاً أو رسالة" للدكتور أحمد شلبي، ص ٩٢.
- 27- المرجع نفسه، ص ١٢٢-١٢٤.
- 28- عناية، غازي (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ٦٠، ٥٩.
- 29- الكندري، عبد الله عبد الرحمن (الدكتور)، وعبد الدائم، محمد أحمد (الدكتور). مدخل إلى مناهج البحث العلمي في التربية والعلوم الانسانية. (ط ١، الكويت: مكتبة الفلاح، ١٩٩٣م). ص ١٤٤ وما بعدها.
وعبيدات، ذوقان (الدكتور)، وآخرون. مرجع سبق ذكره، ص ١٢١ وما بعدها
والهادي، محمد محمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ١٥٨ وما بعدها.
- 30- عاقل، فاجر (الدكتور). أسس البحث العلمي في العلوم السلوكية. (ط ٣، بيروت: دار العلم للملايين، ١٩٨٨م). ص ٩٢، ٨٣.
- والهادي، محمد محمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ١٤٣-١٥٠.
- والكندري، عبد الله عبد الرحمن (الدكتور)، عبد الدائم، محمد أحمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ١٥٢، ١٥١.
- وفوده، حلبي محمد، وعبد الله، عبد الرحمن صالح (الدكتور)، مرجع سبق ذكره.
- 31- النحولي ، محمد علي . مرجع سبق ذكره، ص ١٠٥.
- 32- عناية، غازي (الدكتور)، مرجع سبق ذكره، ص ٦٩-٧٢ ونغش، محمد (الدكتور)، مرجع سبق ذكره، ص ٩.
- 33- محمد عارف، پروفیسر . تحقیقی مقالہ نگاری. (لاهور: ادارہ تالیف و ترجمہ پنجاب یونیورسٹی، ١٩٩٩ع). ص ٤٧٥-٤٨١.
- 34- حروف ابجد کی ترتیب مندرجہ ذیل ہے: ا، ب، ج، د، ه، و، ز، ح، ط، ی، ک، ل، م، ن، س، ع،

ف، ص، ق، ر، ش، ت، ث، خ، ذ، ض، ظ، غ، ہولت اور آسانی سے یاد رکھنے کے لیے ان کی مختصر شکل مندرجہ ذیل ہے: ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ٹخذ، ضظغ۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے: MLA Handbook for Writers of Research Papers, 7th Edition. Citation examples. pp.142

(www.mlaformat.org)

36- شلبی، أحمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ۱۳۳، ۱۴۱.

وعناية، غازي (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ۷۶.

وفوده، حلیمی محمد، و عبد اللہ، عبد الرحمن صالح (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ص ۲۴۶-۲۷۰.

والخشت، محمد عثمان (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ص ۹۵، ۱۰۲.

37- عناية، غازي (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ۷۳.

38- الخشت، محمد عثمان (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ص ۱۵۴، ۱۵۶.

وشلبی، أحمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ص ۱۷۴، ۱۷۶.

39- فوده حلیمی محمد، و عبد اللہ، عبد الرحمن صالح (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ص ۲۷۲.

40- الخشت، محمد عثمان (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ص ۱۰۶، ۱۰۸.

41- عناية، غازي (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ص ۷۷، ۷۸.

وشلبی، أحمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ص ۱۲۹، ۱۳۰.

42- المرعشلی، یوسف (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ص ۲۷۱، ۱۷۲.

وفوده، حلیمی محمد، و عبد اللہ، عبد الرحمن صالح (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ص ۲۵۸-۲۵۶.

والخشت، محمد عثمان (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ص ۸۹-۹۳.

وشلبی، أحمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ۱۳۳.

43- عناية، غازي (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص ۸۷.

باب ثانی:

مخطوطات کی تدوین کا طریقہ کار

Methodology of Editing the

Manuscripts

تمہید و تعارف

(۱) مخطوطات کی تاریخ، تعارف اور اہمیت:

”مخطوطہ“ کسے کہتے ہیں؟:

مخطوطہ (قلمی کتاب) سے مراد ہر ایسی قدیم کتاب ہے جو مؤلف نے خود اپنے ہاتھ سے لکھی ہو یا اس کے شاگرد میں سے کسی نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہو یا ان کے بعد آنے والے کاتبوں نے اسے ہاتھ سے تحریر کیا ہو۔

مخطوطات کی بہت سی اقسام ہیں۔ سب سے پہلی قسم وہ ”نسخہ اصلہ“ یا ”نسخہ الام“ (Original copy) ہے جسے مؤلف نے خود اپنے ہاتھ سے پر دفتر طاس کیا ہو۔ اس کے بعد وہ نسخہ جو نسخہ اصلہ سے نقل کیا گیا ہو۔ پھر فرعی نسخے جنہیں اصلی یا ثانوی نسخوں سے نقل کر کے تیار کیا گیا ہو۔ کوئی نسخہ (Copy) جو اصل نسخے سے جتنا قریب العہد ہوگا اتنا ہی اہم ہوگا۔

جب لفظ ”مخطوطہ“ کا ذکر آتا ہے تو ہمیں اپنے عظیم آباء و اجداد اور مشاہیر اہل اسلام کے علوم کا وہ عظیم سرمایہ یاد آ جاتا ہے جو کئی صدیوں سے ایک عظیم علمی ورثہ کی حیثیت سے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود محفوظ ہے۔ یہ بہت اہم اور قیمتی ورثہ ہے جس سے کسی طرح بھی روگردانی یا پہلو تہی نہیں کی جاسکتی۔

مخطوطات درحقیقت بعد میں لکھی جانے والی کتابوں کا مصدر اور سرچشمہ ہیں۔ یہ جدید دور کی کتابوں کے لئے ”امہات“ کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ انسانی تہذیب و ثقافت کی اساس اور جدید تمدن کا شاندار ستون ہیں۔ (۱)

تدوین کیا ہے؟:

اردو زبان میں ”تدوین“، عربی میں ”تحقیق“ اور انگریزی میں ”ایڈیٹنگ“ (Editing) ایک جدید اصطلاح ہے، جس سے مراد مخطوطہ، (قلمی کتاب) کو ایسی صحیح شکل میں متعارف کروانا جیسے کہ اس کے مؤلف نے اسے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا، وہ قابل مطالعہ و قابل فہم ہو جائے اور مقررہ معیارات کے مطابق اسے مدون شکل میں پیش کیا جائے۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی مخطوطہ کی تدوین

کا عمل اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مخطوطہ کا عنوان، اس کے مولف کا نام، مخطوطہ کی مولف کی طرف نسبت، مخطوطے کی عبارت اور اس میں آنے والے تمام مواد کو اول لفظ سے آخری لفظ تک پوری تحقیق، تصدیق اور ضبط کے ساتھ مرتب و مدون کیا جائے اور اسے ایسی صورت میں منصفہ شہود پر لایا جائے جو اس کے مولف کی وضع کردہ صورت کے بالکل مطابق ہو۔
مخطوطات کی تاریخ:

مخطوطات کا وجود اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ فن کتابت یعنی جب سے انسان نے لکھنا سیکھا اسی وقت سے مخطوطات ظہور پذیر ہونا شروع ہو گئے۔ انسانیت کی طویل تاریخ میں فن تحریر و کتابت کی ایجاد بہت بڑا کارنامہ شمار ہوتی ہے۔ سب سے پہلے انسان نے اپنے افکار و نظریات کو چٹانوں پر کندہ کر کے ریکارڈ کرنا شروع کیا۔ پھر کچھ مذہبی لوگوں نے اپنی دینی تعلیمات عبادت گاہوں کی دیواروں پر نقش کیں۔ یہاں تک کہ قدیم مصری علماء نے 3100 ق م میں تحریر کے لئے سب سے پہلے پتوں کا استعمال کیا۔ وہ ان پر لکھ کر انہیں مٹی کے گھڑوں اور منکوں میں ڈال کر مقبروں اور عبادت گاہوں میں رکھ دیتے تھے۔ اس طرز کے مخطوطات اس وقت معلوم ہوئے جب اردن میں بحر مدار کے قریب قرآن نامی آثار قدیمہ سے ایسے مٹی کے گھڑے دریافت ہوئے جن میں پتوں پر لکھا ہوا تورات کا سب سے قدیم نسخہ موجود تھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخطوطات اور دستاویزات کی سب سے پہلی قسم وہ تھی جو پتھروں پر تحریر کی گئی جیسے ”حجر رشید“ نامی پتھر تحریر کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور پھر دوسری قسم پتوں پر تحریر کی صورت میں سامنے آئی۔ علاوہ ازیں 500 ق م میں قائم شدہ کچھ کتب خانوں کے آثار بھی شام کے شمال مغربی علاقے ”راس شمرا“ میں منظر عام پر آئے، جہاں مٹی کی بنائی ہوئی تختیوں پر دستاویزات تحریر کی گئی تھیں۔ ان تختیوں کو مخطوطات کی تیسری قسم شمار کیا جاتا ہے۔ (۲)

چین میں مخطوطات کی ایک چوتھی قسم بھی دریافت ہوئی کیونکہ وہاں پر ”تسائی لون“ نامی چینی انجینئر نے 105ء میں کاغذ ایجاد کر لیا تھا۔ اس نے پودوں کی چھال اور روئی کو چینی مٹی میں ملا کر اور خشک کر کے کاغذ بنایا، اور وہاں کے علماء نے اس پر سیاہی کے ذریعے لکھنا شروع کیا۔

یونان میں جانوروں کی کھال کو مخطوطات اور دستاویزات کی تحریر کے لئے استعمال کیا گیا، جبکہ رومانیوں نے مخطوطات کی کتابت کے لئے تمام وسائل و ذرائع استعمال کئے۔ انہوں نے اپنے

گھروں میں ذاتی کتب خانے قائم کئے، کیونکہ وہ اپنے بچوں کے لئے تعلیم کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ انہی لائبریریوں نے رومانیوں کے علمی ورثہ کو بر بادی و تباہی سے محفوظ رکھا۔

تاریخی شواہد سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ عرب زمانہ اسلام میں کتابت و تحریر کے فن سے واقف تھے۔ وہ اپنے اہم واقعات کو کھجور کے پتوں، کھجور کی چھال، جانوروں کی ہڈیوں، سفید ملائم پتھروں اور کھالوں پر لکھ لیا کرتے تھے۔ عربوں میں لکھنے کا زیادہ تر رجحان جزیرہ عرب کے شمالی علاقوں میں تھا جہاں ان کے ایرانی اور رومی تہذیب کے ساتھ گہرے روابط تھے۔

عدی بن زید عبادی (م 35 ق ھ) کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ جب وہ لڑکپن میں داخل ہوا تو اس کے والد نے اسے ایک مدرسے میں داخل کر دیا، جہاں اس نے عربی زبان میں مہارت حاصل کی۔ پھر وہ کسریٰ کے دربار میں پہنچا اور یہی وہ پہلا شخص تھا جس نے کسریٰ کے دربار میں عربی میں انشاء پر دازی کی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کچھ ایسے سکول موجود تھے جہاں بچوں کو کتابت، شعر و شاعری اور ایام عرب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ (۳)

عہد نبوی میں کتابت کا رواج:

عہد نبوی علیٰ صلحہ الصلوٰۃ والسلام میں کتابت کا رواج زمانہ جاہلیت کی نسبت وسیع پیمانے پر پھیل گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید نے بھی لکھنے پڑھنے اور تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا، اور سرکار دو جہاں (ﷺ) نے بھی اپنے صحابہ کو اس کی تلقین فرمائی۔ جدید اسلامی سلطنت کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کاتبین کی کثیر تعداد وجود میں آئی، جن میں کاتبین وحی بھی شامل تھے۔ جن کی تعداد (40) تک جا پہنچی۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی کاتبین کی تعداد میں بدرجہ با اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ منورہ کی 9 مساجد میں مسلمانوں کے بچے قرآن مجید، قرأت و کتابت اور اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ پڑھے لکھے مسلمان اپنے بھائیوں کو بلا معاوضہ لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے (۴)

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے غزوہ بدر کے پڑھے لکھے قیدیوں پر یہ شرط عائد کی تھی کہ وہ مدینہ منورہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں تو انہیں آزاد کیا جاسکتا ہے۔ فن کتابت کی اشاعت و رواج کی وجہ سے علم کی تدوین و حفاظت پر بڑا گہرا اثر پڑا، جس کے نتیجے میں سب سے پہلے قرآن مجید پھر مختلف دستاویزات و معاہدات اور گورنروں اور بادشاہوں کی طرف بھیجے جانے

والے خطوط کی کتابت و تدوین عمل میں آئی۔ یہ تمام وہ چیزیں تھیں جن کی ایک نئی قائم ہونے والی سلطنت کو ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح عہد نبوی میں حدیث نبوی کا کچھ حصہ بھی ان صحابہ کرام کے ذریعے تدوین کیا گیا جنہیں خود رسول اللہ (ﷺ) نے احادیث لکھ لینے کی اجازت عطا فرمائی تھی جیسے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما حدیث نبویہ کو قلم بند کر لیتے تھے۔

عہد فاروقی میں کتابت:

خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کتابت سلطنت کے اعمال کا ایک بنیادی جزو بن گئی تھی۔ اس دور میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا گیا اور اس کے ساتھ نسخے تیار کر کے اسلامی سلطنت کے مختلف علاقوں میں بھیجے گئے۔

دوسری صدی ہجری، ارتقائے کتابت کا عظیم دور:

دوسری صدی ہجری میں تالیف و تدوین کی تحریک عروج پر پہنچ گئی۔ سب سے پہلے احادیث کی جمع و تدوین اور کتابت پر بھرپور محنت کی گئی۔ پھر مغازی و سیر کی کتابت عمل میں آئی۔ اسی طرح پھر لغت، شاعری اور تاریخ کی کتابیں منظر عام پر آنے لگیں۔

ترجمے کی تحریک کا آغاز بنو امیہ کے دور سے ہوتا ہے اور یہ تحریک خلیفہ مامون کے زمانے میں اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گئی۔ کیونکہ اس دور میں یونانی، فارسی، رومانی اور سریانی تہذیب و ثقافت کو عربی زبان میں نقل کرنے کا آغاز ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ مساجد میں درس و املاء کے حلقے قائم ہوئے۔ باقاعدہ معلمین اور طلبہ کا طبقہ وجود میں آیا۔ اسی طرح کتب اُمالی (زبانی لکھوائی گئی کتابیں) املاء کروائی گئیں جن میں ابولعلی القالی کی ”کتاب الامالی“ اور ثعالبی کی ”کتاب الامالی“ بہت مشہور ہیں۔

تیسری صدی ہجری اور طبقہ ”وراقین“ کا ظہور:

تیسری صدی ہجری میں طبقہ وراقین کا ظہور ہوا۔ طبقہ وراقین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کاغذ کی صنعت، قلمی نسخوں کی تیاری، نسخوں کی تصحیح، جلد بندی، کتابت اور شیئٹری جیسے امور کو اپنا روزگار اور ذریعہ معاش بنایا۔ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وراقین کا طبقہ بیک وقت ناشر اور طابع کا کام کرتا تھا۔ بعض شہروں میں وراقین کے بڑے بڑے بازار تھے، جنہیں موجودہ دور کے تحقیقی مراکز اور علمی اداروں کے مساوی سمجھا جاسکتا ہے۔ بغداد میں وراقین کے بازار میں شیئٹری کی (100) سے زائد دکانیں تھیں۔ یہ دکانیں محض کتابوں کے کاروباری مراکز نہ تھیں بلکہ یہاں بڑے

بڑے شعراء، ادباء، علماء اور اہل فن بھی جمع ہوتے تھے، اور اسی طرح یہ دکانیں فکری سرگرمیوں اور مختلف علوم و فنون میں مسلمان علماء کی کاوشوں کا مرکز تھیں۔

تیسری صدی ہجری کا سورج غروب ہونے سے پہلے مختلف علوم و فنون میں مسلمانوں کی تالیفات کی کثرت ہو چکی تھی۔ ابن خلدون نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

”اس وقت تمام اسلامی ممالک میں آبادی، تہذیب و ثقافت اور ترقی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی۔ علوم کے بازار انتہائی سرگرم تھے۔ کتابوں کے نسخے تیار کئے جا رہے تھے۔ ان کی کتابت اور جلد بندی کا عمدہ معیار تھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے شاہی محلات اور کتب خانے اسلامی کتابوں سے اس انداز میں بھر گئے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔“ (۵)

اسلامی مخطوطات کا ناقابل تلافی نقصان:

مسلمانوں نے علمی پہلو سے انسانی تہذیب کی جو خدمت سرانجام دی ان سے پہلے کسی امت کو ایسی سعادت نصیب نہ ہوئی۔ انہوں نے علوم کی پیش کش اور تہذیب و تمدن کی ترقی میں فعال کردار ادا کیا۔ آج دنیا کی لائبریریوں میں پڑے لاکھوں مخطوطات مسلمانوں کی علم دوستی پر گواہ ہیں۔ اگرچہ حوادث زمانہ نے گذشتہ کئی صدیوں سے ان مخطوطات کو جلانے، ضائع کرنے، دریا برد کرنے، پھاڑنے، ختم کرنے اور صفحہ ہستی سے مٹانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تاریخ کے صفحات ان واقعات سے بھرے پڑے ہیں کہ جب تاتاریوں نے شہر بغداد پر حملہ کیا تو انہوں نے قیمتی عربی، اسلامی مخطوطات کو بھی نشانہ بنایا اور ان میں سے کئی لاکھ مخطوطات ضائع کر دیئے، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ دریائے دجلہ اور فرات کا پانی نیلے اور کالے دورنگوں میں تبدیل ہو گیا تھا، اور اس کی وجہ ان میں پھینکے جانے والے مخطوطات کے قیمتی خزانے تھے جنہیں مسلمان علماء نے خون جگر سے تحریر کیا تھا (اناللہ وانا الیہ راجعون) (۶)

اہل مغرب کی طرف سے مسلمانوں کے علمی احسانات کا بدلہ:

اہل مغرب تک علم کی رسائی میں اہل اسلام کا بہت بڑا کردار ہے، بالخصوص اسلامی اندلس کو یورپ کی تعلیم و ترقی میں مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ اس دور میں اندلس کی اسلامی حکومت نے اپنے اردگرد کے ہمسایہ ممالک کا ثقافتی و تہذیبی معیار بہت بلند کر دیا تھا۔ نیز اسلامی سلطنت نے اسلامی

ثقافت کے ساتھ ساتھ گذشتہ امتوں کے ورثے کی حفاظت کا فریضہ بھی سرانجام دیا، بلکہ اس ورثے کو پروان چڑھنے کا موقع بھی فراہم کیا۔ آج یونانی علماء کا علمی سرمایہ اگر محفوظ ہے تو صرف عربی کتابوں میں۔ مسلمانوں نے پوری علمی امانت و دیانت کے ساتھ یونانی و افریقی علوم کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ ان کے اصحاب علم اور دانش وروں کے تذکرے بھی تحریر کئے، اور پھر ان علوم پر خوبصورت شروحات اور حواشی لکھے۔ اسی طرح اہم سابقہ کے علوم و معارف کو قیامت تک محفوظ رہنے والی زبان ”عربی میں“ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ لیکن افسوس! ان امتوں نے مسلمانوں کے احسانات کا اچھا بدلہ نہیں دیا، بلکہ نیکی کا بدلہ برائی سے دیا۔ چنانچہ جب اندلس میں اسلامی حکومت کی بنیادیں ذرا کمزور دکھائی دیں تو اندلس کے باشندے عیسائی بادشاہ فرڈی نینڈ (Ferdinand) اور اس کی بیوی ایزابلا (Esabella) کی قیادت میں مسلمانوں کے آخری قلعے ”غرناطہ“ پر چڑھ دوڑے۔ اہل اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ مسلمانوں کی عصمتیں برباد کر دیں۔ ان کے اموال لوٹ لئے۔ گھروں پر قبضہ کر لیا۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی دھجیاں بکھیر دیں اور ان ہتھتے بستے شہروں سے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے جلا وطن کر دیا، اور جو باقی بچ گئے انہیں 789ء میں جبراً عیسائی بنانے کی مہم شروع کر دی۔

انہوں نے جہاں ایک طرف مسلمانوں کے خون کو ارزاں کر دیا، تو ساتھ ساتھ ان کے علمی خزانوں، کتب خانوں اور کتابوں کو نذر آتش کر دیا، اور بہت سی نادر اور قیمتی کتابیں چوری کر کے لے گئے۔ ان میں سے ایک سرجری اور میڈیسن پر تالیف کی گئی مشہور اندلسی مسلم سرجن ابو القاسم زہراوی کی (30) جلدوں پر مشتمل کتاب ”التصریف“ بھی تھی جو سترہویں صدی عیسوی تک یورپ کے تمام میڈیکل کالجز میں بطور نصاب شامل رہی۔ اہل کنیہ (چرچ) اسلامی فکر سے خوفزدہ تھے کہ کہیں ہسپانوی مسلمان بچے اپنے آباؤ اجداد کے علمی ورثے پر مطلع نہ ہو جائیں، لہذا 905ھ میں عیسائی پادری نمینس نے حکم دیا کہ بلاد اندلس کے اطراف و اکناف میں موجود تمام اسلامی کتابوں کو ”اسکوریاں چرچ“ (Escorial Church) کے صحن میں جمع کیا جائے۔ چنانچہ عیسائی دانش وروں نے وہاں پر جمع کئے گئے ایک لاکھ سے زائد مخطوطات کو نذر آتش کر کے جشن منایا۔ (۷) مذکورہ بالا حوادث زمانہ کے علاوہ مخطوطات کے تلف کرنے میں کچھ طبعی عوامل بھی کار فرما رہے ہیں جن میں زلزلے، سیلاب، کیڑا لگنا، حشرات الارض، آگ کا لگنا، چوری ہونا اور عدم توجہ قابل ذکر ہیں۔

تدوین مخطوطات کی اہمیت:

اس کے باوجود اب بھی مسلمانوں کے علمی ورثے میں موجود مخطوطات کی تعداد دوسری اقوام و اہل کی کتابوں سے کہیں زیادہ ہے۔ آج بھی لاکھوں مخطوطات دنیا کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں اور اسی طرح اسلامی ممالک کی لائبریریاں بھی ان مخطوطات سے مالا مال ہیں۔ یہ علمی ورثہ مور زمانہ کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے آباؤ اجداد کی علمی ترقی اور فکری پختگی کی خبر دیتا ہے۔ نیز زبان حال سے محقق طلبہ، علمی اداروں اور اسلامی دنیا کی یونیورسٹیوں سے فریاد کر رہا ہے کہ اسے زندہ کیا جائے، اس کے قیمتی علمی موتیوں سے اور فکری و تہذیبی دولت سے استفادہ کیا جائے۔ آج ہمیں کس قدر ضرورت ہے کہ ہم اپنے حاضر کو اپنے ماضی کے ساتھ مربوط کریں، اور اس عظیم علمی اور فکری سرمایہ سے فائدہ اٹھائیں جسے ہمارے اسلاف صالحین نے ہمارے لئے وراثت میں چھوڑا ہے۔

آج اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اسلامی دنیا کی یونیورسٹیاں اور تحقیقی مراکز مخطوطات کے احیاء کا اہتمام کریں اور ایم۔ اے، ایم۔ فل، پی ایچ۔ ڈی کے محققین کی توجہ ان مخطوطات کی طرف مبذول کرائیں اور ان میں موجود لعل و جواہر کو منصفہ شہود پر لانے کی کاوش کریں، بجائے اس کے کہ انہیں کسی نئے موضوع پر مقالہ لکھنے کی تلقین کی جائے حالانکہ اکثر اوقات کچھ نیا وجود میں نہیں آتا، اور انسانی علوم (Social Sciences) میں تو تکرار در تکرار اور نقل در نقل کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جبکہ کسی مخطوطے کی تحقیق و تدوین کا مقصد اس کا احیاء اور اسے تباہی و بربادی اور نیستی سے بچانا ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایک عظیم علمی سرمایہ جو تباہی و گم نامی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے اسے تحقیق و تدوین سے آراستہ کر کے محفوظ ہاتھوں میں پہنچانا ہوتا ہے۔ اس طرح مخطوطات پر تحقیق کرنے والا طالب علم عربی و اسلامی لائبریری میں ایک نئے علم کا اضافہ کرتا ہے، کیونکہ وہ مخطوطے کی تدوین کے دوران اس کے مؤلف کے دور میں پچشم تصور زندگی گزارتا ہے، اور پھر اپنے خاص اسلوب اور اپنے الفاظ میں اس کے علم و فکر کو زندہ کر کے اہل علم کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

قدیم علمی و ادبی ورثے کا احیاء ایک انتہائی اہم، مفید اور قابل قدر کام ہے۔ اسی لئے مستشرقین (Orientalists) نے قلمی کتابوں کی تحقیق و تدوین کو بہت اہمیت دی۔ یورپین یونیورسٹیوں میں منہج بحث (Methodology of Research) کے ساتھ ساتھ منہج تدوین مخطوطات (Methodology of Manuscripts Editing) سے آگاہی کا اہتمام بھی کیا گیا

لیکن ہمارے ہاں عربی و اسلامی علوم کے کارلز اور اہل علم کی اس اہم کام کی طرف رغبت و توجہ بہت کم ہے، بلکہ وہ اس کی اہمیت و افادیت سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ لہذا انٹرنیشنل تحقیقی اسالیب کو سامنے رکھتے ہوئے قدیم قلمی کتابوں کے احیاء اور تحقیق و تدوین کی طرف توجہ مبذول کرنا بہت ضروری ہے تاکہ ہماری علمی میراث کا حقہ محفوظ ہو سکے۔

ہمارے اسلاف کرام نے عربی زبان و ادب اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے موضوع پر ضخیم سرمایہ سپرد قلم کیا تھا لیکن اس سرمایہ کا ایک بڑا حصہ آج روشنی کی دنیا میں بھی قلمی نسخوں کی صورت میں دنیا کی لائبریریوں کے تاریک کونوں میں موجود ہے اور ان سے علمی فوائد حاصل کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

صدیوں سے لائبریریوں کے کونوں گوشوں میں محفوظ یہ قیمتی دولت مسلمان محققین سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ فکری و علمی اور تہذیبی و ثقافتی استفادہ کے لئے اس علمی سرمایہ کی طرف رجوع کریں، تاکہ وہ اس محفوظ علمی ورثہ کے ذریعے اپنے اسلاف کی علمی ترقی اور فکری پختگی کا اندازہ لگا سکیں، اور اپنے حال کو اپنے شاندار ماضی کے ساتھ جوڑ سکیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستانی یونیورسٹیوں میں السنہ شرقیہ اور عربی و اسلامیات کے شعبوں میں ایم۔ اے، ایم۔ فل، پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر کام کرنے والے محققین کی توجہ مخطوطات کی تحقیق و تدوین کی طرف مبذول کرائی جائے، اور ان نوادرات کو تدوین و مطالعہ کے ذریعے قابل فہم اور قابل مطالعہ بنا کر نئی زندگی دی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بغداد میں عربی و اسلامی مخطوطات کے دشمن اول ہلاکو خان کے ہاتھ سے بچ جانے والا یہ علمی ورثہ اور اسلامی اندلس میں اسکوریال چرچ کے پادریوں کے ہاتھوں نذر آتش ہونے سے بچ جانے والی قیمتی اسلامی میراث اس نئی ہزاری (New Millennium) میں کسی معاند مخطوطات کے ہاتھوں آتش و دریا کی نذر کر دی جائے، اور اس طرح مسلم امہ کی نئی نسل اپنے آباؤ اجداد کی تحریروں سے استفادہ تو درکنار خدا نخواستہ انہیں دیکھنے سے بھی محروم ہو جائے۔ لہذا ہمارے خیال میں اس علمی میراث کو نقصان اور تباہی سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ مغرب و مشرق کی دیگر یونیورسٹیوں کی طرح پاکستانی یونیورسٹیاں بھی ایم۔ اے، ایم فل اور پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر اس قلمی میراث کے احیاء اور حفاظت کا کام کروائیں۔

(ب) عربی مخطوطات کے عالمی کتب خانے (۸):

اسلامی علمی ورثہ اس وقت دنیا کے بہت سے کتب خانوں اور عجائب گھروں میں مخطوطات کی شکل میں محفوظ ہے۔ ان مخطوطات کو مائیکروفلمز کی شکل میں رکھا گیا ہے تاکہ ہر طالب علم اپنی مرضی سے ان کی تصویر لے سکے اور یہ مخطوطات اپنی اصلی حالت میں بھی محفوظ رہیں، کیونکہ زیادہ ہاتھوں کا استعمال یعنی طور پر انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ان مخطوطات تک زیادہ سے زیادہ لوگوں کی رسائی کے لئے عرب دنیا کے بعض کتب خانوں نے دنیا بھر کی لائبریریوں سے اور عجائب گھروں سے مخطوطات کی مائیکرو فلمیں حاصل کی ہیں، تاکہ ہر محقق اپنی مرضی کے مطابق مخطوط کی کاپی یا آسانی اور سہولت سے حاصل کر سکے۔ جن عظیم الشان اداروں نے مخطوطات کی کاپیاں جمع کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے، ان تحقیقی مراکز میں قاہرہ کا ”معد الخوطات العربیة“ (Institute of Arabic Manuscripts) ریاض کا ”مرکز الملک فیصل“ (Centre of King Faysal) اور جامعات میں مکہ مکرمہ کی ”جامعة ام القرى“ مدینہ منورہ کی ”الجامعة الاسلامیة“ اور مصر کی ”جامعة الازہر“ شامل ہیں۔ اسلامی و عربی دنیا کے مشہور کتب خانے:

اب ہم کچھ اہم اسلامی اور عربی ملکوں میں موجود کتب خانوں کا ذکر کرتے ہیں، جہاں بہت سے اسلامی عربی مخطوطات موجود ہیں، اور محققین ان لائبریریوں سے خاطر خواہ استفادہ کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ ہم صرف مشہور پبلک لائبریریوں کا ذکر کریں گے۔ یونیورسٹیوں، علمی اداروں، اکیڈمیوں، مراکز تحقیق کی لائبریریاں اور لوگوں کی ذاتی لائبریریاں ان کے علاوہ ہیں۔

۱۔ اردن (Jordan):

1۔ دارالکتب الأردنی، عمان، (www.babylon.com/)

2۔ مكتبة الجامعة الأردنية، (www.library.ju.edu.jo/)

3۔ المكتبة الوطنية الأردنية، (www.cybrarians.info/index.php?)

۲۔ تیونس (Tunisia):

1۔ مكتبة الجامع الكبير، قیروان، (www.kalemasawaa.com)

2۔ مكتبة جامع الزيتونة، تونیس، (www.mediafire.com)

3۔ المكتبة الوطنية التونسية، (www.wikibrary.org/)

2-مکتبہ ام درمان المركزية. (www.mild-kw.net/daleel.php)

۶- شام (Syria):

1- المکتبہ الظاہریہ ، دمشق . (www.yashamm.com)

2- دارالکتب الوطنیہ، حلب . (www.esyria.sy/)

(www.aawsat.com)

3- معہد المخطوطات العربیہ، حلب . (www.makhtut.net)

4- دارالمکتبات الوقفیۃ الإسلامیہ ، حلب . (www.alzatari.net)

۷- عراق (Iraq):

1- مکتبہ الأوقاف العامہ، بغداد . (www.ahlalhdeeth.com)

2- المکتبہ العامہ ، بغداد . (www.iraqcenter.net)

3- دارالکتب العمومیہ ، بغداد . (www.mahaja.com)

4- المکتبہ الوطنیہ العراقیہ . (www.iraqna.org)

۸- فلسطین (Palestine):

1- مکتبہ المسجد الأقصى المبارک، بیت المقدس .

(www.al-quds-online.org)(www.al-msjd-alaqsa.com)

2- المکتبہ الخالیدیہ، بیت المقدس . (www.khalidilibrary.org)

3- نوادر مخطوطات الجامع العمری الكبير .

www.landcivi.com/new_page_352.htm

۹- کویت (Kuwait):

1- مکتبہ الكويت الوطنیہ . (www.kuwait-history.net)

2- المکتبہ الأهلیہ العامہ، کویت . (www.kuwaitagenda.com)

3- موقع المکتبات العامہ، کویت . (www.nationalkuwait.com)

۱۰- لبنان (Lebanon):

1- المکتبہ الوطنیہ، بیروت . (www.fuadsiniora.com)

4- المکتبہ العبدلیہ . (www.ahlalhdeeth.com)

5- المکتبہ الصادقیہ . (www.books.google.com/)

۳- الجزائر (Algeria):

1- مکتبہ جامعہ باجی مختار، عنابة .

(University Badji Mokhtar, Annaba)

(www.university-directory.ed/algeria/annaba)

2- المکتبہ البادیسیہ ، قسنطنیہ .

(www.ya3rebiya.maktoobblog.com)

3- مکتبہ مدینة بحایة . (www.alyaseer.net)

4- المکتبہ الأهلیة ، الجزائر سٹی . (www.alraimedia.com)

5- مکتبہ الجامع الكبير، الجزائر سٹی . (www.alyaseer.net)

۴- سعودی عرب (Kingdom of Saudi Arabia):

1- مکتبہ المسجد النبوی الشریف . (www.mktaba.org/)

2- مکتبہ الحرم المکی الشریف . (www.gph.gov.sa/)

3- مکتبہ مکة المكرمة . (www.makkawi.com)

(یہ لائبریری اس گھر میں بنائی گئی ہے جہاں سرکارِ درو جہاں (علیہ السلام) کی ولادت باسعادت ہوئی تھی)۔

4- مکتبہ عارف حکمت، مدینة منورہ .

(www.al-madina.com)(www.ahbab-taiba.com)

5- مکتبہ محمودیہ ، مدینة منورہ . (www.torathayat.com)

6- مکتبہ الأديب ماجد الكردي، مكة المكرمة .

(www.alyaseer.net)(www.aafnan.jeeran.com)

7- دارالکتب الوطنیہ ، ریاض . (www.alriyadh.com)

۵- سوڈان (Sudan):

1- مکتبہ السودان، خرطوم . (www.puka.cs.waikato.as.nz/)

- 4- نیشنل لائبریری کلکتہ (www.kolkata.clickindia.com)
- 5- ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری۔ کلکتہ (www.asiaticsocietycal.com)
- 6- ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری، ممبئی (www.asiaticsocietymumbai.org)
- 7- Survey of Manuscripts in India (www.ignca.nic.in/manus004/htm)
- ۱۶- ایران (Iran):
- 1- سنٹرل لائبریری، تہران (www.library.tehran.ir)
- 2- خزانہ مخطوطات مکتبات اصفہان (www.ibna.ir)
- 3- سنزول لائبریری، اصفہان (www.wikimapia.org)
- 4- المکتبۃ المركزية للمخطوطات الإسلامية، تبریز (www.awkafmanuscripts.org/)
- 5- المکتبۃ المركزية، زنجان (www.ibna.ir/)
- 6- المکتبۃ العامة، أردبیل (www.shabestan.net/)
- 7- المکتبۃ المركزية، مشهد (www.imamreza.net)
- ۱۷- ترکی (Turkey):
- 1- استنبول یونیورسٹی لائبریری، Istanbul University Library (اس لائبریری میں 17 ہزار مخطوطات ہیں۔) (www.istanbul.edu.tr/english/libraries.php)
- 2- مخطوطات ترکی - Manuscripts of Turkey Libraries (www.yazmalar.gov.tr/)
- 3- مرکزی لائبریری، استنبول - Central Library Istanbul (www.ibb.gov.tr/libraries/central library)
- 4- استنبول پبلک لائبریری - Istanbul Public Library

- 2- مکتبۃ الجامع الكبير، صیدا (www.majles.alukah.net)
- ۱۱- لیبیا (Libya):
- 1- المکتبۃ الوطنية، طرابلس (www.dalilalkitab.net)
- 2- مکتبۃ طرابلس العلمية العالمية (www.tisb.com.ly/)
- ۱۲- مراکش (Morocco):
- 1- الخزانة الملكية، رباط (www.majles.alukah.net)
- 2- المکتبۃ العامة، رباط (www.derfoufi.y007.com/)
- 3- مکتبۃ جامع القرويين، فاس (www.isegs.com)
- 4- خزانة الجامع الكبير، طنجة (www.badii.maktoobblog.com/)
- ۱۳- مصر (Egypt):
- 1- دار الكتب المصرية، قاہرہ (www.darelkotob.gov.eg/)
- 2- مکتبۃ الأزهر (www.azhar.edu.eg/pages/central_lib.htm)
- (یہ کتب خانہ نادر کتابوں اور قیمتی مخطوطات کی کثرت کی وجہ سے پورے عالم اسلام میں مشہور ہے)
- 3- المکتبۃ العامة لبلدية الإسكندرية (www.africanmanuscripts.org)
- ۱۴- یمن (Yemen):
- 1- المکتبۃ العمومية، جامع صنعاء (www.alyaseer.net)
- 2- مکتبۃ الجامع الكبير، صنعاء (www.ansab-online.com)
- ۱۵- انڈیا (India):
- 1- اورینٹل پبلک لائبریری، بانگی پور (books.google.com/)
- 2- آصفیہ لائبریری، حیدرآباد، انڈیا (epaper.timesopindia.com)
- 3- خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ (www.kblibrary.nic.in)

(www.interacademies.net)

4۔ سمرقند لائبریری (Sumarkand Library)

(www.last.fm/samarkand/library/)

ii۔ تاجکستان (Tajikistan):

1۔ فردوسی تاجک نیشنل لائبریری، دوشنبہ

(The Fardousi Tajik National Library , Dushambe)

(www.nationsencyclopedia.com)

۱۹۔ پاکستان (Pakistan):

1۔ اسلامیہ کالج لائبریری، پشاور

2۔ ایران پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف پرنسپل سٹڈیز، راولپنڈی

3۔ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور

4۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

5۔ دیال سنگھ لائبریری، لاہور

6۔ ڈاکٹر احمد حسین قلعداری لائبریری، گجرات

7۔ ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

8۔ لاہور میوزیم لائبریری، لاہور

9۔ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی

یورپ اور امریکہ کے مشہور کتب خانے:

انگریزوں نے دسویں صدی ہجری میں عربی کتابوں کا بہت اہتمام کیا۔ انہوں نے عربوں کی طب، فلسفہ، کیمسٹری، ریاضیات، فلکیات، ادب اور لغت وغیرہ میں لکھی ہوئی کتابوں کو جمع کیا، اور ان میں سے کچھ اپنی زبانوں میں ترجمہ کیا۔ عربی کتابوں کی طرف ان کا زیادہ رجحان صلیبی جنگوں (1096-1291ء) کے دوران مسلمانوں کے ساتھ باہمی رابطہ و ملاپ کے بعد ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کی بہت ساری کتابیں جمع کیں، اور انہیں اپنے ملکوں میں لے گئے، یہاں تک کہ فرانس کا نواں بادشاہ لوئیس (1226-1270ء) جب صلیبی جنگوں سے واپس ہوا تو مصر کے شہر دمياط سے بہت

(www.visitz-istambul.com) اس لائبریری میں 2500 مخطوطات ہیں

5۔ فاتح مسجد لائبریری، Fatih Mosque Library

(اس لائبریری میں 6000 مخطوطات ہیں)

(www.sacred-destinations.com/turkey/istambul-fatih-camii.htm)

6۔ نور عثمانیہ لائبریری، استنبول، Nur Osmania Library Istanbul

(اس میں پانچ ہزار مخطوطات ہیں) (www.dlir.org/)

7۔ سلیمانیاہ لائبریری، استنبول، Sulemaniye Library Istanbul

(www.ibb.gov.tr/sulemaniye-library)

8۔ سرایے طبقولا لائبریری، Sarai Tibco Library (www.tibco.com)

9۔ توپ کاپی میوزیم استنبول، Topkapi Museum Istanbul

(www.islamic-awareness.org)(www.exploreturkey.com)

10۔ فہارس مخطوطات ترکی

Turkish Bibliographies of Manuscripts

(www.islamicmanuscripts.org)

۱۸۔ وسطی ایشیائی ریاستیں (Central Asia States):

i۔ ازبکستان (Uzbekistan):

1۔ تاشقند کی لائبریریاں (Libraries of Tashkent)

(www.tashkent.org/uzland/library.html)

2۔ لائبریری آف مسلم بورڈ، تاشقند

(Library of Muslim Board of Uzbekistan, Tashkent)

(www.uzintour.com/en/uzbekistan-tours/?id=20)

(اس لائبریری میں مصحف عثمانی کا ایک نسخہ محفوظ ہے)

3۔ ازبکستان سائنس اکیڈمی

(UZAS: Uzbekistan Academy of Science)

8۔ گلاسگو یونیورسٹی لائبریری (University of Glasgow Library)

(www.lib.gla.ac.uk/)

۲۔ فرانس (France):

1۔ پبلک لائبریری، پیرس (Paris Public Library)

(www.parispubliclibrary.org)

۳۔ اٹلی (Italy):

1۔ وینیکن لائبریری، روم (Vatican Library)

(www.vaticanlibrary.va/)

2۔ نیشنل سنٹرل لائبریری، فلورینس (National Central Library, Florence)

(www.florenclibrary.org)(www.bncf.firenze.sbn.it)

3۔ لاس اینجلس پبلک لائبریری، وینس. Los Angeles Public

Library, Venice Branch

(www.lapl.org)

۴۔ ہسپانیہ (اندلس) (Spain):

1۔ نیشنل لائبریری آف سپین (National Library of Spain)

(www.theeuropeanlibrary.org)

2۔ ہپبرن لائبریری، مدریڈ (Hepburn Library of Madrid)

(www.hepburnlibraryofmadrid.org/)

3۔ اسکوریال لائبریری، مدریڈ (Escorial Library, Madrid)

(www.greatbuildings.com)

4۔ For exceptionally rare Arabic manuscripts visit Escorial

Library manuscripts center:

(www.manuscriptcenter.org)

5۔ پبلک لائبریری، مدریڈ (Biblioteca Nacional) (www.bne.es/)

سارے عربی اور قبطی مخطوطات ساتھ لایا اور ان سے اپنے محل کے خزانوں کو مزین کیا۔ ہندوستان پر قابض انگریزوں نے بھی یہی کیا اور انہوں نے ہندوستان کے قیمتی عربی مخطوطات کو لندن کی لائبریریوں میں منتقل کر دیا۔ چنانچہ اس وقت مستشرقین، یونیورسٹی اساتذہ اور عربی و مشرقی مخطوطات سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کی لائبریریوں کے 70 ہزار سے زیادہ مخطوطات یورپ میں اور 20 ہزار سے زیادہ مخطوطات امریکہ کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ یورپ کے اکثر مخطوطات انگلینڈ، فرانس، ہالینڈ، روس، اسپین، اٹلی، سویڈن اور ڈنمارک میں محفوظ ہیں۔

حضرت علامہ اقبال اس کی یوں ترجمانی فرماتے ہیں۔

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباؤ کی جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

اب یہاں امریکہ، یورپ کے کچھ کتب خانوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جہاں عربی مخطوطات

کثرت سے موجود ہیں۔

۱۔ انگلینڈ (England)

1۔ برٹش لائبریری (The British Library) (www.bl.uk/)

2۔ انڈیا آفس لائبریری (The India office Library)

(www.iol.uk/)

3۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری (Royal Asiatic Society Library)

(www.royalasiaticsociety.org/library.html)

4۔ آکسفورڈ یونیورسٹی لائبریری (Oxford University Library)

(www.lib.ox.ac.uk/)

5۔ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری (Cambridge University Library)

(www.lib.cam.ac.uk/)

6۔ ایڈن برگ لائبریری (Edinburgh Library)

(www.lib.ed.ac.uk/)

7۔ نیشنل لائبریری آف سکاٹ لینڈ (National Library of Scotland)

(www.nls.uk/)

-۵ جرمنی (Germany):

1- برلن پبلک لائبریری (Berlin Public Library)

(www.berlinlibrary.org/)

(یورپ میں عربی مخطوطات کا سب سے بڑا مرکز اس لائبریری کو خیال کیا جاتا ہے)

2- برلن سٹیٹ لائبریری (Berlin State Library)

(www.staatsbibliothek-berlin)

3- لپزگ یونیورسٹی لائبریری (Leipzig University Library)

For Arabic & Islamic manuscripts at the Leipzig university Library

visit:(www.islamic-manuscripts.net/)

4- ہیمبرگ یونیورسٹی لائبریری (Hamburg University Library)

(www.lindex.com/)

5- میونخ پبلک لائبریری (Munich Public Library)

(www.librarytechnology.org/)

-۶ روس (Russia):

1- نیشنل لائبریری (National Library of Russia)

(www.nlr.ru/eng/)

2- کازان سٹیٹ یونیورسٹی لائبریری (Kazan Russia State University Library)

(Library

(www.aboutkazan.com)

The Collections of Kazan State university Library contain numerous ancient Arabic manuscripts and rare books.

-۷ ہالینڈ (Holland):

1- لائیڈن یونیورسٹی لائبریری

(Leiden University Library, Netherland)

(www.library.leiden.edu/)

2- لائیڈن اکیڈمی (Leyden Academy, Netherland)

(www.leydenacademy.nl)

3- رائل پبلس لائبریری، امسٹرڈم (Royal Palace Amsterdam)

(www.paleisamsterdam.nl/en/)

-۸ اسٹریا (Austria):

1- پبلک لائبریری، ویانا (Public Library, Vienna)

(www.buechereien.wien.at/en)

2- اورینٹل اکیڈمی، ویانا (Oriental Academy, Vienna)

(www.otw.co.at/otw/index/php/e/a/112)

-۹ سویڈن (Sweden):

1- اپسالا یونیورسٹی لائبریری (Uppsala University Library)

(www.uu.se/en/)

2- سٹاک ہولم یونیورسٹی لائبریری (Stockholm University Library)

(www.su.se/english/)

3- رائل لائبریری، سٹاک ہولم

(Royal Library, Stockholm: Kungliga Biblioteket)

(www.kb.se/english/)

-۱۰ ڈنمارک (Denmark):

1- رائل لائبریری، کپن ہیگن (Royal Library Copenhagen)

(www.bibliotek.dk/plingo-eng)(www.kb.dk/en/)

امریکہ کے کتب خانے: (USA's Libraries)

1۔ کانگریس لائبریری، واشنگٹن ڈی سی:

(Library of Congress, Washington, DC)

(www.loc.gov/)

2۔ نیویارک پبلک لائبریری (New York Public Library)

(www.nypl.org/)

3۔ پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری (Princeton University Library)

(یہ امریکہ میں عربی مخطوطات کی سب سے بڑی لائبریری ہے)

(www.library.princeton.edu/catalogs/)

4۔ مشیگان یونیورسٹی لائبریری (Michigan University Library)

(www.lib.umich.edu/)

5۔ پنسلوانیا یونیورسٹی لائبریری (Pennsylvania University Library)

(www.library.psu.edu/)

6۔ شکاگو یونیورسٹی لائبریری (Chicago University Library)

(www.lib.uchicago.edu/)

امریکہ اور یورپ کی لائبریریوں کی ایک مختصر فہرست آپ کے سامنے پیش کی گئی، ان لائبریریوں میں ہمارے اسلاف کا جو گراں قدر ورثہ مخطوطات کی صورت میں موجود ہے، اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے آباء و اجداد نے ہمارے لئے کتنا قیمتی اور مستند سرمایہ چھوڑا اور انسانیت کی فلاح و بہبود، سعادت مندی اور ترقی کی خاطر علم و معرفت کے میدان میں کس قدر کاوشیں کیں۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی اس علمی میراث کی حفاظت کا اہتمام کریں۔ ان مخطوطات کی تحقیق و تدوین اور نشر و اشاعت کر کے انہیں عالم مخطوطات سے عالم مطبوع میں لانے کی کوشش کریں، تاکہ اہل علم اس قیمتی خزانے سے استفادہ کر سکیں اور اس طرح ان مخالف عناصر کا سدباب کر سکیں جو اس اسلامی ورثے کو پس طاق ڈالنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ جو اسلامی تہذیب و تمدن کو ہمیشہ مسخ

کر کے پیش کرتے ہیں، اور ہماری زبان، ثقافت اور تاریخ کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی نعرہ لگاتے ہیں کہ عربی خط بہت مشکل ہے اس کو رومن (Romanize) کر دیا جائے، جبکہ باطنی مقصد یہ ہے کہ اس طریقے سے عرب اور مسلمان بچوں کا ان کے ماضی سے تعلق منقطع کر دیا جائے، اور کبھی وہ عربی زبان سے اعراب کو ختم کرنے اور لغت کے قواعد، اوزان اور معیارات سے خلاصی کی آواز بلند کرتے ہیں تاکہ عربی زبان انارکی (Anarchy) کا شکار ہو جائے اور اس کا کوئی معجز نماظم نہ رہے۔

﴿پریدون آن بظفتو نور اللہ بأفواہہم۔۔۔﴾

(ج) مخطوطات کی حفاظت کے جدید مراکز:

1۔ معهد إحياء المخطوطات، قاہرہ:

جب عرب ممالک کے اہل علم و دانش کو مخطوطات کی صورت میں موجود اپنے علمی ورثے کی اہمیت اور قدر و منزلت کا احساس ہوا تو انہوں نے اس ورثے کی حفاظت و ترویج کے لئے 1370ھ / 1950ء میں عرب لیگ کے زیر سرپرستی معهد إحياء المخطوطات کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا بنیادی مقصد مخطوطات کو ضائع ہونے سے بچانا، اور ان مخطوطات کی فوٹو کاپیاں حاصل کرنا، جو ہمارے ہاتھوں سے نکل کر بلاد غیر میں موجود ہیں۔ یہ ادارہ وقتاً فوقتاً اپنے ماہرین کو دوسرے ممالک کی ان لائبریریوں میں بھیجتا رہتا ہے، جہاں عربی مخطوطات کے خزانے موجود ہیں۔ چنانچہ قیمتی مخطوطات کی فوٹو کاپیاں اور مائیکروفلمز لے کر اس ادارے کی لائبریری میں محفوظ کر لی جاتی ہیں۔ اس طرح ہر محقق ان مخطوطات کی فلموں سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اس ادارے میں عرب ممالک کے کئی ماہرین اور اہل علم موجود ہیں جن کے پاس تمام جدید آلات، وسائل اور سہولیات ہیں، جن سے وہ اس ادارے کے مقاصد اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں مدد لیتے ہیں۔ معهد إحياء المخطوطات، قاہرہ کے علاقہ زیتونہ میں واقع عرب لیگ کی بلڈنگ میں قائم کیا گیا ہے، اور اس ادارے کی لائبریری میں موجود تمام مخطوطات کی مفصل فہرست شائع ہو چکی ہے۔ اب اس ادارے میں مخطوطہ حاصل کرنے کے لئے آنا ضروری نہیں، بلکہ مطبوعہ فہرست میں مخطوطہ کا نام، نمبر اور فوٹو کاپی کے اخراجات ارسال کر کے قاہرہ سے دور رہ کر بھی مطلوبہ مخطوطہ کی کاپی حاصل کی جاسکتی ہے۔ معهد إحياء المخطوطات اپنی سرگرمیوں کی سہ ماہی

رپورٹ مجلہ کی شکل میں شائع کرتا ہے۔ ان مجلات میں اس ادارے کی شب و روز کی مصروفیات کے تذکروں کے ساتھ ساتھ مخطوطات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بالخصوص اور اہل علم کے لئے بالعموم دنیائے مخطوطات کی خبریں بھی فراہم کی جاتی ہیں۔ نئے اضافہ کئے جانے والے مخطوطات کے علاوہ ان مخطوطات کی فہرست بھی جاری کی جاتی ہے جو زیور تحقیق و تدوین سے آراستہ ہو چکے یا شائع ہو چکے ہوں۔ نیز یہ ادارہ خود بھی بعض قیمتی مخطوطات کی تدوین و تخریج کی ذمہ داری لیتا ہے۔

۲۔ امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی، ریاض:

سعودی عرب میں "الریاسة العامة للکلیات و المعاهد العلمیة" (نظامت عامہ برائے کلیات و علمی ادارے) دینی تعلیم کے فروغ اور استحکام کی نگران تھی۔ اس نظامت نے سعودی عرب کے اطراف و اکناف میں بلکہ ہمسایہ ممالک میں بھی نڈل، سیکنڈری سکول، کالج اور دیگر علمی اداروں کا جال بچھا دیا اور بالخصوص کلبیة الشریعة اور کلبیة اللغة العربیة کے ذریعے دینی تعلیم میں انقلاب برپا کیا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی بھی ہے جس کا قیام ریاض میں 1394ھ میں عمل میں لایا گیا۔ اس یونیورسٹی کے ابتدائی ادارے بھی کلبیة الشریعة اور کلبیة اللغة العربیة ہی تھے، بعد ازاں کئی دیگر کلیات (Faculties) اور سائنسی اداروں کا اضافہ کیا گیا۔ پھر اس یونیورسٹی کے کیمپس ابھا (Abha) اور بریدہ (Buraida) میں قائم کئے گئے اور یونیورسٹی کی حدود بہت وسعت اختیار کر گئیں۔ مختلف شعبوں میں ہائر ایجوکیشن (Post Graduate) شروع ہو گئی اور "عمادة شؤون المكتبات" (Faculty of Library Affairs) کے نام سے ایک خاص ادارہ قائم کیا گیا، جس کا مقصد مختلف کلیات میں لائبریریاں قائم کرنا، اور ان لائبریریوں کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری کو مصادر و مراجع (Reference Books) فراہم کرنا تھا، لیکن اس فیکلٹی کا دائرہ کار صرف کتابوں کی ضروریات پوری کرنے تک محدود نہ رہا بلکہ اس میں عربی مخطوطات کے لئے ایک خاص شعبہ قائم کیا گیا، جس کا مقصد قیمتی مخطوطات کی تلاش، حصول اور فراہمی کے علاوہ ان کی حفاظت کے لئے ہر قسم کے جدید آلات کی دستیابی بھی اسی کے ذمے لگائی گئی۔ اس ادارے نے مختلف عرب ممالک، اسلامی ممالک اور یورپین (European) ممالک سے بہت سے مخطوطات کا مجموعہ جمع کیا ہے، یہاں تک کہ اب اس لائبریری میں مخطوطات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود

ہے، جو درج ذیل شعبوں پر مشتمل ہے۔

- 1۔ نادر قلمی نسخے اور مخطوطات
- 2۔ مخطوطات کی فوٹو کاپیاں
- 3۔ مختلف علوم و فنون میں لکھے گئے اسلامی مخطوطات کی مائیکروفلمیں جنہیں انتہائی جدید فنی انداز میں محفوظ کیا گیا ہے اور ان سب کی فہارس تیار کی گئی ہیں۔

علاوہ ازیں مخطوطات کی فوٹو کاپی کرنے، مائیکروفلموں کو بڑا کرنے (Enlarge) ان کے پرنٹ لینے کے شعبہ جات بھی موجود ہیں، جن میں مخطوطات کو محفوظ کرنے کے ماہرین اپنے اپنے انداز میں لازوال خدمت اسلام سرانجام دے رہے ہیں۔

۲۔ شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی:

شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی میں انسانی علوم (Human Sciences) کے کئی کلیات (Faculties) ہیں جیسے "کلبیة شریعة" اور اس کے کئی شعبے "کلبیة اللغة العربیة" اور "کلبیة تعلیم و تدریسة" وغیرہ۔ علاوہ ازیں یہاں کلبیہ شریعہ سے ملحق 1396ھ / 1976ء میں "مرکز البحت العلمی، إحياء التراث الاسلامی" کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک بہت بڑی اور عمدہ عمارت کا حامل یہ ادارہ بہت سے ماہرین اور اساتذہ کی خدمات سے بہرہ ور ہے۔ ان اساتذہ میں شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی کے حاضر سروس اساتذہ کے علاوہ دوسری یونیورسٹیوں کے اساتذہ بھی بحث و تحقیق میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ ادارہ مندرجہ ذیل شعبہ جات پر مشتمل ہے:

- 1۔ لائبریری: یہاں اسلامی علوم کے بہت سارے مصادر و مراجع موجود ہیں، جن سے محققین اور طلبہ اپنی ضروری کے مطابق استفادہ کر سکتے ہیں۔
- 2۔ مخطوطات کا شعبہ: اس شعبہ میں دس ہزار سے زائد مخطوطات کی فوٹو کاپیاں موجود ہیں۔
- 3۔ مائیکروفلمز کا شعبہ: اس شعبہ میں نادر مخطوطات کی ہزاروں مائیکروفلمیں موجود ہیں۔ یہ شعبہ فلموں کی فہرست، ان کی درجہ بندی، ان کی حفاظت اور محققین کے لئے ان کے استعمال کو آسان بنانے کا اہتمام کرتا ہے۔ اس شعبے میں مطالعہ کے کمرے (Reading Rooms) بنائے گئے ہیں، جہاں مائیکروفلم کو پڑھنے کے لئے جدید ترین آلات مہیا کئے

جائے، اور انہیں اس بات کا شعور دلایا جائے کہ ہماری تاریخ علم کے ہر میدان میں ہمارے اسلاف کے عظیم کارناموں سے بھری پڑی ہے، بلکہ علم و فن اور تحقیق و ہنر میں جو شاندار کارنامے مسلمان قوم نے سرانجام دیئے ہیں، کوئی دوسری ملت اس کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے اسلاف کے علمی ورثہ اور مخطوطات کی طرف مزید توجہ دیں۔ ان پر علمی تحقیق و تدوین کریں۔ ان کی نشر و اشاعت اور احیاء کریں اور انہیں آنے والی نسل کے ہاتھوں تک پہنچائیں۔ امید واثق ہے کہ اس طرح ہم اپنا کھویا ہوا بلند ترین علمی مقام پھر سے حاصل کر لیں گے اور اپنی امت کی عظمت کو پھر سے تعمیر کر لیں گے جیسے کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اس کی عظمت کو اوج ثریا تک بلند کر دیا تھا۔

(د) تدوین مخطوطات کی بعض اصطلاحات:

مخطوطہ:

”المعجم الوسيط“ میں مخطوطہ کی یہ تعریف کی گئی ہے: ”مخطوطہ سے مراد وہ کتاب ہے جسے ہاتھ سے لکھا گیا ہو، وہ کتاب طبع شدہ نہ ہو، اور اس کی جمع مخطوطات ہے۔“

مطبوع:

”المعجم الوسيط“ کے مطابق مطبوع کی تعریف یہ ہے:

”مطبوع کا لفظ مخطوط کے مقابل ہے، مطبوع سے مراد وہ کتاب ہے جو مطبع (Press) کے

ذریعے شائع ہو چکی ہو۔

مطبع:

”مطبع“ م کے کسرہ کے ساتھ۔ کتابیں وغیرہ چھاپنے کا آلہ۔ اس کی جمع مطابع آتی

ہے۔ اور ”مطبع“ م کی فتح کے ساتھ۔ وہ جگہ جہاں کتابیں چھاپنی جاتی ہیں، اس کی جمع مطابع آتی ہے۔

تراث:

”معجم المصطلحات العربية في اللغة والأدب“ کے مطابق ”تراث“ سے

مراد وہ علمی، فنی اور ادبی ورثہ ہے، جو اسلاف نے اپنے اخلاف کے لئے چھوڑا، اور وہ موجودہ دور کی

روح اور روایات کی نسبت زیادہ نہیں، عمدہ اور نادر شمار ہوتا ہو۔“

جب ہم تحقیق تراث کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد ان قلمی کتابوں کی تدوین ہے جو پہلے لوگوں نے بعد والوں کے لئے ورثے میں چھوڑی تھیں۔

نص:

وہ کلمات والفاظ جن سے مخطوط تشکیل پاتا ہے۔

متن:

شروع و حواشی کے علاوہ مخطوطے کا بنیادی و مرکزی حصہ متن کہلاتا ہے۔

حواشی:

وہ کلمات جو کتاب کی نص (عبارت) سے خارج ہوتے ہیں اور اس کا حصہ نہیں ہوتے، بلکہ

انہیں کتاب کے کناروں پر اوپر، نیچے، دائیں، بائیں لکھا جاتا ہے۔ اور ان میں مخطوطے کی نص پر

تعلیقات و شروع درج کی جاتی ہیں۔ یاد رہے کہ حواشی قدیم لفظ تھا، آج کل اس کی جگہ ”ہوامش“ کی

اصطلاح استعمال ہوتی ہے، جس سے مراد فٹ نوٹ (Footnote) ہے۔

شروع:

شروع سے مراد مخطوطہ کی اصل عبارت کی وضاحت و شرح کرنے والے الفاظ ہیں، اور یہ

الفاظ اس عبارت کا حصہ نہیں ہوتے، اور انہیں ہوامش (Footnote) کی شکل میں درج کیا جاتا

ہے۔ کبھی طویل ہونے کی وجہ سے شروع کو ایک مستقل کتاب بھی بنا دیا جاتا ہے۔ کبھی کوئی مولف اپنی

کتاب کی شرح خود لکھتا ہے اور کبھی کوئی محقق شرح تحریر کرتا ہے۔

ضبط:

المعجم الوسيط میں لکھا ہے:

”ضبط الکتاب“ اس نے کتاب کی کانت چھانٹ کی یا اس کی تصحیح کی یا اس پر حرکات و اعراب

لگائے۔ قدیم علماء کے نزدیک ضبط کا معنی ”اچھی طرح یاد کرنا“ لیا جاتا تھا۔ علامہ شریف جرجانی نے

اپنی کتاب ”التعريفات“ ص 42 پر لکھا ہے:

”ضبط کا لغوی معنی ہے: پائیداری و پختگی اور اصطلاح میں ضبط سے مراد ہے کہ کلام کو اس

طرح غور سے سنا جائے جیسا اس کو سننے کا حق ہوتا ہے، پھر اس کے مرادی معنی کو سمجھا جائے، پھر پوری کوشش صرف کر کے اسے یاد کیا جائے، اور پھر دوسروں کو پہنچانے تک بار بار تکرار کر کے اسے اچھی طرح یاد رکھا جائے۔ احادیث کے راویوں اور حفاظ کے معتبر ہونے کی ایک شرط ان کے ضبط کا اچھا ہونا بھی ہے۔

تحریر:

تحریر کا لفظ بھی ضبط کے مترادف ہے جس سے مراد کتاب کا جائزہ (Evaluation) لینا اور اس کی صحت و درستگی یقینی بنانا۔ المعجم الوسیط میں مرقوم ہے۔ ”حرر الکتاب“ کتاب کو درست کیا اور اس کو خوبصورت خط میں لکھا۔

قلمی نسخوں کا موازنہ:

قلمی نسخوں کے مقابلہ و موازنہ سے مراد کسی مخطوط کے تمام نسخوں کو پڑھنا اور مخطوطے کی نص کو ضبط کرنے اور تصحیح کرنے کی خاطر تمام نسخوں کے باہمی فروق (Differences) کو بیان کرنا ہے۔

نسخہ ام:

یہ مولف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہوتا ہے۔ اسے نسخہ ام اس وجہ سے کہتے ہیں کہ دوسرے نقل کئے جانے والے تمام نسخے اس کی اولاد کی طرح ہوتے ہیں۔

اصل یا نسخہ اصلیہ:

نسخہ اصلیہ سے مراد وہ نسخہ ہے جسے کسی نسخوں میں سے انتخاب کر کے محقق و مدون اپنی تحقیق کے لئے بنیاد بناتا ہے۔ چنانچہ وہ اسی قلمی نسخہ کی عبارت اپنے پاس نقل کرتا ہے، اور پھر دیگر تمام نسخوں کا اس اصل سے موازنہ کرتا ہے، محقق کا نسخہ اصلیہ بعض دفعہ نسخہ ام ہی ہوتا ہے جو مولف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوتا ہے۔ لیکن اگر نسخہ ام دستیاب نہ ہو تو اس کے بعد کا کوئی نسخہ یا تمام قلمی نسخوں میں قدیم ترین نسخہ کو نسخہ اصلیہ بنایا جاتا ہے۔

فرعی نسخہ:

مخطوطے کے یہ نسخے نہ تو نسخہ ام ہوتے ہیں اور نہ نسخہ اصلیہ، بلکہ یہ وہ قلمی نسخے ہیں جن سے

محقق اصل مخطوطے کا موازنہ کرتا ہے۔ اس اعتبار سے ان فرعی نسخوں کی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے، کیونکہ ان کے ذریعے ہی اصل نسخے میں موجود غیر واضح یا ساقط ہو جانے والے الفاظ کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔

ناخ:

ناخ سے مراد وہ کاتب ہے جس نے دسویں صدی ہجری میں پریس کے وجود میں آنے سے پہلے کوئی قلمی نسخہ تیار کیا ہو۔ عام طور پر کاتبین قلمی نسخے کے آخر میں اپنا نام اور جس قلمی نسخے سے نقل کریں اس کا نام و ترتیب بھی درج کر دیتے تھے۔

تاریخ کتابت:

عام طور پر قلمی نسخے کے آخر میں تاریخ کتابت بھی درج ہوتی ہے، اور یہ تاریخ قلمی نسخے کی قدر و قیمت متعین کرنے اور اسے اصلی یا فرعی شمار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

سند:

سند سے مراد ان حضرات کا سلسلہ ہے جن کے سامنے اس مخطوط کو پڑھا گیا ہو، اور یہ سلسلہ مولف تک چلا جاتا ہو۔ مخطوط کی مولف کی طرف نسبت کی تحقیق و توثیق میں اس سلسلہ سند کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔

سماعت:

قدیم دور میں تعلیم و تعلم کے حوالے سے ایک روایت تھی کہ جب شاگرد اپنے استاد کے سامنے کوئی کتاب پڑھتا تو بعض اوقات کتاب کے مختصر ہونے کی وجہ سے اسے ایک ہی نشست میں سنا دیتا تھا۔ چنانچہ استاد کتاب کے آخر میں ”السماع“ کے عنوان سے مندرجہ ذیل الفاظ میں ایک تحریر درج کر دیتا تھا ”ان الطالب الفلان..... قد سمع الی هذا الكتاب، أو قرأه علی بحضور جماعة من الأعیان وهم.....“

(طالب علم مسمی (یہاں وہ طالب علم کا نام لکھتا ہے) نے یہ کتاب مجھے سنائی، یا میرے سامنے مشائخ کی ایک جماعت کی موجودگی میں پڑھی اور وہ مندرجہ ذیل ہیں (یہاں وہ ان حاضرین کا ذکر کرتا ہے)۔

اس عبارت کے بعد وہ سماع کی تاریخ درج کرتا ہے اور اپنے دستخط اور مہر بھی ثبت کر دیتا ہے تاکہ سماع اور قرأت کی درستگی مسلم رہے۔

اگر کوئی کتاب بڑی ہوتی اور اس کے مطالعہ کے لئے کئی نشستیں درکار ہوتیں، تو استاد ہر مجلس کے بعد کتاب کے حاشیہ میں ہر مجلس میں پڑھی ہوئی مقدار کی تعیین کر کے سماع کی تاریخ ڈال دیتا۔ ان سماعت کے بہت سے فوائد تھے۔ جن میں سب سے بڑھ کر کتاب کے مولف کی طرف منسوب ہونے کی توثیق اور ائمہ کے سماع کی وجہ سے اس کے نام کی بھی توثیق ہو جایا کرتی تھی۔

فصل اول (1):

تدوین مخطوطہ کے ابتدائی مراحل

(الف) تدوین کے لئے مخطوطہ کا انتخاب:

بدیہی طور پر مخطوطہ کی تدوین کا سب سے پہلا مرحلہ ایک اچھے مخطوطہ کا انتخاب ہے۔ لیکن مخطوطہ کا انتخاب کرنے کے لئے ماہرین تحقیق و تدوین نے کچھ شرائط عائد کی ہیں، جن میں سے چند اہم شرائط کا ذکر کیا جا رہا ہے: (۹)

1- تدوین مخطوطہ کے لئے ایک سے زائد قلمی نسخوں کا ہونا ضروری ہے، بصورت دیگر تدوین میں مشکلات پیش آسکتی ہیں، کیونکہ مخطوطے کی تدوین کے دوران عبارت کی کمی بیشی، اضافہ و تکمیل، حذف و زائد اور اعلام و اماکن کی تخریب کے لئے کئی فرعی نسخوں کا موجود ہونا ضروری ہوتا ہے، تاکہ ان سب کے باہمی فروق کا موازنہ کر کے مخطوطے کی اصل عبارت تک پہنچا جاسکے۔

2- اس مخطوطہ کی پہلے تحقیق و تدوین نہ ہوئی ہو۔ جس مخطوطہ پر پہلے کوئی تحقیق و تدوین کا کام ہو چکا ہو، اسے دوبارہ مقالہ (Thesis) کے طور پر لینا درست نہیں، البتہ اگر کوئی مخطوطہ ناقص تحقیق یا بغیر تحقیق و تدوین کے چھپ گیا ہے تو اسے دوبارہ تحقیق و تدوین کے لئے منتخب کیا جاسکتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اگر کسی مخطوطے کی پہلے تدوین ہوئی ہے لیکن اس میں بہت سی غلطیاں ہیں تو پھر اس مخطوطہ کو دوبارہ تدوین کے لئے منتخب کیا جاسکتا ہے۔

3- مخطوطہ قیمتی (Valueable) اور معیاری ہونا چاہیے۔ اپنے موضوع، اسلوب، مواد اور علمی پہلو کے اعتبار سے بہت قیمتی اور تحقیق و تدوین کا مستحق ہو۔

☆۔ اس قاعدہ اور شرط کی روشنی میں مندرجہ ذیل مخطوطات قابل تحقیق و تدوین نہیں ہوتے:

☆۔ ہر مخطوطہ جو معمولی علمی مواد و معلومات پر مشتمل ہو۔

☆۔ ایسا مخطوطہ جسے مولف نے کسی مطبوعہ کتاب کے جز کے طور پر لکھا ہو۔

☆ ایسا مخطوطہ جو کسی مطبوعہ کتاب کی تکلیف ہو۔

4۔ مخطوطہ کا حجم (Size) مناسب ہو یعنی اس کا حجم علمی درجے اور اس پر صرف کی جانے والی کوشش سے مناسبت رکھتا ہو۔ بعض نادر مخطوطات ایسے بھی ہیں جن کے صفحات کی تعداد (10) سے زیادہ نہیں ہوتی، لہذا ایسے مخطوطات ایم۔ اے، ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کی تحقیق کا عنوان نہیں بن سکتے۔

جو مخطوطہ مذکورہ بالا شرائط پر پورا نہ اترتا ہو، اس سے صرف نظر کرنا ضروری ہے، خواہ اس کا عنوان کتنا ہی جاذب اور پرکشش کیوں نہ نظر آئے، اور خواہ محقق اسے بہت پسند کرتا ہو۔ نیز محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ مخطوطہ کے انتخاب میں جلد بازی نہ کرے، بلکہ انتخاب سے پہلے اس مخطوطہ کے حوالے سے خوب مطالعہ اور جستجو سے کام لے، تاکہ اس کا انتخاب درست ہو۔ اس ضمن میں محقق کو چاہیے کہ وہ یونیورسٹیوں کی فہارس مقالات کا مطالعہ کرے، اور اس بات کی تحقیق کر لے کہ وہ مخطوطہ کسی یونیورسٹی میں کسی علمی درجہ کے لئے پہلے رجسٹرڈ نہ ہو، اور کوئی محقق اس پر پہلے کام نہ کر چکا ہو۔ (۱۰)

(ب) مخطوطہ کے دیگر نسخوں کی تلاش:

جب محقق کسی مخطوطہ کی تدوین کا ارادہ کر لے تو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے مخطوطہ کے نام و عنوان اور اس کے مصنف کے بارے میں یقینی طور پر جاننے کے لئے سوانح و تراجم کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ جیسے علامہ زرنگی کی کتاب ”الأعلام“، عمر رضا کمالہ کی ”معجم المؤلفین“، یا قوت حموی کی ”معجم الأدبا“، ابن ندیم کی ”کتاب الفہرست“، اور حاجی خلیفہ کی ”کشف الظنون“۔ کیونکہ مخطوطہ کے عنوان اور مولف کے بارے میں یقینی معلومات رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ کتابوں اور مولفین کے ناموں میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔

جب مخطوطہ کا عنوان اور اس کے مولف کے بارے میں تحقیق مکمل ہو جائے تو مندرجہ ذیل مصادر کی طرف رجوع کر کے اس کے دیگر نسخوں کی جگہیں تلاش کی جائیں:

1۔ ان لائبریریوں اور علمی مراکز کی فہرستیں دیکھی جائیں جہاں اسلامی اور عربی مخطوطات موجود ہیں۔ جیسے دمشق میں مکتبہ ظاہریہ کی فہرست، مصر میں دارالکتب الوطنیہ کے مخطوطات کی فہرست اور عرب لیگ کے تحت معجم المخطوطات کی فہرست وغیرہ (گزشتہ صفحات میں یورپ، امریکہ، اور عرب ملکوں کی مشہور لائبریریوں اور مراکز کی تفصیلی فہرست گزر چکی ہے)

2۔ مشہور مستشرق کارل بروکلمان کی کتاب ”تاریخ الادب العربی“ کو مخطوطات کی تلاش کا بہترین ماخذ شمار کیا گیا ہے۔ اس میں مخطوطات کے مقامات اور ان کی دستیابی کے بارے میں رہنمائی موجود ہے۔

3۔ مشہور محقق فواد سزگین کی کتاب ”تاریخ التراث الاسلامی“ مخطوطات کی تلاش کے لئے بہت اہم کتاب ہے، بلکہ بروکلمان کی کتاب سے اہمیت میں کسی طرح کم نہیں، اور بعض امور میں اس سے زیادہ جامع اور بڑھ کر ہے، کیونکہ اس میں ایسے مخطوطات کا ذکر بھی ہے جن تک بروکلمان کی رسائی نہیں ہو سکی تھی۔ اس کتاب کا نیا ایڈیشن امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی، ریاض سے شائع ہوا ہے۔

4۔ رمضان چیچن کی کتاب ”نوادیر المخطوطات العربیہ“ میں بہت سے ایسے مخطوطات کا ذکر ہے جن کا تذکرہ تو بروکلمان نے کیا ہے نہ ہی فواد سزگین، نے یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ (۱۱)

(ج) مخطوطہ کے نسخوں کو جمع کرنا:

مخطوطہ کے نسخوں کی موجودگی کے مقامات کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد محقق انہیں حاصل کرنے کی کوشش شروع کرتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ خط و کتابت کے ذریعے یا بذات خود متعلقہ لائبریری تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ محقق کو معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر لائبریریاں مخطوطہ کا نسخہ ام مائیکروفلم کی صورت میں ارسال کرتی ہیں۔ پھر محقق اس کا پرنٹ لے لیتا ہے۔ محقق کو اس بات کی تحقیق کر لینی چاہیے کہ مائیکروفلم پر موجود نسخہ نگیٹو (Negative) ہے۔ پوزیٹو (Positive) نہیں ہے۔ اسی طرح بعض کتب خانے مائیکروفلم یا فوٹوکاپی کی سہولت مہیا نہیں کرتے۔ محقق کو بذات خود جا کر لائبریری میں بیٹھ کر دیگر قلمی نسخوں کے ساتھ موازنہ کرنا پڑتا ہے۔

بلاشبہ قلمی نسخوں کو جمع کرنا محنت اور دولت کا تقاضا کرتا ہے۔ محقق کو چاہیے ان دونوں کی سخاوت کرے، تاکہ مطلوبہ نسخوں کو حاصل کر سکے۔ قلمی نسخوں کو جمع کرنے کا کوئی مزوٰج و متداول طریقہ نہیں ہے، بلکہ محقق خود آسان، بہتر اور مناسب طریقے کا استعمال کرتا ہے۔

محقق کو یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ وہ کسی مخطوطہ کے دنیا کی لائبریریوں میں موجود تمام نسخے حاصل نہیں کر سکتا، لہذا دو یا زیادہ نسخوں کو حاصل کرنے کے بعد اسے تحقیق و تدوین کا کام

شروع کر دینا چاہیے۔ البتہ جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ قلمی نسخوں کو حاصل کرے، تاکہ تدوین کا حق ادا ہو سکے۔

(د) نسخوں کا مطالعہ اور چھان بین:

محقق کو چاہیے کہ وہ پوری توجہ اور محنت سے تمام نسخوں کا مطالعہ اور چھان بین کرے۔ اور انہیں تمام پہلوؤں سے دیکھے تاکہ ہر نسخے کی علمی قیمت اور تدوین کے کام میں اس کے استعمال کی صلاحیت کا اندازہ ہو سکے۔ نسخوں کی چھان بین کے دوران مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے:

- 1- کاتب کی طرف سے اشتباہ کے نتیجے میں یا مخطوطہ کو رواج دینے کے لئے کسی مشہور شخصیت کی طرف منسوب کرنے کی غرض سے مولف کے نام کے بارے میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی۔
 - 2- مخطوطہ کے نام و عنوان اور اس پر درج سماعیات، اجازات، تملیکات اور قراءات کی اچھی طرح تحقیق کی جائے۔
 - 3- محقق کو چاہیے کہ وہ مخطوطہ کے اوراق کی قدمت، اس کے رسم الخط اور روشنائی پر خوب غور کرے، نیز اس بات کی بھی جانچ پڑتال کرے کہ کیا کتابت میں ایک وطیرہ اختیار کیا گیا ہے یا دو قفے و قفے سے اسے تحریر میں لایا گیا ہے؟
- ایسا کرنے سے محقق کا تجربہ، آزمودہ کاری اور مولف کے اسلوب سے آگاہی نمایاں ہو کر سامنے آئے گی۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے:
- مولف کے اسلوب کی پہچان:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ مولف کے اسلوب سے شناسائی حاصل کرے۔ اس کے لئے اپنے پاس موجود قلمی نسخوں کا بار بار مطالعہ کرے، تاکہ اسے مولف کے انداز کتابت اور اس کی تحریر کے خصائص و امتیازات کی پہچان ہو جائے۔ اس لئے کہ ہر مولف کا ایک خاص انداز تحریر اور اسلوب کتابت ہوتا ہے۔ نیز محقق کو چاہیے کہ وہ اس مولف کی تالیف کردہ دیگر کتابوں کا مطالعہ بھی کرے، جن پر پہلے تحقیق ہو چکی ہے یا وہ چھپ چکی ہیں، تاکہ اسے مولف کے اسلوب کی عادت ہو جائے، اسکی عبارات اور الفاظ سے مانوسیت ہو جائے اور اسے ان شخصیات کا علم بھی ہو جائے جن سے وہ نقل کرتا ہے۔

موضوع سے شناسائی:

محقق کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جس مخطوطہ کی تدوین کرنے جا رہا ہے، اس کے

موضوع سے خوب واقفیت حاصل کر لے۔ تاکہ وہ اس کی عبارت کو اچھی طرح سمجھ سکے اور غلطی سے محفوظ رہ سکے۔ کوئی طالب علم کسی ایسے مخطوطہ کو تحقیق و تدوین کے لئے انتخاب نہ کرے جس کے موضوع سے وہ آگاہ نہ ہو۔ اگر کوئی مخطوطہ ادب و نحو کے بارے میں ہو تو محقق کا اس موضوع پر تخصص ہونا چاہیے۔ اور اگر مخطوطہ کسی مشکل موضوع جیسے منطق اور علم کلام وغیرہ پر مشتمل ہو تو محقق کو ان فنون کا ماہر ہونا چاہیے۔

محقق کو مخطوطہ کی تدوین کے دوران اس موضوع سے متعلق دوسری کتابوں کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔ بالخصوص اس موضوع پر مولف کی اپنی تحریر کردہ کتابیں یا اس کے زمانے کی یا اس کے زمانے کے قریب عہد میں تالیف کی گئی کتابوں کا بھی مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔ (۱۲)

عربی لغات سے استفادہ:

مخطوطے کی تدوین کا کام اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہو سکتا، جب تک کہ محقق عربی لغات سے استفادہ نہ کرے کیونکہ الفاظ کے ایک دوسرے سے تشابہ ہونے اور غریب و نادر ہونے کی بنا پر محقق کو بار بار لغات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ لہذا اسے قدیم عربی لغات کے استعمال کے طریقوں کا علم ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل مصادر لغویہ سے استفادہ بہت ضروری ہے:

لسان العرب، ابن منظور افریقی، تاج العروس، مرتضیٰ زبیدی، جمہور اللغات، ابن درید، معجم صحاح اللغۃ، جوہری، مختار الصحاح، قاضی ابوبکر رازی، القاموس المحیط، فیروز آبادی وغیرہ۔

اشارات و علامات:

محقق کو کچھ ایسے اشارات اور علامات کو بھی جان لینا چاہیے جن سے دوران تدوین اسے واسطہ پڑ سکتا ہے۔ ان کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

- 1- لفظ ”صَحَّ“ کسی لفظ کے اوپر لکھا ہوا ملتا ہے، اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے یہ لفظ ضبط شدہ اور صحیح ہے۔
- 2- حرف ”ض“ جسے ضبہ یا علامت تہمیب یا علامت ترمیض بھی کہتے ہیں۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ جس لفظ پر یہ نشان بنایا گیا ہے اس میں ضعف، خطا یا سقم موجود ہے۔

3- خط (____) یا نصف دائرہ کے نیچے لکھی ہوئی عبارت متن کا حصہ نہیں ہوتی بلکہ کاتب

کی طرف سے شرح یا وضاحت کے لئے اس کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ کبھی اس کے لئے
توسین () کا استعمال کیا جاتا ہے۔ (۱۳)

اختصارات:

قدیم مخطوطات میں اور بالخصوص احادیث کی کتابوں میں بہت سے رموز و اختصارات
استعمال کئے گئے ہیں۔ (۱۴) جن کی تفصیل ان شاء اللہ ملحقہ کتابت میں آئے گی۔ (ملاحظہ کیجئے ملحق نمبر ۲،
صفحہ نمبر ۲۴۰)

فصل ثانی (۲):

مخطوطہ کے متن کی تدوین

یہ تدوین مخطوطات کا سب سے اہم اور مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں محقق نسخہ نام کی
عبارات کو بقیہ عام نسخوں کے تقابلی کی روشنی میں اپنے ہاتھ سے صاف ستھرے انداز میں املاء کے جدید
قواعد کے مطابق نقل کرتا ہے۔ اور یہ اہم کام محقق کو بذات خود انجام دینا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہی بہتر
طور پر متن مخطوطہ کی مشکلات اور ان کے حل تلاش کر سکتا ہے۔

تدوین متن سے مراد یہ ہے کہ محقق اس متن کو حتی الامکان بغیر کسی تبدیلی کے (کمیت و کیفیت
کے اعتبار سے) من و عن اسی طرح پیش کر دے جس طرح کہ مصنف نے اسے تحریر کیا تھا۔

محقق کو معلوم ہونا چاہیے کہ تحقیق و تدوین کا مطلب نہ تو مخطوطے کی عبارات کو بدل کر زیادہ
بہتر الفاظ میں نقل کرنا ہے۔ نہ ہی تحقیق و تدوین کا مقصود یہ ہے کہ مصنف کے اسلوب کو بدل کر کوئی اور
زیادہ بہتر اسلوب اختیار کیا جائے۔ (اس لئے کہ مخطوطے کا متن مولف اور اس کے زمانے اور اسکی سوچ
اور اس کے ماحول کا آئینہ دار ہوتا ہے) یا اگر مصنف نے کوئی نظریہ خلاف واقعہ بیان کیا ہے اس کی تصحیح
کر دی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحقیق و تدوین ایک تاریخی امانت ہے، اس کا اپنا تقدس اور حرمت ہے
اور مخطوطہ اور اس کی عبارات مصنف کی امانت ہیں، ان میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں کیا جاسکتا۔ (۱۵)

محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے عمل تحقیق کے لئے ایک علمی منہج مقرر کرے، اور دوران
تحقیق اسی پر چلتا رہے، تاکہ علمی قواعد و ضوابط کی روشنی میں مخطوطہ کے متن کو واضح قابل فہم صورت میں
تحریر و تصحیف، سقوط، حذف، زیادتی، تکرار، تقدیم، تاخیر، املاء کی اغلاط اور نحوی اغلاط کی اصلاح
کر کے مختلف نسخوں کا باہمی تقابل کر کے اور نصوص کی توثیق و تخریج کر کے، اس انداز میں پیش کرے
کہ متن میں کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔ ان قواعد و ضوابط میں سے کچھ کی تفصیل یہاں پیش خدمت ہے:
1۔ متن میں دخل اندازی نہ کی جائے:

متن کی تدوین کے سلسلے میں روایتی و تقلیدی نظریہ جدید یورپین نظریات سے اخذ کیا گیا
ہے، جو تقاضا کرتا ہے کہ مخطوطے کی عبارت کو بغیر کسی تبدیلی اور تغیر کے من و عن نقل کیا جائے، خواہ متن کی

عبارت غلط ہی ہو۔ البتہ حاشیے میں اس عبارت کو صحیح کر کے لکھ دیا جائے۔ بلاشبہ یہ اصول یورپ میں بھی اشکالات کے رائج کیا جاسکتا ہے، لیکن جب اسلامی ورثے کی تدوین کی بات ہو تو یہاں اس اصول کو ہلکا کم و کاست نافذ کرنا ممکن نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری کتابوں میں بہت سی آیات اور احادیث موجود ہیں، اور کسی ایسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی کو نقل کرنا درست نہیں جس میں غلطیاں موجود ہوں، کیونکہ اس طرح قرآن مجید کے نصوص کے حوالے سے بڑی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ لہذا قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبویہ کی عبارات کو اس قاعدے سے مستثنیٰ اور بالا تر رکھ کر قرآن مجید میں سے دیکھ کر آیت قرآنی نقل کی جائے، اور حدیث نبویہ کو بھی احادیث کی کتابوں میں تخریج کرنے کے بعد نقل کیا جائے۔ نیز ان دونوں صورتوں میں حاشیے میں مولف کی غلطی کی بھی نشاندہی نہ کی جائے۔

2۔ قلمی نسخوں کا باہمی تقابل:

قلمی نسخوں کو جمع کرنے، انہیں ترتیب دینے، اور ایک نسخہ ام بنانے کے بعد محقق پر لازم ہے کہ وہ ہر قلمی نسخے کے لئے کوئی رمز (علامت) مقرر کرے تاکہ ان کے درمیان امتیاز کرنا ممکن ہو۔ مثال کے طور پر نسخہ ام کو (م) اور دوسرے نسخے کو (ج) اور تیسرے نسخے کو (د) کی علامت کا نام دے دے۔ نیز کوئی ایسی علامت مقرر کرنے کا اہتمام کیا جائے جس سے اس نسخے کی موجودگی کے مقام کا علم بھی ہو سکے مثلاً: مخطوطہ اگر کراچی، پشاور اور لاہور میں موجود ہے تو پہلے نسخے کو (ک) دوسرے کو (پ) اور تیسرے کو (ل) کی علامت دی جاسکتی ہے۔ البتہ محقق کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام رموز و علامات کی وضاحت اپنے مقدمہ میں کرے، تاکہ قاری انہیں سمجھ سکے۔ تدوین کا اصل منہج و طریقہ یہ ہے کہ محقق مخطوطے کی عبارت کو مکمل طور پر نسخہ ام سے اپنے پاس لکھ لے، اور پھر دوسرے نسخوں کے ساتھ تقابل کرے، اور اختلافات (Differences) کو حاشیہ میں درج کرے۔ نسخوں کے باہمی تقابل کی غرض و غایت سب سے زیادہ درست اور عمدہ ترین روایت تک رسائی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ محقق پر لازم ہے کہ وہ اس روایت کو ترجیح دے جسے درست سمجھتا ہو، خواہ وہ اصل (نسخہ ام) سے مختلف ہی کیوں نہ ہو۔

بہر حال بعض سخت مزاج علمائے تحقیق و تدوین نے روایتی یورپین نظریے کی طرح یہی رائے دی ہے کہ مخطوطے کی عبارت کو ہرگز نہ چھیڑا جائے، اسے جوں کا توں چھوڑ دیا جائے، اور اس کی غلطیوں کی تصحیح حاشیے میں کی جائے۔ البتہ بعض حضرات نے قارئین کی آسانی کے پیش نظر متن کو غلطیوں سے

پاک کر کے پیش کرنے کی رائے دی ہے۔ (۱۶) یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ محقق صرف مخطوطے کے نسخوں کا تقابل نہ کرے بلکہ نسخہ ام کا ان مطبوعہ کتابوں سے بھی تقابل کرے جن سے مولف مخطوطے نے اس مخطوطے کی تالیف میں استفادہ کیا ہو۔ اور اسی طرح ان کتابوں سے بھی موازنہ کرے جن کے مولفین نے اپنی کتابوں میں اس مخطوطے سے استفادہ کیا ہو خاص طور پر ایسی صورت میں کہ جب مخطوطے سے کچھ اوراق ضائع ہو چکے ہوں یا کچھ الفاظ اور سطریں یا عبارتیں مٹ چکی ہوں، تاکہ وہ اس تقابل کے ذریعے ان کو مکمل کر سکے۔ (۱۷)

مخطوطے کے مصادر و مراجع کی طرف رجوع کرنے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ محقق کو مولف سے مخطوطے میں سرزد ہونے والی اخطاء و اغلاط کا پتا چل جاتا ہے۔ یہ موازنہ و تقابل مخطوطے کے متن کی اصلاح و تصحیح اور ضبط کرنے میں بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔ نیز یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ غلطی مولف سے ہوئی یا بعد میں نسخے تیار کرنے والوں سے؟

۳۔ شروحات و تعلیقات:

شروحات و تعلیقات کا مقصد متن کی وضاحت اور اس کو قابل استفادہ بنانا ہوتا ہے۔ تدوین کے دوران بہت دفعہ محقق کو بعض مشکل الفاظ کی وضاحت کرنا پڑتی ہے یا بعض دفعہ کئی معانی رکھنے والے الفاظ کے کسی ایک معنی کی قاری کے لئے تعیین کرنا پڑتی ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ محقق کو تبصرے بھی کرنا پڑتے ہیں، جب کسی مخطوطے میں کوئی ایسی بات نقل کی گئی ہو جو اسلامی تعلیمات یا سائنسی حقائق یا موجودہ دور کے متفق علیہ نظریات کے خلاف ہو۔ اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ محقق مخطوطے کے متن کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔ (ہاں البتہ اسی موضوع کے ماہر علماء اس سے زیادہ واقف ہو سکتے ہیں) اور وہ مخطوطے کے پوشیدہ و پیچیدہ مقامات سے بھی عام لوگوں کی نسبت زیادہ ادراک رکھتا ہے۔ بلکہ وہ اس مخطوطے کا امین ہوتا ہے، اور یہ ایک دینی، اخلاقی اور علمی امانت ہے۔ لہذا اس پر لازم ہے کہ مخطوطے کے متن کو اسی طرح پیش کرے جس طرح کہ اس کے مولف نے صحیح شکل میں پیش کیا تھا۔ اسے چاہیے کہ حواشی اور نسخوں کے درمیان اختلافات کی کثرت سے اجتناب کرے کیونکہ تحقیق و تدوین کا ہدف و مقصد یہ نہیں کہ قلمی نسخوں کے درمیان مفصل موازنہ و مقارنہ کیا جائے۔ اسی طرح محقق پر لازم ہے کہ متن کی عبارت میں کسی غلط لفظ کا اندراج نہ کرے، جب کہ اس کو صحیح لفظ کا علم یقین ہو، کیونکہ قارئین کی نگاہ غلط کی بجائے درست لفظ پر پڑنی چاہیے۔ اب ہم ان شروحات و

تعلیقات کی الگ الگ وضاحت کرتے ہوئے ان کی انواع و اقسام تحریر کرتے ہیں، جن کی کسی بھی مخطوطہ کی تدوین کے دوران اشد ضرورت ہوتی ہے:

(۱) شروحات:

شروحات درج کرنے کے دو مقصد ہوتے ہیں۔

1- متعدد مصادر کے ذریعے متن کی درستگی کو یقینی بنانا۔

2- متن میں پائے جانے والے کسی ابہام، التباس، پیچیدگی اور الجھن کو دور کرنا اور اس کی

وضاحت کرنا۔ بہر حال یہاں بھی محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ بہت زیادہ شروحات درج نہ کرے،

کیونکہ قارئین شروحات کی کثرت سے اکتا جاتے ہیں، اور اصل موضوع کی تفہیم سے ان کی توجہ ہٹ

جاتی ہے۔ عام طور پر شروحات سے مراد مندرجہ ذیل امور لئے جاتے ہیں:

1- آیات قرآنی کی تخریج:

محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیات قرآنی کی تخریج کرے یعنی متن میں آنے والی آیت پر

ایک حاشیہ نمبر درج کرے، اور پھر اسی نمبر کے تحت نیچے حاشیے میں سورت کا نام اور آیت کا نمبر درج

کرے۔ اگر کوئی آیت متن میں پوری درج نہ ہو تو حاشیہ میں اس کی وضاحت کی جائے کہ یہ فلاں آیت کا

جز ہے یا حاشیے میں پوری آیت نقل کر کے اس کا حوالہ درج کیا جائے۔ اگر مولف یا کاتب سے آیت لکھنے

میں کوئی غلطی ہوگئی ہو تو قرآن مجید سے دیکھ کر اس غلطی کو درست کر کے متن میں آیت درج کی جائے۔

اگر محقق آیات میں اپنے پاس موجود مصحف سے اختلاف پائے تو اسے چاہیے کہ کتب قرأت

اور تفاسیر کی طرف رجوع کرے، جیسے قرأت سبع، پھر قرأت عشر، پھر قرأت اربع عشر پھر قرأت شاذہ

کی کتابیں بھی دیکھے اور تفاسیر میں سے بالخصوص تفسیر قرطبی، اور تفسیر البحر المحیط وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

جب اسے معلوم ہو جائے کہ مخطوطہ میں وارد ہونے والی قرأت قرآن مجید کی معتمد قرأت میں سے

تو حاشیے میں اس کا حوالہ درج کرے۔

آیات کی تخریج کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے:

1- المعجم المفہرس لألفاظ القرآن، محمد فواد عبدالباقی

2- نجوم الفرقان فی أطراف القرآن، جرمن مستشرق فلوہل

3- المصحف الحاسوبی (مصحف المدینۃ المنورۃ)

2- احادیث نبوی کی تخریج:

حدیث میں روایات کے اختلاف کی بنا پر محقق پر لازم ہے کہ وہ حدیث کو اسی طرح نقل

کرے جس طرح مخطوطے کے متن میں وارد ہوئی ہے۔ بالخصوص جب وہ حدیث کے معتمد مجموعوں سے

تحقیق کر لے کہ حدیث کے مفہوم میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ اگر متن مخطوطہ میں وارد ہونے والی

حدیث میں اور حدیث کے دیگر مجموعوں میں الفاظ کا اختلاف ہو تو اسے حاشیے میں درج کیا جائے، اور

ساتھ ہی روایت کی قوت و ضعف اور راویوں پر تبصرہ بھی حاشیے میں ذکر کرے۔

احادیث کی تخریج کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے:

1- مفتاح کنوز السنۃ، مستشرق ونسک، عربی ترجمہ محمد فواد عبدالباقی۔

2- کنز العمال فی سنن الأقبوال والأفعال، شیخ علی متقی ہندی۔

3- الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر، علامہ سیوطی۔

4- سلسلۃ تخاریج الأحادیث الصحیحۃ والضعیفۃ، شیخ ناصر الدین الباقی۔

3- اشعار کی تخریج:

چونکہ اشعار کو زبانی اور سینہ بسینہ روایت کیا گیا ہے لہذا اس ضمن میں راویوں میں بہت

اختلافات ہیں۔ جب محقق اپنے قلمی نسخے میں کسی شعر کے وزن کو ٹوٹا ہوا دیکھے، یا مخطوطے کے مولف

نے صرف ایک مصرع درج کیا ہو، یا وہ کسی شعر کے پہلے حصے یا آخری حصے سے استشہاد کرے، تو ان

تمام صورتوں میں محقق پر لازم ہے کہ وہ شعر کو مکمل موزون شکل میں نقل کرے، اور اگر مولف نے شاعر کا

نام ذکر نہ کیا ہو تو اسے تلاش کرنے کی بھی پوری کوشش کرے، اور حاشیے میں اس کا حوالہ درج کرے۔

ڈاکٹر شوقی ضیف اشعار کی تدوین و اشاعت کے بارے میں کہتے ہیں:

”اشعار کے دو اہم اور شاعری کے انتخابات کی اشاعت کے لئے

علم عروض سے اس قدر آگاہی ضروری ہے کہ شعر کو سنتے ہی کسی مصرع میں واقع

ہونے والی عروضی لغزش یا کسی موخ میں موسیقی کی غلطی کا فوراً پتا چل جائے۔

ماضی میں ایسا ہوا کہ کاتبوں کی طرف سے شاعری کے مخطوطات میں عروضی

غلطیاں کی گئیں بلکہ بعض دفعہ وہ محقق بھی غلطی کر جاتے ہیں جنہیں علم عروض سے

واقفیت نہیں یا وہ موسیقی بھری سماعت نہیں رکھتے، یا کم از کم ان میں نعموں کو

اشعار کی تخریج کے لئے مطبوعہ دیوان اور مخطوطات مصدر اول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر اشعار اس دیوان میں نہ ملیں، جس کا مخطوطہ میں حوالہ دیا گیا ہو، تو محقق کو حاشیے میں اس بات کا ذکر کرنا چاہیے کہ مطبوعہ دیوان سے اسے یہ شعر نہیں ملا۔ پھر اسے دوسرے مصادر سے اس کی تخریج کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں کتب حماسہ، کتب مختارات، شعری مجموعے، ڈکشنریاں، کتب لغت و ادب اور کتب نحو و تاریخ اس کی رہنمائی کر سکتی ہیں۔

4- ضرب الامثال:

ضرب الامثال کے بارے میں بہت روایات ہوتی ہیں، اور راوی ان کے الفاظ اور عبارات اور چھوٹا بڑا ہونے میں تصرف کرتے ہیں۔ محقق کو چاہیے کہ وہ ان ضرب الامثال کے اصلی مصادر تک پہنچے اور ان ضرب الامثال کی طرف منسوب ہونے والے واقعہ و قصہ کو بھی بیان کرے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابیں زیادہ اہم ہیں۔

محمود بن عمر الزمخشری، جارا اللہ کی کتاب ”المستقصى فی امثال العرب“ اور میدانی کی ”مجمع الامثال“ اور مفضل ضعی کی ”امثال العرب“ اور ابو بلال عسکری کی ”جمہرة الامثال“۔

5- ادبی عبارات کی تخریج:

ادبی عبارات سے مراد خطبے، خطوط، وصایا، حکمت کی باتیں اور دیوانی تحریریں ہیں۔ اگر مولف نے مصدر کا حوالہ دیا ہو تو محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس مصدر کی طرف رجوع کرے، اور مخطوط کی عبارت کا اصل مصدر کے ساتھ موازنہ کرے تاکہ اختلاف کو درج کر سکے۔ اگر مولف نے اصل مصدر کا حوالہ نہ دیا ہو تو محقق کو چاہیے کہ ماخذ کو تلاش کرے، اور اس بات کو قائل کی طرف منسوب کر کے حوالہ دے۔ اس سلسلے میں جو کتابیں بہت زیادہ مفید اور اہم ہیں ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

۱- جمہرة خطب العرب - احمد زکی صفوت۔

۲- جمہرة رسائل العرب - احمد زکی صفوت۔

۳- صبح الأعشى فی صناعة الإنشاء، قلتشندی۔

۴- مجموعة الوثائق السياسية فی عهد الرسول ﷺ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ

۱- اعلام و شخصیات کا تعارف:

تعارف صرف ایسی شخصیت کا ہونا چاہیے جو قارئین کے نزدیک غیر معروف ہوں، اور یہ تعارف مختصر ہونا چاہیے۔ جب کسی شخصیت کی صرف کنیت، لقب یا مشہور نام ذکر کیا گیا ہو تو محقق پر لازم ہے کہ اس کا مکمل تعارف کرائے۔ تراجم و سوانح کی کچھ عام کتابیں درج ذیل ہیں:

۱- الإصابہ فی أسماء الصحابہ، ابن حجر العسقلانی

۲- الطبقات الکبری، ابن سعد

۳- المعارف، ابن قتیبہ

۴- العبر فی خیر من غیر، امام ذہبی،

۵- شذرات الذهب، ابن عماد

۶- البدایہ والنہایہ، ابن کثیر

☆- وفیات کے نام سے کچھ مشہور کتابیں یہ ہیں:

۱- وفیات الاعیان، ابن خلکان، ۲- فوات الوفيات، ابن شاکر کتبی، ۳- الوافی بالوفیات، صفدی

☆- شعراء کے تراجم پر مشتمل کچھ معاجم کے نام درج ذیل ہیں:

۱. طبقات الشعراء، ابن سلام ۲. طبقات الشعراء، ابن المعتز

۳. معجم الشعراء، مرزبانی ۴. یتیمۃ الدهر، الثعالبی .

۵. دمیة القصر و عصرۃ اهل العصر، باخوزی.

۶. خریدة القصر و جریدة العصر ابن عماد.

۷. الأغانی، أبو الفرج اصبہانی

☆- القاب و کنیات کی کچھ معاجم یہ ہیں:

۱. ألقاب الشعراء، ابن حبیب ۲. المؤلف والمختلف، آمدی

۳. تلخیص مجمع الآداب فی معجم الألقاب، ابن فوطی

۴. الکنی والالقب، قمی.

☆- نحوی علماء کے کچھ تذکرے مندرجہ ذیل ہیں:

۱. إنباه الرواة، قفطی ۲. طبقات النحویین، زبیدی

ڈاکٹر نوری حمودی اپنی کتاب ”منہج تحقیق النصوص“ میں لکھتے ہیں:

”بعض اوقات مولفین کسی تاریخی، ادبی، یا دینی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اس واقعہ کی تفصیل ذکر نہیں کرتے، کیونکہ ان کے زمانے کے قارئین اس واقعے کی تفصیلات سے آگاہ تھے، یا وہ واقعہ مولف کے دور میں بہت مشہور تھا، لیکن آج کے دور میں اسے کوئی نہیں جانتا، یا وہ غیر واضح شکل اختیار کر چکا ہے۔ لہذا محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے حاشیے میں ایسے اشارات کی تفصیل اور وضاحت درج کرے“۔ (۲۰)

(ب) تعلیقات:

تعلیقات کے لئے ایک نقاد آنکھ، صبر کرنے والا دل، اور امین شخصیت کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ محقق کے سامنے کاتبوں کی اغلاط اور شکوک و شبہات پیدا کرنے والی اخطا کا ایک سیلاب ہوتا ہے، جو مندرجہ ذیل صورتوں میں نمودار ہوتا ہے:

1- تصحیف و تحریف:

تصحیف عام طور پر نقطوں کے اعتبار سے مشابہ الفاظ میں واقع ہوتی ہے، جیسے۔ ب ت ث، ج ح خ، ذ، ز، س ش، ص ض، ط ظ، ع غ، خاص طور پر جب مخطوطہ غیر منقوٹ یا کم نقطوں والا ہو تو تصحیف کا احتمال بڑھ جاتا ہے۔ کاتب اسماء اور کلمات کو غلط طریقے سے پڑھتا ہے، جس کی وجہ سے معنی مولف کے مقصود و مراد سے دور ہٹ جاتا ہے۔ یہاں محقق کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر لفظ اور ہر جملے اور ہر عبارت کا مقصود واضح کرے۔ اس ضمن میں مختلف مصادر سے مدد لے تاکہ کلمات کی صحت کا یقین ہو جائے، اور پھر جو لفظی و معنوی غلطی اس کے سامنے آشکارا ہو، اس پر حاشیے میں تعلیق و تبصرہ درج کرے۔ اگر محقق اپنے فیصلے سے مطمئن نہ ہو تو مخطوط کی نص کو درست کرتے ہوئے ان کلمات کے ساتھ تبصرہ بھی کرے ”السیاق یقتضی کذا“ یا ”لعلہ کذا“ اور اگر اسے تصحیح کرنے کا کوئی راستہ یا کوئی مصدر نہ ملے تو حاشیے میں یہ لکھ دے: ”ہکذا بالأصل“ اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ کسی وجہ سے اس لفظ یا عبارت کے یوں استعمال کو درست نہیں سمجھتا لیکن اسے اس کا کوئی حل بھی نہیں مل سکا۔

عصر حاضر کے مشہور محقق ڈاکٹر شوقی ضیف لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ تصحیف متفقین پر ایک بھاری ذمہ داری ہے۔ محدثین کرام نے اس کی

طرف بہت توجہ کی، اور انہوں نے بڑی محنت کر کے رجال حدیث، راویوں، احادیث کے متون یا احادیث کی عبارتوں میں واقع ہونے والی تصحیف سے آگاہ کیا۔ اس کی ایک عمدہ مثال یہ دی گئی ہے کہ مشہور حافظ حدیث ابن معین نے عوام بن مرجم (را اور جمیم کے ساتھ) کے والد کو تصحیف کی بنا پر مزام (زا اور حا کے ساتھ) سمجھا۔ اسی طرح صولی نے نبی کریم ﷺ کے فرمان (من صام رمضان واتبعه ستاً) یعنی جس نے رمضان کے روزے رکھے، اور پھر ایام بیض کے چھ روزے رکھے میں ”ستاً“ کی جگہ تصحیف کرتے ہوئے ”شیشاً“ لکھوایا۔ بلاشبہ محدثین کرام نے لغت کے ماہرین کی نسبت تحریفات کو ریکارڈ کرنے میں زیادہ محنت کی ہے، اور انہوں نے اس سلسلے میں بہت سی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ خاص طور پر راویوں اور رجال حدیث کے ناموں کے بارے میں کئی کتب تحریر کیں“۔ (۲۱)

تحریف سے مراد یہ ہے کہ حروف کی شکل اور ان کے رسم الخط کو بدل دیا جائے۔ جیسے ”ذ“ اور ”ز“ اور ”ل“ اور ”ن“، ”م“ اور ”ق“۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی (م 852ھ) نے تصحیف و تحریف کے درمیان درج ذیل فرق بیان کیا ہے:

”جب اصل کی مخالفت سیاق کلام میں رسم الخط کو باقی رکھتے ہوئے کسی ایک حرف یا حرفوں کو تبدیل کرتے ہوئے کی جائے، اگر یہ تبدیلی نقطوں میں واقع ہوئی ہے تو تصحیف ہے، اگر حرفوں کی ہیئت اور شکل کو بدلا گیا ہے تو تحریف ہے“۔ (۲۲)

تصحیف و تحریف کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں دو بہت اہم ہیں: علامہ عسکری (م 360ھ) کی کتاب ”شرح ما يقع فیہ التصحیف والتحریف“ اور عدنان عبدالرحمن (یہ پنجاب یونیورسٹی شعبہ عربی میں 1987ء میں لکھا گیا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے) قدیم دور کے علماء نے تصحیف و تحریف کی آفت کے علاج کے لئے ”المؤتلف والمختلف“ کے نام سے بھی کئی کتابیں تالیف کی ہیں۔ ان کتابوں میں اسماء، کنیات، القاب، قبائل اور انساب وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر لکھی گئی کچھ اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱- المؤتلف والمختلف، حافظ دار قطنی (م 385ھ)

۲۔ عبدالغنی بن سعید ازدی (م 409ھ) کی (المؤتلف والمختلف فی أسماء نقلہ الحدیث)

۳۔ المؤتلف فی تکملة المؤتلف والمختلف. احمد بن علی الخطیب البغدادی (م 463ھ)

۴۔ الاکمال فی رفع الإرتیاب عن المؤتلف والمختلف فی الأسماء والکنی والأنسب، ابن ماکولہ (م 387ھ)۔

۵۔ المشتبه فی الرجال۔ علامہ ذہبی (م 748ھ)۔

اسی طرح بعض کتابیں ایسی ہیں جن میں صرف قبائل کے ناموں میں واقع ہونے والی تصحیف و تحریف کو بیان کیا گیا ہے جیسے محمد بن حبیب (م 215ھ) کی کتاب "المؤتلف والمختلف فی أسماء القبائل" اور کچھ کتابوں میں انساب میں واقع ہونے والی تصحیف و تحریف کی وضاحت کی گئی ہے۔ جیسے محمد بن طاہر مقدسی المعروف بابن القیسرانی (م 507ھ) کی کتاب "الأنساب المتفقه فی الخط، المتماثلة فی النقط والضبط"

2۔ نقص وحذف:

بہت دفعہ محقق منطوطے کے اوراق میں کوئی نقص پاتا ہے، یا اس کے حروف یا الفاظ یا جملے ساقط ہو جاتے ہیں، جیسے کبھی صفحات کے کونے تلف ہو جائیں اور اس وجہ سے کوئی عبارت یا الفاظ بھی حذف ہو جائیں، یا کبھی اچانک محقق کلام میں انقطاع پاتا ہے۔ ایسی صورت میں روایتی و تقلیدی طریقہ پر عمل کرنے والے محققین کا کہنا یہ ہے کہ اس قسم کی خالی جگہوں پر قوسین کے درمیان نقطے (۔۔۔۔۔) ڈال کر نقص اور حذف کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔ لیکن مسلمان محققین اس طریقے کو ٹھیک نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں نقص و حذف اور عبارت سے گرجانے والے کلمات کی تکمیل ضروری ہے۔ البتہ تکملہ کو قوسین میں لکھا جائے پھر حاشیے میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جائے کہ نسخہ ام (اصل) میں فلاں لفظ سے فلاں لفظ تک نقص و حذف ہے، اور اس کا تکملہ فلاں نسخے سے کیا گیا ہے۔ کبھی نقص و حذف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے حرف (ن) بھی استعمال کیا جاتا ہے جس سے مراد ہے "ناقص فی الاصل"۔

3۔ زیادتی و اضافہ:

اضافہ کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم اصلی اضافہ ہے، جس سے مراد ایسا اضافہ ہوتا ہے جو مولف کے اصل کلام میں موجود تھا لیکن کسی وجہ سے نسخہ ام سے ساقط ہو گیا، اور اس کے بارے میں منطوطے کے دوسرے نسخوں سے پتہ چلا۔ ایسے اضافے کو متن کے اندر شامل کرنا زیادہ بہتر ہے، البتہ حاشیے میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جائے کہ (سقطت فی الاصل أو ناقصة فی الاصل والتکملة من نسخة کذا) یہ نسخہ ام سے گر گیا ہے یا نسخہ اصل میں ناقص اور فلاں نسخے سے تکملہ کیا گیا ہے۔ زیادتی و اضافہ کے لئے حرف (ز) بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اضافہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ بعض اوقات کوئی عبارت مولف کی اپنی تحریر کردہ نہیں ہوتی، بلکہ کاتبین اپنی عادت کے مطابق شرح و تعلق کے طور پر اسے منطوطہ میں نقل کر دیتے ہیں۔

ان میں بعض عبارتیں تو بڑی کام کی ہوتی ہیں، لیکن کچھ بے فائدہ بھی ہوتی ہیں۔ علمی امانت و دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی تمام عبارات کو حاشیے میں لکھا جائے، اور ہر قلمی نسخے کا حوالہ بھی درج کیا جائے۔ بعض اوقات ایسا کوئی اضافہ کاتب کے سہو قلم کا نتیجہ بھی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی اسے حاشیے میں ہی درج کیا جائے اور اس کی وضاحت بھی کر دی جائے۔

4۔ تکرار:

بعض اوقات کاتب کسی لفظ یا جملے کو دوبارہ لکھ دیتا ہے۔ اگر یہ تکرار تاکید کے لئے نہ ہو تو محقق کو چاہیے کہ اس مکرر لفظ یا عبارت کو حاشیے میں درج کر کے متن میں اس کا حاشیہ نمبر دے دے۔

5۔ تقدیم و تاخیر اور تبدیلی:

کاتبین بعض اوقات کسی لفظ کو مقدم و مؤخر کر دیتے ہیں، اور ایسا شخصیات کے ناموں میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کاتب کسی لفظ کو اس کے مشابہ لفظ سے بھی بدل دیتا ہے جیسے "بنت" کو "اخت" سے بدل دیا جائے۔ ان تمام امور میں محقق کو محتاط، بیدار اور چوکنا رہنا چاہیے، اور اس طرح کا جو بھی لفظ دریافت ہو اس پر حاشیے میں تعلق و تبصرہ کرے۔

6۔ لغوی اور نحوی اغلاط:

منطوطات میں بعض اوقات نحوی اور لغوی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں، اور ان کا سبب کاتبین کا قواعد و املاء اور الفاظ کے معانی سے ناواقف ہونا ہے۔ جب کوئی کاتب ایسے نسخے سے نقل کرتا ہے

جس میں تصحیف یا تحریف ہو یا اس میں کچھ الفاظ مٹ گئے ہوں یا ساقط ہو گئے ہوں، تو چونکہ وہ الفاظ و عبارات کے معانی سے واقف نہیں ہوتا، لہذا وہ خیال کرتا ہے کہ شاید اصل مخطوطہ کی عبارت اسی طرح ہی ہے، جب کہ اصل مخطوطہ یا تو ضائع ہو چکا ہوتا ہے یا اسے مل نہیں سکا یا اس تک رسائی ناممکن ہے، اور صرف وہی نسخہ باقی ہے جو اصل کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے، جس میں فحش قسم کی لغوی غلطیاں موجود ہیں۔ مخطوطات میں نحوی غلطیاں بھی بہت پائی جاتی ہیں، کیونکہ کاتب فصیح اور عامی زبان میں فرق نہیں کر پاتا جو نحوی قواعد کی پابند نہیں ہوتی۔

ان تمام صورتوں میں محقق کے لئے ضروری ہے کہ ایسی نحوی و لغوی اغلاط سے آگاہ رہے، اور املاء، نحو اور لغت کے قواعد کے مطابق انہیں درست کرے، اور حاشیہ میں ان پر تبصرہ و تعلق درج کرے۔

فصل ثالث (3):

تدوین مخطوطہ کے تکمیلی و اختتامی مراحل

جب محقق مخطوطہ کی تحقیق کے مذکورہ مراحل طے کر لیتا ہے تو اسے ”مقدمہ تحقیق“ یا تنقیدی مطالعہ اور خاتمہ تحقیق لکھنا ہوتا ہے۔ پھر اس تیار ہونے والے مسودے کی کپیوزنگ، پروف ریڈنگ، تصحیح، پرنٹنگ، جلد بندی اور زبانی امتحان کے مراحل درپیش ہوتے ہیں۔ اب ہم ان امور کا مرحلہ وار جائزہ لیتے ہیں:

1- مقدمہ تحقیق اور تنقیدی مطالعہ:

تیرہویں صدی کے نصف ثانی سے عرب یونیورسٹیوں میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا کہ اگر کوئی طالب علم کسی مخطوطہ پر تحقیق کرتا تو اس کے لئے ضروری تھا کہ مخطوطہ کے حجم کے برابر ایک مقدمہ مستقل جلد کی شکل میں تحریر کرے، جس میں مخطوطہ کی تمام جہات پر روشنی ڈالے۔ مخطوطہ کے وسیع مطالعہ پر مشتمل اس طرح کا مقدمہ لکھوانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ طالب علم کی شخصیت اور علمی استعداد نمایاں ہو سکے۔ اس کا طرز نگارش، اسلوب کتابت، اور منہج تحقیق معلوم ہو سکے۔ اور ان کے خیال میں اس کی وجہ یہ تھی کہ مخطوطہ تو پہلے سے لکھی ہوئی ایک کتاب ہے اس کو محض نقل کرنا اور اس پر حواشی و تعلیقات لکھنا طالب علم کی علمی استعداد کا جائزہ لینے کے لئے کافی نہیں۔ اس خیال کے نتیجے میں انہوں نے مخطوطہ کی تدوین کے بعد اس کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ (Analytical and Critical Study) تحریر کرنا ضروری قرار دیا۔

اسی طرح بعض اساتذہ و محققین نے اعلیٰ تعلیمی درجات (Higher Studies) میں مخطوطہ کی تدوین کو نامناسب قرار دیا، کیونکہ ان کے خیال میں اس تدوین میں کوئی نیا کام نہیں کیا جاتا اور نہ ہی طالب علم کی استعداد اور علم و معرفت کے درجے کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے نئے موضوعات پر مقالہ تحریر کرنے کو مخطوطات کی تدوین سے بہتر جانا، کیونکہ کسی موضوع پر تحقیق طالب علم کی ایک شخصی کاوش ہوتی ہے، جس میں اس کی علمی شخصیت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔

کچھ عرب یونیورسٹیاں ایسے طلبہ کے لئے پی ایچ۔ ڈی میں کسی نئے موضوع پر مقالہ لکھنا

ضروری قرار دیتی ہیں جنہوں نے ایم۔ اے یا ایم۔ فل میں کسی مخلوط کی تدوین و تحقیق کا کام کیا ہو، تاکہ طالب علم کی علمی شخصیت تکمیل پذیر ہو، اور اسے ہر طرح کے تحقیقی کاموں کا تجربہ ہو، اور اس کی معلومات میں توازن پیدا ہو۔

بعض یونیورسٹیوں نے مخلوطات کی تدوین کو بالکل ہی غیر درست قرار دے دیا ہے، اور انہوں نے یہ طے کیا، کہ کسی طالب علم سے مخلوط کی تحقیق و تدوین کا خاکہ (Synopsis) قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ان کی علمی و تعلیمی مجالس (Boards of Studies) کا خیال یہ تھا کہ مخلوطات کی تدوین میں نہ تو کوئی نیا کام ہے، نہ کوئی قابل ذکر فائدہ، اور نہ اس سے طالب علم کی علمی تمیز ہوتی ہے۔ لہذا انہوں نے صرف ایسے مقالات (Theses) لکھوانے کا فیصلہ کیا ہے جو جدید موضوعات پر مشتمل ہوں، اور جن میں مسلمانوں کے موجودہ مسائل کا حل پوشیدہ ہو۔

بہر حال ہم اس قسم کے افکار کی مطلقاً تائید نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں ایک بنیادی خرابی پوشیدہ ہے، اور وہ ہے مسلمانوں کی نئی نسل کو اپنے اسلاف کے علمی سرمایہ سے دور رکھنا، ان کے حال اور مستقبل کا تعلق ان کے ماضی سے توڑ دینا، اور انہیں اسلامی علوم و فنون کے سرچشموں سے ناواقف و بے بہرہ رکھنا۔ اس قسم کے افکار و نظریات کا گذشتہ 60 سالوں سے ہم تجربہ کر رہے ہیں، لیکن ہر تجربہ بنا کام ہی ہوا ہے اور معیار تعلیم و تدریس اور بحث و تحقیق مسلسل تخلف و ادبار کا شکار ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آج امت علم و عمل میں علماء کے لفظ کا صحیح اطلاق کہیں نظر نہیں آتا۔ آج ان افکار و نظریات کا شکار ہونے والے ”دکاتر“ (Ph.D. Holders) کی کثرت ہے۔ ان کے پاس پی ایچ۔ ڈی اعلیٰ ڈگری تو ہے لیکن ”والعلم عند اللہ“ ان میں اتنی بھی استعداد نہیں کہ وہ ائمہ سلف میں سے کسی امام کی تحریک کو پڑھ سکیں، یا قرآن مجید اور حدیث کے نصوص کا ایک صفحہ بھی بغیر غلطی کے پڑھ سکیں۔ اس پر مستزاد کہ انہیں اپنی ڈگریوں پر ناز ہے، اور وہ اس پر پھولے نہیں سماتے، اور وہ نئی نسل کو تعلم دینے پر مامور ہیں۔ ان کی حالت وہی ہے جو ایک عرب شاعر نے اپنے شعر میں بیان کی ہے:

دخلت الجامعة جاهلاً متواضعا فتخرجت منها جاهلاً مغروراً

ترجمہ: میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو میں متواضع جاہل تھا

اور جب میں یہاں سے فارغ ہوا تو میں مغرور جاہل تھا

کم از کم عربی و اسلامی علوم کے حوالے سے ایک مسلمہ حقیقت، جس کی ہمارے علماء نے

وضاحت کی ہے، وہ یہ ہے کہ ”من حفظ المتن فقد حاز العلوم و الفنون“ (جو متن حفظ کرے گا وہ علوم و فنون پر دسترس حاصل کر لے گا) ہم اس وقت تعلیمی معیار میں حقیقی بحران سے گزر رہے ہیں۔ ایک خاص انداز سے نئی نسل کو اسلاف کے علوم و فنون اور علمی ورثے سے دور کیا جا رہا ہے۔ سرکاری سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عربی و اسلامی علوم کے حوالے سے مسلسل تخلف اور پسماندگی کا سامنا ہے۔ اگر نجی مدارس، خانقاہوں، اور مساجد میں بیٹھ کر بعض علماء و مشائخ قدیم طرق و مناہج پر عمل کرتے ہوئے عربی و اسلامی علوم کی ترویج و تدریس کا سلسلہ جاری نہ رکھتے تو آج عربی و اسلامی علوم کو پڑھنے سمجھنے والا کوئی نہ ہوتا۔

صدیوں پر محیط اسلامی فکری میراث کے تحقیقی مطالعہ کے بعد ان پوشیدہ خزانوں کا سہل الاستعمال اور مستند و ثقہ شکل میں منصفہ شہود پر آنا ضروری ہے۔ مستشرقین میں بعض فضلاء نے نہایت اہم مخلوطات جدید مناہج کے مطابق تحقیق و تدوین اور تصحیح کے بعد فہارس اور اشاریوں سے آراستہ کر کے شائع کئے ہیں۔ مستشرقین کے اس تحقیقی کام کو سب کاموں سے زیادہ گراں قدر، و قیہ و مستند، پر تاثیر اور رجحان آفریں (Trend Maker) کہا جاسکتا ہے۔ M.J. DedGoeje نے مسعودی کی قلمی کتاب ”التنبیہ والاشراف“ اور البلاذری کی ”فتوح البلدان“ پر تحقیق کی۔ D.S Margoliouth نے یاقوت حموی کی قلمی کتاب ”معجم الادباء“ کو تدوین کے بعد شائع کیا۔ G. Flugel نے الحاج خلیفہ کی کتاب ”کشف الظنون“ اور ابن ندیم کی کتاب ”الفہرست“ پر تحقیق کی۔ Nicholson نے مولانا روم کی مثنوی پر تحقیق کر کے اسے شائع کیا۔

مستشرقین کے اس علمی اقدام (Initiative) کی وجہ سے عرب دنیا میں اس علمی ورثے کو محقق و مدون شکل میں شائع کرنے والے استاذ احمد محمد شاہ، عبدالسلام ہارون، محمد محی الدین عبدالحمید علی محمد بجاوی، محمد ابو الفضل ابراہیم، محمد زغلول سلام، محمد فواد عبدالباقی، ڈاکٹر عبدالصبور شاہین، ڈاکٹر ناصر الدین اسد، ڈاکٹر عدنان زرزور، ڈاکٹر مازن مبارک، ڈاکٹر زکی مبارک، ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری، شیخ محمد حادقی، شیخ مصطفیٰ محمد عمارہ، ڈاکٹر عجاج الخطیب، بشار عواد، ڈاکٹر احسان عباس، صلاح الدین منجد، ابراہیم الایاری، ڈاکٹر غازی عنایت، ڈاکٹر شوقی ضیف، ڈاکٹر احمد شلمسی اور عبدالفتاح ابو عنده اور برصغیر پاک و ہند سے محقق عظیم علامہ عبدالعزیز میمن، ڈاکٹر محمد جمید اللہ اور ڈاکٹر پیر محمد حسن جیسے مؤقر نام مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ لہذا ہم پر واجب ہے کہ اپنی نئی نسل کو اپنے علمی ورثے کے احیاء کی طرف متوجہ کریں، کیونکہ

یہ اسلامی علمی میراث اکناف عالم میں مختلف لائبریریوں، عجائب گھروں، ذاتی کتب خانوں اور درس گاہوں میں لاکھوں کی تعداد میں منتشر ہے۔ ابھی تک اس کا عشرِ عشر بھی تحقیق و تدوین سے آراستہ ہو کر سہل الاستعمال ایڈیشنوں کی شکل میں منظر عام پر نہیں آیا۔ اس میراث سے وابستگی ہی نئی نسل کے علمی معیار کو بلند کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اور انہیں حقیقی، اسلامی، علمی زندگی سے آشنا کر سکتی ہے۔

مقدمہ تدوین کن امور پر مشتمل ہونا چاہئے؟

محقق کو چاہیے کہ پہلے چار سے پانچ صفحات کا ایک چھوٹا سا مقدمہ لکھے۔ جس میں اس مخطوطہ کو تدوین کے لئے منتخب کرنے کے اسباب کا تفصیلی ذکر کرے۔ پھر مخطوطہ کا مفصل تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ پچاس سے 100 صفحات پر تحریر کرے۔ اور اس میں مندرجہ ذیل امور کا تحقیقی جائزہ لے:

مخطوطہ کے مولف کا تعارف، مخطوطہ کی علمی قدر و قیمت و اہمیت، سبب تالیف، مخطوطہ کا موضوع، مولف کی دیگر تالیفات، منہج تحقیق، قلمی نسخوں کی تفصیل، قلمی نسخوں کے نمونے وغیرہ۔ اب ہم ان امور پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں:

1- مقدمہ (چار سے پانچ صفحات):

اس میں محقق پانچ امور کا ذکر کرتا ہے:

1- مخطوطہ کو انتخاب کرنے کے اسباب۔

2- مخطوطہ کی اہمیت (اختصار کے ساتھ)۔

3- مخطوطہ کا موضوع (اختصار کے ساتھ)۔

4- تحقیق و تدوین کے دوران استعمال کئے جانے والے مصادر و مراجع کا مختصر جائزہ۔

5- اظہار تشکر و امتنان۔

2- مطالعہ: (50 سے 100 صفحات):

اس میں محقق درج ذیل امور تفصیل کے ساتھ ذکر کرتا ہے:

(ا) مولف مخطوطہ کے حالات زندگی

(ب) مخطوطہ کی اہمیت

(ج) مخطوطہ کے موضوع کا تعارف

(د) قلمی نسخوں کا تعارف و وصف اور ان کے نمونے

(ه) تحقیق و تدوین کا منہج

(الف) مولف مخطوطہ کے حالات زندگی:

اس میں محقق مولف کے تفصیلی حالات کتب تراجم، تذکروں اور کتب طبقات کے بنیادی مصادر سے پیش کرتا ہے، اور ان احوال میں مندرجہ ذیل امور کا تذکرہ کرتا ہے:

1- مولف کے زمانے کے سیاسی، علمی، ادبی، معاشرتی اور ثقافتی حالات

2- مولف کا نام و نسب

3- ولادت اور زمانہ

4- خاندان

5- پرورش اور تعلیم

6- اساتذہ و شیوخ کا اجمالی تعارف اور بالخصوص وہ جن سے زیادہ متاثر ہے۔

7- ملازمتیں، عہدے اور مناصب

8- خاص نظریات و عقائد

9- شاگرد

10- تالیفات

11- اس کے بارے میں علماء کے اقوال

12- وفات

محقق ان تمام چیزوں کو درجہ بدرجہ ذکر کرے، اور ان تمام مصادر و مراجع کا حاشیہ میں حوالہ

دے، جن سے ان معلومات کے حصول میں استفادہ کیا ہو۔

(ب) مخطوطہ کی اہمیت:

اس میں مندرجہ ذیل امور ذکر کئے جاتے ہیں:

1- مخطوطہ کی مولف کی طرف نسبت کی توثیق

2- مخطوطہ کے نام کی توثیق

3- مولف کے نام کی تحقیق

4- مخطوطہ کے امتیازی خصائص و تفردات کا تعارف

5- مخطوطہ کی تالیف کا منہج اور مولف کا اسلوب

6- اس فن میں لکھی گئی دوسری کتابوں میں مخطوطہ کا مقام

7- مخطوطہ کے مصادر

8- بعد میں آنے والے لوگوں کا اس مخطوطہ سے استفادہ اور اس پر اعتماد

9- مخطوطہ کی شروعات، تلخیصات یا منظومات وغیرہ

(ج) مخطوطہ کے موضوع کا تعارف:

جیسے علم تفسیر، علم حدیث، اصول فقہ، فروع فقہیہ، علم بلاغت، علم نحو وغیرہ علوم میں سے کونسا علم اس مخطوطہ کا موضوع ہے؟ مخطوطہ کے موضوع کا تعارف کرواتے ہوئے مندرجہ ذیل باتوں کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا جائے گا:

1- موضوع کی لغوی واصطلاحی تعریف اور غرض و غایت

2- اس فن کا آغاز اور اس کا موجد اول

3- اس فن کا ارتقاء (مولف سے پہلے)

4- اس فن میں لکھی گئی مشہور کتابیں اور مؤلفین (مولف سے پہلے)

5- اس فن میں مولف کا مقام و کردار

6- مولف کے بعد سے لے کر اب تک اس فن کا ارتقاء

(د) قلمی نسخوں کا تعارف و وصف اور ان کے نمونے:

اس میں محقق مخطوطہ کے ان تمام نسخوں کا ذکر کرے گا جو اسے دستیاب ہو سکے، اور ان کا بھی جن تک اس کی رسائی نہ ہو سکی، لیکن فہارس میں ان کا ذکر موجود ہے۔ وہ ان تمام نسخوں کے بارے میں مکمل معلومات، ان کے نمبر، ان کی موجودگی کے مقامات، ان کی قدر و قیمت، ان میں سے اصلی اور قدیم ترین نسخے (نسخہ ام) کا تعین، اور پھر فرعی نسخوں کا تعارف درج کرے۔ وہ ایک ایک کر کے تمام نسخوں کے بارے میں مندرجہ ذیل معلومات تحریر کرے گا:

1- وہ لائبریری جہاں یہ نسخہ موجود ہے۔

2- لائبریری میں مخطوطہ کا نمبر اور اندراج۔

3- اس کے اوراق کی تعداد۔

4- اس کا مسطر یعنی ہر صفحے پر سطروں کی تعداد۔

5- اس کا حجم یعنی طول و عرض۔

6- اس کا اول و آخر یعنی ابتدائی کلمات اور آخری کلمات۔

7- اس کی حالت اور وصف یعنی وہ کامل ہے یا ناقص، یا اسے پانی کا نقصان پہنچا ہوا ہے۔

کہیں صفحات و اوراق کی تقدیم و تاخیر ہے یا کچھ اوراق ساقط و ناقص ہیں۔ روشنائی صرف ایک رنگ کی ہے یا زیادہ رنگ استعمال کئے گئے ہیں یا اسے دیمک اور کیڑا وغیرہ لگا ہوا ہے۔

8- اس کا رسم الخط۔

9- کاتب کا نام۔

10- کتابت کی تاریخ۔

11- قرأت اور سماعت کا بیان اور اس پر علمائے کرام کے دستخط وغیرہ۔

12- صفحہ عنوان (Title Page) اور پہلے اور آخری صفحے کی فونو کاپی لگانا۔ خاص طور پر وہ

صفحات جن پر کاتب کا نام اور تاریخ کتابت وغیرہ درج ہو۔

(ج) تحقیق و تدوین کا منہج:

تنقیدی مطالعہ کے آخر میں محقق مخطوطہ کی تدوین کے لئے اختیار کیا گیا منہج بیان کرے گا، جو مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہونا چاہیے:

1- سب سے پہلے مخطوطہ کی نص (Text) کو نسخہ ام (نسخہ اصل) سے اپنے پاس نقل کرنا، پھر دیگر تمام نسخوں کا اس کے ساتھ موازنہ و مقارنہ کرنا، اس موازنہ کا طریقہ کار کیا تھا، کیا اصل کو حرف بحرف باقی نسخوں کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے؟ پھر اصل اور فرعی نسخوں کے درمیان وارد ہونے والے اختلافات اور فروقات کو حاشیے میں نقل کرنا۔ متن کی تصویب و تصحیح کے طریقہ کار کو واضح کیا جائے گا کہ کیا تمام نسخوں سے صحیح ترین کا انتخاب کر کے متن کو ترتیب دیا گیا ہے، اور اغلاط و اخطا کو حاشیے میں بیان کیا گیا، یا کوئی اور طریقہ اختیار کیا گیا ہے؟ اگر متن کی تصحیح کے لئے اس موضوع پر دیگر کتابوں سے موازنہ کیا گیا ہے تو اس کی بھی وضاحت کی جائے گی۔

2- جن الفاظ و کلمات کا پڑھنا مشکل تھا ان کے تلفظ (Pronunciation) کے لئے کیا

طریقہ اپنایا گیا ہے؟ الفاظ کی تشکیل یعنی ان پر حرکات لگائی گئی تھیں یا الفاظ کے ساتھ انہیں

(Edited Manuscripts) کے لئے اہم ضرورت بن چکی ہیں۔ مقالے اور خطوط کے مضامین تک رسائی کے لئے یہ چابی (Key) کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ محققین کو انتہائی آسانی اور سہولت کے ساتھ معلومات تک رسائی بہم پہنچاتی ہیں۔ ان فہارس میں جس قدر تنوع ہوگا، اس قدر قاری کے لئے ان سے استفادہ بہتر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مستشرقین اور ان کے منہج پر چلنے والے مسلمان محققین نے ہر کتاب کے مزاج کے مطابق اس کی فہارس اور اشاریہ جات تیار کرنے پر بہت محنت کی ہے۔ یہ فہارس عام طور پر کتاب کے آخر پر دی جاتی ہیں۔ بعض محققین نے امہات الکتب (Basic Original Books) اور انسائیکلو پیڈیا کے قیمتی خزانوں سے استفادے کے لئے فہارس کی الگ جلدیں تیار کی ہیں۔

جس کی ایک مثال محمد قندیل باقلی کی وہ فہارس ہیں جو انہوں نے علامہ قلعشندی کے عظیم ادبی شاہکار ”صح الاغشی فی صناعتہ الانشاء“ کے بارے میں تیار کی ہیں۔ فہارس سازی کا آسان اور مرحلہ وار طریقہ درج ذیل ہے:

1- کتاب میں موجود تمام اصناف و معلومات کو الگ نکالا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، اعلام، قبائل، بلدان، اشعار، امثال، اصطلاحات اور اس قسم کی دیگر چیزوں پر خاص علامات لگا دی جائیں۔

2- ہر فہرست کے لئے تعداد معلومات کے مطابق کارڈز (Cards) یا عام صفحات مختص کئے جائیں۔ مثال کے طور پر ایک کارڈ پر صرف ایک آیت اور اس کا حوالہ یعنی سورۃ کا نام اور آیت نمبر اور پھر مقالے کا صفحہ نمبر درج کیا جائے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام آیات کو کارڈز پر اتار لیا جائے۔ اسی طرح دیگر معلومات یعنی احادیث، اعلام، قبائل، بلدان، وغیرہ کو بھی کارڈز پر اتارا جائے۔

3- فہارس تیار کرنے کے لئے جدید لغات (Dictionaries) کی طرز پر ہجائی (Alphabetically) ترتیب اختیار کی جائے۔ ہجائی ترتیب دیتے وقت محققین کے تیار کردہ قواعد کے مطابق مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے:

(1) اعلام کو ترتیب دیتے وقت مندرجہ ذیل الفاظ و حروف کو ترتیب میں شمار نہ کیا جائے صرف تحریر میں درج کیا جائے: ابن۔ ابو۔ ام۔ بنت۔ ال۔ امام۔ الدکتور۔ شیخ۔ استاذ۔ علامہ اور (the, an, a) وغیرہ۔

ضبط کیا گیا ہے؟۔

3- متن کی وضاحت کے لئے علامات ترقیم (Punctuation Signs) اور رموز اوقاف کا استعمال۔ موجودہ دور کے مطابق املاء اور رسم الخط کا استعمال۔ آیات، احادیث اور اقوال کو نمایاں کرنے کے لئے مختلف اقواس (Braces) اور واوین (Inverted Comas) وغیرہ کے استعمال کی وضاحت۔

4- مخطوط کی نص (Text) کو فقرات (Paragraphs) ابواب، فصول اور مباحث میں تقسیم کرنا۔

5- حاشیہ میں متن کے بارے میں درج کی جانے والی تعلیقات (Commentaries) آیات، احادیث، امثال، اشعار، اقوال، اور حکمت و دانائی (Proverbs) کی باتیں وغیرہ کی تخریج کا طریقہ کار، اعلام و شخصیات، اماکن و بلدان، مخطوط کے مصادر و مراجع، مخطوطے میں وارد ہونے والی اصطلاحات کی تعریف، مولف مخطوط کی آراء پر بحث و تبصرہ، مخطوطے میں آنے والے اقتباسات (Quotations) اور علماء کی آراء کا جائزہ، نیز مخطوطے میں وارد ہونے والی تمام معلومات کی توثیق، تخریج اور ان کے لیئے دلائل و براہین اور تائیدات جمع کرنے کا طریقہ کار وغیرہ۔

6- عام اور خاص فنی فہارس اور اشاریہ جات جنہیں مخطوط کی تفہیم اور اس سے استفادہ کی آسانی کے لئے تیار کیا گیا ہو، کا تعارف درج کیا جائے۔

3- خاتمہ تحقیق (خلاصہ، نتائج، حاصلات، تجاویز و سفارشات):

(Summary, Findings, Suggestions and Recommendation)

اس میں محقق مخطوطہ پر صرف کی گئی طویل محنت کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد اپنی تحقیق کے نتائج کا ذکر کرتا ہے۔ پھر وہ بتاتا ہے کہ اس تحقیق سے لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اس تحقیق کی خصوصیات اور تفردات کیا ہیں؟ دیگر تحقیقات میں اس کا مقام کیا ہے، اور آنے والے محققین کے لئے اس تحقیق سے کیا رہنمائی مل سکتی ہے؟ یہ خاتمہ تحقیق ایک یا دو صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے:

4- فہارس اور اشاریہ جات (Analytical Indexes):

موجودہ دور میں فہارس، علمی مقالات (Theses) اور تدوین کئے گئے مخطوطات

(2) آیات قرآنی اگر تعداد میں کم ہوں تو ان کو مذکورہ طریقے سے ہجائی ترتیب دے کر فہرست بنائی جائے۔ لیکن اگر وہ تعداد میں زیادہ ہوں تو سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے آیات کو تقسیم کیا جائے مثلاً: سب سے پہلے سورۃ فاتحہ کی آیت پھر سورۃ بقرہ اور پھر آیات کی نمبرنگ (Numbering) کے لحاظ سے باہمی ترتیب کا خیال رکھا جائے۔ فہارس تیار کرتے وقت بڑی توجہ اور احتیاط چاہیے تاکہ کوئی چیز چھوٹ نہ جائے اور نہ کوئی عبارت غلط جگہ پر آجائے۔

(3) اشعار کی فہرست تیار کرتے وقت انہیں قوافی کے مطابق درج کیا جائے، اور پھر ہر قافیہ کو چار اقسام کے مطابق ترتیب دیا جائے: پہلے ساکنہ پھر مفتوحہ پھر مضمومہ پھر مکسورہ۔ اشعار کے آخر میں آنے والی (الهاء) کو مندرجہ بالا اقسام میں سے ہر قسم کے آخر میں اسی طریقے سے درج کیا جائے گا۔ نیز شعروں کے اجزاء کے لئے الگ فہرست بنائی جائے گی۔

(4) کتاب کی ایک عمومی فہرست (General Index) بھی تیار کی جائے، جسے عام طور پر فہرست موضوعات یا فہرست مضامین بھی کہا جاتا ہے۔ اس فہرست کو کتاب کے شروع میں بھی لگا سکتے ہیں اور آخر پر بھی۔ لیکن اس وقت عرب محققین علمی مقالات میں اس فہرست کو سب سے آخر پر درج کرتے ہیں۔

(5) مندرجہ بالا مختلف فہارس کو کتاب میں ان کی اہمیت کے پیش نظر ترتیب دیا جائے۔ مثال کے طور پر اگر کتاب تراجم و سوانح اور تاریخ کی ہے تو فہارس میں شخصیات کی فہرست کو باقی پر مقدم کیا جائے۔ اگر کتاب کا موضوع قبائل ہے تو قبائل کی فہرست اور اگر کتاب کا موضوع امثال ہے تو امثال کی فہرست کو باقی پر مقدم درج کیا جائے۔ البتہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی فہرست کو ان کے عظیم مرتبہ کی بنا پر تمام فہارس پر مقدم کیا جائے۔

کسی بھی مخطوط کو تدوین کے بعد عام طور پر مندرجہ ذیل فہارس کی ضرورت ہوتی ہے:

(الف) آیات اور احادیث کی فہرست:

اگر مخطوط میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی نصوص شامل ہوں تو محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیات اور احادیث کی الگ الگ فہرست تیار کرے۔ آیات اور احادیث کے پہلے حرف کو بنیاد بناتے ہوئے انہیں حروف تہجی کی ترتیب پر فہرست میں درج کرے یا آیات کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں سورتوں کے ناموں کے اعتبار سے بھی ترتیب دے سکتا ہے۔

(ب) موضوعات اور اصطلاحات کی فہرست:

یہ سب سے اہم فہرست ہے، کیونکہ کسی کتاب کی اشاعت اس وقت تک درست نہیں، جب تک کہ اس کے موضوعات و مضامین کی کوئی فہرست تیار نہ کی گئی ہو۔ اس قسم کی فہرست تیار کرنے کے لئے محقق کو چھوٹے چھوٹے کارڈز (7x15 سم) یا کوئی بھی دستیاب کاغذ استعمال کرنا چاہیے، جہاں تک فہرست اصطلاحات کی تیاری کا تعلق ہے تو اس ضمن میں سب سے پہلے اس بات کا تعین کرے گا کہ کون سی اصطلاح کو فہرست میں شمار کرنا ہے یعنی کسی چیز پر اصطلاح کی تعریف صادق آتی ہے اور کس چیز پر نہیں۔ پھر ایک کارڈ پر صرف ایک اصطلاح کو لکھے، اور اس کا صفحہ نمبر درج کرے۔ اور اس طریقے سے تمام اصطلاحات کو کارڈ پر اتار دے۔ پھر ان تمام کارڈز کو جمع کرے، اور ہجائی ترتیب کے مطابق ان اصطلاحات کو ترتیب دے، اور کتاب کے آخر میں اس فہرست کو فہرست اصطلاحات یا اشاریہ اصطلاحات کے عنوان سے درج کرے۔

(ج) فہرست اُعلام:

اس فہرست میں ان شخصیات کے ناموں کا ذکر کیا جائے گا جو مخطوط کی نص اور متن میں مذکور ہوئے ہیں۔ ان کی ترتیب ان کے مشہور نام کے اعتبار سے لگائی جائے، خواہ وہ لقب، کنیت، نسب، یا شہر، ملک، مذہب، قبیلہ کی طرف نسبت ہو۔ کسی شخصیت کے مشہور نام کا تعین کرنے کے لئے علامہ خیر الدین زرکلی کی کتاب "الأعلام" کو بطور نمونہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس فہرست کو بھی ہجائی ترتیب کے مطابق تیار کیا جائے، اور موجودہ دور کے عرب محققین کے مطابق ابن، ابو، ام، بنت، ال، علامہ، شیخ، الدکتور، وغیرہ کو ترتیب میں شمار نہ کیا جائے۔

(د) فہرست اماکن:

مخطوط میں آنے والے شہروں، ملکوں، پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں، مقامات اور علاقوں کو حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دے کر اس فہرست میں درج کیا جائے، اور ناموں سے پہلے "ال" کو شمار نہ کیا جائے۔

محقق اپنے مقالے کے مزاج کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی کے مطابق فہارس تیار کرتا ہے۔ لیکن اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ان فہارس کا مقصد یہ ہے کہ قاری کو آسانی، سہولت اور تیزی کے ساتھ مقصود تک پہنچایا جائے، اور اس کے وقت اور محنت کو بچایا جائے۔

مذکورہ بالا فہارس کے علاوہ مختلف کتابوں کی معلومات کے مطابق فہرست اقوام و ملل، مخطوطہ میں مذکور کتابوں کی فہرست، فنی اصطلاحات کی فہرست، لغوی مفردات کی فہرست، اہم واقعات کی فہرست، اہم تاریخوں کی فہرست، حیوانات کی فہرست اور نباتات کی فہرست وغیرہ تیار کی جاسکتی ہے۔ اس بارے میں ارباب تحقیق و تدوین کا اختلاف ہے کہ حواشی و ہوامش کے مضامین و معلومات کو مخطوطہ کی فہارس میں شامل کیا جائے گا یا نہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ انہیں شامل نہیں کیا جائے گا جبکہ دیگر کچھ محققین کی رائے یہ ہے کہ چونکہ متن کے ساتھ ان کا اتصال و ربط ہوتا ہے اس لئے انہیں بھی فہارس میں درج کرنا چاہیے۔ جب کہ کچھ محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی فہارس تیار کی جائیں، لیکن ان فہرستوں کو متن کی فہارس سے جدا رکھنا چاہیے۔ ہماری رائے میں بہتر یہ ہے کہ صرف متن میں وارد ہونے والی معلومات پر ہی تفصیلی و تجزیاتی فہارس تیار کی جائیں۔ جب کسی مخطوطہ کی جلدیں زیادہ ہوں تو ہر جلد کی الگ الگ فہارس بھی بنائی جاسکتی ہیں، اور آخر میں پوری کتاب کی اکٹھی فہرستیں بھی تیار کی جاسکتی ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا تمام فہارس میں اعلام و ماسکن اور معلومات و موضوعات کے سامنے مقالہ کا صفحہ نمبر لازمی طور پر درج کیا جائے۔

حواشی باب ثانی

- 1- عنایہ، غازی (الدكتور). اعداد البحث العلمي: ليسانس، ماجستير، دكتوراة. (الاسكندرية: مؤسسة شباب الجامعة، 1980م). ص 103.
- 2- فوده، حلیمی محمد (الدكتور) و عبد اللہ، عبد الرحمن صالح (الدكتور). المرشد فی کتابة الابحاث. (ط ۶، جده: دار الشروق، 1992م). ص 65.
- 3- الخطیب، محمد عجاج (الدكتور). لمحات فی المكتبة والبحث والمصادر. (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1986م). ص 30.
- 4- نفس المرجع، ص 32.
- 5- فوده، حلیمی محمد (الدكتور) و عبد اللہ، عبد الرحمن صالح (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 63.
- 6- عنایہ غازی (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 104.
- 7- الخطیب، محمد عجاج (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 46.
- 8- نفس المصدر، ص ص 47-64.
- 9- عنایہ غازی (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 46.
- 10- برجستراسر، أصول نقد النصوص ونشر الكتب. (الرياض: دار المريخ، 1982م). ص 14.
- وہارون، عبد السلام محمد. تحقیق النصوص ونشرها. (ط ۲، القاهرة: مؤسسة الحلبي و شركاه، 1965م). ص 38.
- 11- فوده، حلیمی محمد (الدكتور) و عبد اللہ، عبد الرحمن صالح (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 81.
- 12- نقش، محمد (الدكتور). كيف تكتب بحثاً أو تحقق نصاً. (ط 1، القاهرة: مطبعة الحلبي، 1980م). ص 18.
- 13- فوده، حلیمی محمد (الدكتور) و عبد اللہ، عبد الرحمن صالح (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 85.

ملحقات وضمیمہ جات

Appendixes

- 1- مقالہ کی جانچ پڑتال کا نمونہ
- 2- رسم الخط، رموز اوقاف اور اختصارات
- 3- تحریر و کتابت کے بنیادی قواعد
- 4- اسلامی اور ادبی مصادر
- 5- ایم فل اور پی ایچ ڈی کے خاکہ جات (Synopsis) کے نمونے

- 14- نغش، محمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 38.
- 15- ہارون، عبدالسلام محمد. مرجع سبق ذكره، ص 48.
- 16- نفس المصدر، ص 48.
- 17- ضیف، شوقی (الدكتور). البحث والادبی: طبیعتہ، منہجہ، اصولہ، مصادره. (ط-۷ القاہرہ: دارالمعارف، 1986م). ص 196.
- 18- نفس المصدر، ص 199.
- 19- نغش، محمد (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 44.
- 20- حمودی، نوری (الدكتور) والعانی، سامی مکی (الدكتور). منہج تحقیق النصوص و نشرها. (بغداد: جامعة بغداد، 1985م). ص 89.
- 21- ضیف، شوقی (الدكتور). مرجع سبق ذكره، ص 202.
- 22- ابن حجر العسقلانی، شہاب الدین، أبو الفضل، أحمد بن علی المتوفی ۸۵۲ھ. شرح نسخة الفکر فی مصطلح أهل الأثر. (ط-۳ دمشق: مكتبة الغزالی، 1992م). ص 32.

ماہق (1):

مقالہ کی جانچ پڑتال کا نمونہ

Check List For Thesis Evaluation

محقق اپنا مقالہ مکمل کرنے کے بعد نگران استاذ (Supervisor) کو پیش کرتا ہے اور وہ مندرجہ ذیل قواعد کی بنیاد پر مقالہ کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کا جائزہ لیتا ہے۔ محقق کو اپنا تحقیقی مقالہ استاذ کو پیش کرنے سے پہلے ان اصولوں کو سامنے رکھ کر خود ہی اپنی تحقیق کا جائزہ لینا چاہیے تاکہ بیرونی ممتحنین (External Examiners) جب اس مقالہ کی جانچ پڑتال کریں تو بہتر رپورٹ ارسال کریں۔

1۔ تحقیقی مقالے کی طباعت:

مقالہ کی ظاہری شکل و صورت اور صفحہ عنوان (سرورق):

1۔ کیا خارجی نائٹل (External Cover) مجلد ہے؟

2۔ کیا نائٹل پر درج معلومات مندرجہ ذیل طریقہ سے مکمل طور پر موجود ہیں؟

ا۔ مقالہ کا عنوان۔

ب۔ درجہ علمیہ (ایم۔ اے، ایم فل، پی ایچ ڈی)۔

ج۔ محقق کا نام۔

د۔ یونیورسٹی کا مونوگرام۔

ه۔ نگران استاذ کا نام، عہدہ وغیرہ۔

و۔ شعبہ عربی زبان و ادب / ادارہ اسلامیات۔ (شعبہ یا ادارہ کا نام)

ز۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔ (یونیورسٹی کا نام)

سال _____ ع _____ ہ مطابق _____

3۔ کیا خارجی نائٹل (External Title) کے پشتہ پر بھی معلومات دی گئی ہیں؟

4- کیا پشتہ پر معلومات درج ذیل ترتیب پر موجود ہیں؟

(ا) - محقق کا نام۔

(ب) - مقالہ کا عنوان۔

(ج) - تعلیمی سیشن / سال۔

(د) - سال _____ ع _____ بمطابق _____

5- کیا اندرونی ٹائٹل موجود ہے؟ اور کیا اس پر موجود معلومات خارجی ٹائٹل کے مطابق ہیں؟

6- کیا محقق نے اپنی تحقیق کو ”بسملہ و حمد و ثناء اور صلاۃ و سلام“ سے شروع کیا ہے؟

(ب) فہارس:

1- کیا فہرست مضامین موجود ہے؟

2- کیا دوسری فنی فہارس (Analytical Indexes) بھی موجود ہیں؟

3- کیا فہارس کو منظم صورت میں پیش کیا گیا ہے؟

4- کیا فہرست مضامین مقالہ کے شروع میں یا آخر میں لگائی گئی ہے؟

(ج) تحریر کا علمی انداز:

1- کیا محقق نے کتابت کے علمی انداز کے اصولوں کی پابندی کی ہے؟

2- فصول اور ابواب کے عنوان لکھے گئے ہیں؟

3- کیا بڑے عنوانات عمدہ انداز میں اور متن سے ممتاز کر کے لکھے گئے ہیں؟

4- کیا ذیلی عنوانات کو بھی عمدہ انداز میں ترتیب دیا گیا ہے؟

(د) مقالہ کی زبان:

1- کیا مقالہ میں لغوی غلطیاں موجود ہیں؟

2- کیا مقالہ میں الملاء کی اغلاط موجود ہیں؟

3- کیا محقق نے غیر عربی اور معرب الفاظ اور اصطلاحات کو بغیر بریکٹس کے لکھا ہے؟

2- مقالے کا مقدمہ:

(ا) مقاصد تحقیق:

1- کیا محقق نے تحقیق کے مقاصد کو بیان کیا ہے؟

2- کیا تحقیق کا بیان کردہ مقصد واقعی قابل ذکر اور درست ہے؟

(ب) تحقیق کا منہج اور اساس:

1- کیا محقق نے اس اساس اور منہج کا ذکر کیا ہے جسے اس نے دوران تحقیق اختیار کیا؟

2- کیا مقالے کی تنظیم عمدہ اور درست انداز میں کی گئی ہے؟

3- کیا اس نے منہج و اساسیات تحقیق کو منطقی انداز میں پیش کیا ہے؟

(ج) تحقیق کی مشکلات:

1- کیا محقق نے دوران تحقیق پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کیا ہے؟

2- کیا مشکلات کا ذکر منطقی، اور مثبت انداز میں پیش کیا گیا ہے؟

3- مقالے کا متن:

(ا) تحقیق کی منہجیت (Methodology)

1- کیا محقق نے اس منہج تحقیق کا التزام کیا ہے جس کا اس نے مقدمہ میں ذکر کیا؟

2- کیا تحقیق کو منہجیت کے ساتھ پورا کیا گیا ہے؟

3- کیا موضوع کی تحقیق میں کاملیت کا عنصر موجود ہے؟

4- کیا تحقیق میں ترابط کا عنصر موجود ہے؟

5- اگر تحقیق کو نقشہ جات، گرافکس اور تصویروں اور ضمیمہ جات (Appendixes) کی

ضرورت تھی، تو کیا انہیں مقالے میں پیش کیا گیا ہے؟

(ب) مقالہ کی کاملیت:

1- کیا مقالہ مکمل معلومات پر مشتمل ہے؟

2- کیا محقق نے تمام عناصر اور تحقیق سے متعلقہ ضروری معلومات کی تکمیل کی ہے؟

(ج) عناصر مقالہ کا تسلسل اور تریاٹ:

1- کیا عناصر مقالہ (ابواب و فصول) کی کتابت منطقی اور منظم تسلسل کے موافق ہے؟

2- کیا ہر عنصر (باب و فصل) کا اپنے ما قبل سے ربط موجود ہے؟

(د) معلومات کی توثیق (حوالہ جات):

1- کیا محقق نے تحقیق سے متعلقہ لازمی مراجع کو استعمال کیا ہے؟

2- کیا محقق نے مراجع کو عمدہ اور درست انداز میں استعمال کیا ہے؟

3- کیا محقق نے نادر مراجع کو بھی استعمال کیا ہے؟

4- کیا مراجع سے اقتباس کرنے کا طریقہ درست ہے؟

5- کیا اقتباس کو دلیل بنانے کی ضرورت تھی؟

6- کیا محقق نے اقتباس کا موضوع کے ساتھ درست ربط جوڑا ہے؟

7- کیا محقق نے اقتباس کردہ معلومات پر حاشیہ آرائی کی ہے؟

8- کیا حاشیہ عمدہ انداز میں لکھے گئے ہیں؟

9- کیا محقق نے ہر اقتباس کا ایک افتتاحیہ و تمہید (Intro) لکھا ہے؟ اور کیا محقق نے نقل

کرنے کے بعد اس پر تعیق (Comments) لکھی اور اس سے استنتاج و استخراج کیا؟

10- کیا محقق نے اپنے مقالہ میں کچھ ایسے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں جن کو اقتباس درج

کرنے کے طریقے کے مطابق نقل نہ کیا ہو اور نہ ہی اپنے حاشیہ میں ان کا حوالہ دیا ہو؟

4- خاتمہ تحقیق:

(أ) خلاصہ:

1- کیا محقق نے مقالہ کا خلاصہ تیار کیا ہے؟

2- کیا خلاصہ عمدہ اور درست انداز میں تیار کیا گیا ہے؟

(ب) نتائج و حاصلات:

1- کیا محقق نتائج تک پہنچا ہے؟

2- کیا یہ نتائج منطقی اور درست ہیں؟

3- کیا مدون کردہ نتائج کافی ہیں؟

4- کیا نتائج کی روشنی میں تجاویز و سفارشات تیار کی گئی ہیں؟

(ج) فہرست مصادر و مراجع:

1- کیا محقق نے مصادر و مراجع کی فہرست تیار کی ہے؟

2- کیا فہرست کو درست انداز اور ابجدی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے؟

3- کیا فہرست کو عربی، غیر عربی اور مجلات کی طرف تقسیم کیا گیا ہے؟

4- کیا محقق نے فہرست میں ایسے مراجع کا ذکر کیا ہے جو حاشیہ میں مذکور نہ تھے؟

5- کیا حواشی میں حوالہ درج کرنے کا طریقہ اور فہرست مصادر و مراجع کے تیار کرنے کا

طریقہ ایک ہی ہے؟ یعنی کیا دونوں میں اسماء مؤلفین کا اعتبار کیا گیا ہے؟

نوٹ:

ایم۔ اے، ایم فل اور بعض یونیورسٹیوں میں پی ایچ ڈی کے مقالہ کے نمبر بھی لگائے جاتے

ہیں۔ عام طور پر ایم اے کے مقالہ 100 نمبر اور ایم فل کا مقالہ 200 نمبر کا ہوتا ہے۔ اگر مقالہ 100 نمبر

کا ہو تو اس کی Evaluation کرتے وقت اور زبانی امتحان (Viva Voce) کے لئے نمبروں کی

تقسیم درج ذیل طریقہ سے کی جاسکتی ہے:

1- مقالہ کا مواد و مندرجات۔ (Contents of Thesis) Marks 15

2- منہج و اسلوب تحقیق۔ (Methodology adopted) Marks 15

3- حوالہ جات / موضوع کا تاریخی جائزہ Marks 15

(References cited/ Review of Literature)

4- زبان و مواد کی ثقاہت Marks 15

(The Language and authenticity of the contents)

Whether the candidate has achieved the objectives in his/her

(thesis

6- زبانی امتحان - (Viva Voce/Public Defence) Marks 25

ملحق (2):

رسم الخط، رموز اوقاف اور اختصارات

عربی رسم الخط:

رسم الخط سے متعلق ہماری اس تحریر کے دو پہلو ہیں:

۱- رسم الخط کا انتخاب

۲- بعض عربی حروف کو لکھنے کے مخصوص قاعدے

1- رسم الخط کا انتخاب:

محقق کے لیے عربی زبان کے چھ بنیادی اور بڑے خطوط سے آگاہی ضروری ہے، وہ چھ خط

یہ ہیں: "ثلث، نسخ، فارسی، رقعہ، دیوانی، کوفی"۔

ثُلُثٌ وَقَضَى رَبِّيَ الْإِسْبَاطَ وَالْأَلْفَاةَ وَالْعَوَالِمَ مِنْ أَيْمَانِنَا

ثلث

أَمَا بَلِّغُنَّ عَنْنَا الْكِبْرَ أَحَدَهُمَا أَوْ يَلَاغِيَانَا فَلَا تَقُلْ لِمَا أَفُ وَلَا تَشْتَهْرَهُمَا

نسخ

وَقُلْ لِمَا قَوْلَا كَرِيمًا ، وَاحْفَظْ لِمَا جَنَعَ الدَّلُّ مِنَ الرَّحْمَةِ

فارسی

وَقُلْ سُبَّانِ مَا كَانَا سُبَّانِي صَغِيرًا . رَبِّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ

رقعہ

رَبِّكَ نَكْفُرُ مَا نَكْفُرُ فَبِذَلِكَ كُنَّا لِلدَّارِ لَيْسَ مَغْفُورًا

دیوانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کوفی

اسلام کے ابتدائی زمانے میں نقطوں سے خالی کوئی خط مروج تھا۔ مصاحف قدیمہ اسی خط میں لکھے جاتے تھے۔ اس کے بعد عربوں میں نقطوں کا رواج پڑا۔ شروع میں تو حرکات فتح، ضم، کسرہ اور سکون کی علامات وجود میں آئیں، پھر علماء نے حروف کے درمیان امتیاز کے لئے نقطوں کو متعارف کروایا۔

اس وقت اہل عرب میں طلبہ کی تعلیم کے لئے ”خط رقعہ“ رائج ہے۔ البتہ کتابوں اور تحقیقات کی تدوین کے لئے ”خط نسخ“ استعمال کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ خط خوبصورت، واضح اور الجھنوں سے پاک ہے۔ قرآن مجید کے نسخے بھی اسی خط میں لکھے جاتے ہیں۔ خط ثلث کو کتابوں کے ٹائٹل لکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ باقی خطوط کو خوبصورتی، تنوع اور حسن ذوق کے اظہار کے لئے لکھا جاتا ہے۔

2- بعض حروف کو لکھنے کے مخصوص قواعد:

رسم الخط میں بعض حروف کو لکھنے کے مخصوص قاعدے ہیں جیسے ہمزہ، ہا، نقطوں والے حروف، وصل و فصل، مد و قصر، زیادتی و کمی وغیرہ۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ عالم عرب میں کتابت کا فن پروان چڑھتا رہا اور بہت سے الفاظ کا رسم الخط اب وہ نہیں جو ماضی میں ہوا کرتا تھا۔ اس کمی و زیادتی کے پیش نظر ہر زمانے کے اہل علم و دانش تحریر کے قواعد مقرر کرتے رہے ہیں۔

رموز اوقاف و ترقیم: (Punctuation Signs)

رموز اوقاف و ترقیم کو فن کتابت کا بنیادی جز شمار کیا جاتا ہے۔ ان کے ذریعے تحریر کے مفہیم و معانی کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ علمی تحقیق کی مضبوطی اور ادراک رموز اوقاف کے ضبط کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ درج ذیل سطور میں اوقاف و ترقیم کی کچھ رموز کے موقع محل کو بیان کیا جا رہا ہے:

1- نقطہ (.) Full Stop:

نقطہ ایک مکمل جملے کے اختتام پر لگایا جاتا ہے جیسے:

جَمَلُ الرَّجُلِ فَصَاحَةٌ لِسَانِهِ.

جُبِلَتِ الْقُلُوبُ عَلَى حَبِّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهَا.

2- دو عمودی نقطے (:): Colon:

یہ نقطے مندرجہ ذیل جگہوں پر لکھے جاتے ہیں:

(ا)۔ یہ لفظ قول کے مشتقات اور نقل کی جانے والی بات کے درمیان لگائے جاتے ہیں جیسے:

قال عمر بن الخطاب: "مَنْ سَلَكَ مَسَالِكَ النَّهْمِ اتَّهَمَ"

(ب) جمل کے بعد اس کی تفصیل سے پہلے جیسے:

ثلاثٌ " لَا يَرُكُنُ إِلَيْهَا: الدُّنْيَا، وَالسُّلْطَانُ، وَالْمَرْأَةُ

(ج) ایک چیز اور اس کی اقسام کے درمیان، جیسے:

الكَلِمَةُ ثَلَاثَةٌ أَقْسَامٍ: اسْمٌ، وَفِعْلٌ، وَحَرْفٌ."

(د) تمثیل کے وقت مثالوں سے پہلے جیسے:

علامات الترقيم كثيرة، مثل: النقطة، الفاصلة وغيرهما.

(ه) ہر اس لفظ کے بعد جس کی ہم تعریف کرنا چاہیں، جیسے:

الحجة: ما يَرَادُ بِهِ اثْبَاتُ أَمْرٍ أَوْ نَقْضُهُ.

3- فاصلہ (,) Comma:

فاصلہ کو مندرجہ ذیل جگہوں میں استعمال کیا جاتا ہے:

(أ)۔ منادی لفظ کے بعد جیسے: يَا سَارِيَةَ، الْجَبَلُ.

(ب)۔ دو ایسے جملوں کے درمیان جن میں حرف عطف ہو، جیسے: اقْرَأِ الدَّرْسَ جَيِّدًا، ثُمَّ

فَكِّرْ فِيهِ جَيِّدًا.

(ج)۔ دو متضاد کلمات یا متضاد جملوں کے درمیان جیسے: أَنْتَ، لَا عَبْدَ لِلَّهِ، مَنْ تَكَلَّمَ.

(د)۔ مختلف اماکن کے درمیان حروف عطف کی جگہ استعمال ہوتا ہے جیسے:

لاهور، کراچی، بھاشور، مِنْ أَكْبَرِ مَدَنِ بَاكِسْتَانِ.

(ه)۔ کسی چیز کی انواع یا اقسام کے درمیان، جیسے:

اقسام الكلمة: اسم، فعل، و حرف.

(و)۔ قسم اور جواب قسم کے درمیان، جیسے: تَاللَّهِ، لَا صَافِحَنِكَ.

(ز)۔ جملہ شرط اور جملہ جواب کے درمیان جیسے: إِنْ تَدْرُسْ، تَنْجَحْ.

4- فاصلہ منقوطة (;): Semicolon:

ان دو جملوں کے درمیان آتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لئے سبب واقع ہو جیسے:

إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ؛ فَإِنَّ النَّاسَ يَذْهَبُونَ إِلَى الْمَصَائِفِ.

5- علامت استفہام (?) Interrogation Sign:

علامت استفہام اس جملے کے بعد آتی ہے جسے حرف استفہام سے شروع کیا گیا ہو جیسے:
هل سافرت إلى إسلام آباد؟

6- علامت تعجب (!) Exclamation Sign:

(ا) اظہار تعجب کے لئے جیسے: ما أجمل الربيع! - ما أنفع الكتاب! - لله ذرک! (آپ نے کمال کر دیا)

(ب) کسی بات پر ابھارنے کے لئے جیسے: العمل العمل!

کسی بات سے ڈرانے کے لئے جیسے: إياک والكذب!

دعا کے بعد جیسے: اللهم اغفر ذنوبنا!

استعانت و فریاد کے بعد جیسے: یا للناس للفقير! - واغوثاه! - یا معتصماه!

خوشی کے بعد جیسے: یا فرحتنا! - یا بشری، قد نجت فی الاختبار!

غم کے بعد جیسے: وا کبداه!، وأسفاه، مات فلان!

ترجی اور امید کے بعد جیسے: لعل الله یرحمنا!

7- علامت شرط (-) Dash:

علامت شرط عدد و محدود کے درمیان آتی ہے جب کہ سطر کے شروع میں ہوں جیسے:

1-

2-

3-

اولا-

ثانیا-

ثالثا-

8- دو شرطے (-- Double Dash):

ان دونوں کے درمیان جملہ معترضہ ذکر کیا جاتا ہے جیسے:

قال الشيخ للفتی - وکان قد استشاره - اصبر.

9- اقواس () " " [] ﴿ ﴾ :

(ا) چھوٹی قوسین () (Parentheses) درج ذیل جگہوں پر استعمال کی جاتی ہے:

ان کے درمیان ایسا کلام ذکر کیا جاتا ہے جو اپنے سے پہلے کی تشریح یا کسی دوسری زبان میں

ترجمہ بیان کرتا ہو، جیسے: الذهب الأسود (البتروں) یکثر فی جزیرة العرب.

انہیں مختصر دعائیہ جملے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے: قال (رحمه الله) صلوا فرضکم.

(ب) علامت صحیح یا دو قوسوں "" (Quotation Mark) کے درمیان ایسا کلام ذکر کیا

جاتا ہے جو دوسروں کے کلام سے حرف بحرف منقول ہو جیسے: قال (علیہ السلام): "من عمل عملا لیس

علیہ أمرنا فهو رد".

بڑی قوسین [] میں کاتب کی طرف کئے جانے والے اس اضافے کو جگہ دی جاتی ہے جو اقتباس

شدہ عبارت میں کرتا ہے جیسے: أصدرت جامعة الرياض [جامعة الملك سعود حالياً] قرارا مهما

بمنظم قبول الطلاب-

پھول دار قوسین ﴿ ﴾ کے درمیان قرآنی آیات کو لکھا جاتا ہے، جیسے: ﴿ومما

أرسلناک إلا رحمة للعالمین﴾.

10- علامت حذف (...) Delete Sign:

علامت حذف درحقیقت تین نفی لفظی ہیں جنہیں محذوف کلام کی جگہ لکھا جاتا ہے جیسے: أركان

الإسلام خمسة وهي: شهادة أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، وإقام الصلاة و...

11- علامت تابعیت (=) Follow up Sign:

علامت تابعیت سے مراد دو متوازی شرطے (Dashes) ہیں جنہیں حاشیہ کی عبارت مکمل

نہ ہونے کی صورت میں صفحے کے آخر میں اور اسی طرح اگلے صفحے کے شروع میں لکھا جاتا ہے، ان کے

ذریعے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے کہ یہ حاشیہ پچھلے صفحے کے حاشیہ کے تابع ہے۔ (ا)

اختصارات (Abbreviations):

قدیم زمانے کے مصنفین، کاتبین اور قلمی کتابیں لکھنے والوں کا دستور یہ تھا کہ وہ اپنی عبارت

1- عنایة، غازی (الدكتور). إعداد البحث العلمی: لیسانس، ماجستیر، دکتوراہ.

(الاسکندرية: مؤسسة شباب الجامعة، ۱۹۸۰م). ص ۷۸، ۷۷.

۲۳۰
میں کثرت سے آنے والے الفاظ کے لئے اختصارات استعمال کیا کرتے تھے۔ محقق کے لئے ان سے آگاہی حاصل کرنا اور مخطوط کے محققہ نسخہ میں انہیں مکمل شکل میں تحریر کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ کے سامنے حروف تہجی کی ترتیب پر بعض اختصارات ذکر کئے جا رہے ہیں جو مخطوطات میں استعمال ہوتے ہیں:

الخ	الی آخره	خ ل	نسخة بدل
الظه	الظاهر	رح	رحمة الله عليه
المص	المصنف	رحه	رحمه الله
المقص	المقصود	رضيه/ارض	رضى الله عنه
انا	اخبرنا	انبا	انبانا
س	سوال	اه	انتهى
س	سطر	تع	تعالى
ش	شرح	ثنا	حدثنا
ص	صفحة	ج	جواب
ص	اصل	ج	جزء
صح	صحيح	ج	جمع
ح	حينئذ	ص	صلوات الله عليه
صلعم	صلوات الله عليه	للش	للشارح
صلم	صلوات الله عليه	م	للتاريخ الميلادى
ع	عليه السلام	م	مفرد
عم	عليه السلام	مج	مجلد
فح	فحينئذ	مم	ممنوع
فلانم	فلانسلم	هـ	للتاريخ الهجرى
ق.م	قبل الميلاد	هف	هذا خلف
قثنا	قال حدثنا	وظ	وهو ظاهر (ا)

۱۔ شلبی، احمد (الدكتور)۔ كيف تكتب بحثاً أو رسالة. (ط ۲۴، قاهرہ: مكتبة نهضة

مصرية، ۱۹۹۷م). ص ۲۰۹، ۲۱۲۔

۲۔ مرعشلی، يوسف (الدكتور)۔ أصول كتابة البحث العلمی. (ط ۱، لبنان: دارالمعرفة،

۲۰۰۳م)، ص ۲۷۱، ۲۷۲۔

۲۳۱
اللہ تعالیٰ کی ذات ہائے کرامت اور نبی کریم ﷺ سے متعلق اختصارات میں اہل علم نے اختصار کے بجائے پورے الفاظ ذکر کرنے کی تاکید کی ہے۔

کچھ مخصوص اختصارات:

بعض اختصارات مخصوص کتابوں کے ساتھ خاص ہوتے ہیں جیسے فیروز آبادی نے اپنی شہرہ آفاق لغت ”القاموس المحیط“ میں چند اختصارات استعمال کئے ہیں، جنہیں انہوں نے اپنے مقدمے میں ان کی مکمل صورت میں بیان کیا ہے:

وما فيه من رمز فخمسة أحرف (ف ميم) لمعروف و (عين) لموضع
و (جيم) لجمع ثم (هاء) لقربة
وللبلد (الدال) التي أهملت فع
محدثین کے اختصارات:

علامہ سیوطی نے ”الجامع الصغیر“ کے مقدمہ میں درج ذیل اختصارات ذکر کئے ہیں:

خ	للبخاری فی صحیحہ	هـ	لا بن ماجه فی سننه
خد	للبخاری فی الادب المفرد	٤	للسنن الاربعة
تخ	للبخاری فی التاريخ الكبير	٣	السنن إلا بن ماجه
م	لمسلم فی صحیحہ	حم	لاحمد بن حنبل فی المسند
ق	للمتفق عليه عندا لشيخين	عم	لعبدالله بن احمد فی زوائد المسند
د	لابی داؤد فی سننه	ک	للحاكم النيسابوري فی مستدرکه
ت	لترمذی فی سننه	حب	لابن حبان فی صحیحہ
ن	للسائى فی سننه	فر	للدیلمی فی مسند الفردوس
طب	للطبرانی فی المعجم الكبير	حل	لابی نعیم فی حلیة الاولیاء
طس	للطبرانی فی الاوسط	هب	للبيهقي فی شعب الايمان
طص	للطبرانی فی الصغیر	هق	للبيهقي فی السنن الكبرى
ص	لسعيد بن منصور فی سننه	ش	لابن ابی شیبہ فی مسنده
عق	لعقيلی فی الضعفاء	عب	لعبد الرزاق فی مصنفه
عد	لابن عدی فی الكامل	ع	لابی یعلی فی مسنده
قط	لدار قطنی فی السنن	خط	للخطيب البغدادي فی تاریخ بغداد

علامہ بیرونی نے "جمع الجوامع" میں درج ذیل مزید اختصارات کا ذکر بھی کیا ہے:

ض	للضياء المقدسى فى المختارة	بز	للبنار فى مسنده
ط	لابى داؤد الطياليسى فى مسنده	ز	لابى حامد البزاز
كر	لابن عساكر فى تاريخ دمشق		

ابن حجر عسقلانی نے "تقریب التجذیب" کے مقدمہ میں مذکورہ بالا کے علاوہ مندرجہ ذیل رموز بھی درج کئے ہیں:

خت	لتعليقات البخارى فى صحيحه	كد	لابى داؤد فى "مسائل مالك"
بخ	للبخارى فى "الادب المفرد"	تم	لترمذى فى "الشمائل"
عخ	للبخارى فى "خلق افعال العباد"	عس	للسائى فى "مسند على"
ر	للبخارى فى "جزء القراءة"	كن	للسائى فى مسند مالك
ى	للبخارى فى "جزء رفع اليدين فى الصلاة" ق:	لابن ماجه فى السنن	
فق	لابن ماجه فى "التفسير" له	مد	لابى داؤد فى "المراسيل"
ع	للجماعة الستة البخارى و مسلم و الترمذى و النسائى و ابن ماجه		
اصد	لابى داؤد فى "فضائل الانصار"	خد	لابى داؤد فى "الناسخ"
قد	لابى داؤد فى "القدر"	ف	لابى داؤد فى "التفرد"
ل	لابى داؤد فى "المسائل" (1)		

ماحق (3):

عربی تحریر و کتابت کے بنیادی قواعد (1)

ہمزہ قطعی:

ہمزہ قطعی وہ ہے جو کلمہ کے شروع میں اس طرح (ا) لکھا جاتا ہے اور ہمیشہ اس کا تلفظ بھی کیا جاتا ہے، یعنی یہ تلفظ میں کبھی حذف نہیں ہوتا۔ خواہ کلام کے شروع میں واقع ہو یا درمیان میں، جیسے:

(اد الأمانة إلى من ائتمنك ولا تخن من خانك)

ہمزہ قطعی درج ذیل جگہوں پر لکھا جاتا ہے:

1- اسماء کے شروع میں:

ہمزہ قطعی کبھی اسماء کے شروع میں آتا ہے جیسے: امام، أيمن، أحمد، أمجد

مندرجہ اسماء کا ہمزہ وصلی ہے جیسے:

- | | |
|----------------------------|------------------|
| ۱- اسم، اسمان. | ۲- است، استان. |
| ۳- ابن، ابنان. | ۳- ابنة، ابنان. |
| ۵- ابنم (أى ابن و ابنمان). | ۶- امرؤ، امرؤان. |
| ۷- امرأة، امرأتان. | ۸- اثنان. |
| ۹- اثنتان. | ۱۰- ايم الله. |

2- حروف کے شروع میں:

(ال) کے علاوہ باقی تمام حروف کا ہمزہ، ہمزہ قطعی ہے جیسے: إلی، إذن، أم، إماء، أو، إن

جبکہ (ال) کا ہمزہ وصلی ہے۔

3- چار حرفی ماضی، امر اور مصدر کے شروع میں:

جیسے: أجداد اور أجدادت (ماضی کی مثال)

أحسین اور أحمريم (امر کی مثال)

۱- مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے: محمد، عمر سلیمان، الإملاء الوظيفي من غير الناطقين بالعربية (ط. 1،

انصاف اور إفادة (مصدر کی مثال)

4- ہمزہ مضارع پر مشتمل مضارع کے شروع میں:

جیسے اری، اقرا، اجری

5- ماضی ثلاثی کے شروع میں:

جیسے: اکل اور امر

نوٹ: ہمزہ قطعی کو الف مہموزی صورت میں لکھا جاتا ہے، اگر مضموم یا مفتوح ہو تو اسے الف کے اوپر اور اگر مکسور ہو تو الف کے نیچے لکھا جاتا ہے جیسے: أحسن إلى كل من يحسن إلي. اگر ہمزہ قطعی سے پہلے کوئی حرف بھی آئے تو ہمزہ کو الف مہموزی صورت میں لکھا جاتا ہے، جیسے: لأن، فبان، وإذا.

ہمزہ وصلی:

ہمزہ وصلی درمیان کلام میں صرف لکھا جاتا ہے، بولا نہیں جاتا۔ البتہ کلام کے شروع میں لکھا اور بولا جاتا ہے مگر الف پر ہمزہ کا نشان نہیں دیا جاتا، جیسے: اشكو كل من اختار هذه اللغة.

ہمزہ وصلی مندرجہ ذیل جگہوں پر آتا ہے:

1- ثلاثی مجرد کا فعل امر۔ جیسے: اسمع، اسجد، اعبد، افعل۔

2- پانچ حرفی ماضی، امر اور مصدر کے شروع میں۔ جیسے: احتکم، احتکم، احتکام۔

3- چھ حرفی ماضی، امر اور مصدر کے شروع میں۔ جیسے: استعلم، استعلم، استعلام۔

☆ ہمزہ وصلی کو ہمزہ سے خالی الف کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔

ہمزہ قطعی اور ہمزہ وصلی کی پہچان:

ہمزہ وصلی اور ہمزہ قطعی میں فرق معلوم کرنے کے لئے ہمزہ والے لفظ سے پہلے (و) یا (فا)

لگائیے۔ اگر اس لفظ کو ادا کرتے وقت ہمزہ نہ بولا جائے تو وہ ہمزہ وصلی ہے۔ جیسے: لفظ (استطاع)

کے شروع میں (و) یا (فا) داخل کریں تو اسے (وستطاع) یا (فستطاع) پڑھا جائے گا یعنی ہمزہ نہیں بولا

جائے گا۔ البتہ کتابت میں باقی رہے گا اور (واستطاع) اور (فاستطاع) لکھا جائے گا۔ لیکن ہمزہ قطعی

لفظ و کتابت میں موجود رہے گا اگر چہ اس سے پہلے (و) یا (فا) بھی آئے۔

الف جو لفظ کے شروع سے حذف ہو جاتا ہے:

1- لفظ (اسم) کے شروع کا (الف) حذف ہو جاتا ہے جب وہ مکمل ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“

میں آئے۔ لیکن وہ اس کے علاوہ ترکیبات میں حذف نہیں جیسے: باسم اللہ، باسم الحق، باسم

القانون، باسم الأمة....

2- لفظ ”ابن“ اور ”ابنة“ کا الف بھی کتابت سے حذف کر دیا جاتا ہے بشرطیکہ یہ لفظ

مفرد ہو، دو ناموں کے درمیان واقع ہو اور سطر کے شروع میں نہ ہو جیسے: محمد بن ابراہیم۔

3- (ال) کا الف بھی بعض اوقات کتابت سے حذف کر دیا جاتا ہے بشرطیکہ اس سے پہلے

(لام) آئے اور جن اسماء پر وہ داخل ہے وہ لام سے شروع نہ ہوتے ہوں جیسے: للحق، للعلم.

للجامعة.

لفظ کے درمیان آنے والے ہمزہ کی کتابت

1- ہمزہ جب ساکن ہو:

جب ہمزہ لفظ کے درمیان آئے اور ساکن ہو تو اسے اس سے پہلے حرف کی حرکت کے ہم

جنس حرف کے اوپر لکھا جائے گا، جیسے: فأس، بنو، سؤر.

”فأس“ کا ہمزہ ساکن ہے اور اس سے پہلا حرف مفتوح ہے۔ فتح کا ہم جنس حرف الف

ہے، لہذا ہمزہ کو الف کے اوپر لکھا جائے گا۔ اس کی مزید کچھ مثالیں ملاحظہ کیجئے۔ رأس، باس، شأن۔

”بنو“ کا ہمزہ ساکن ہے اور اس سے پہلا حرف مکسور ہے، کسرہ کا ہم جنس حرف یاء ہے، لہذا

ہمزہ کو یاء کے اوپر لکھا جائے گا اس کی مزید کچھ مثالیں ملاحظہ کریں۔ بنس، منذنة.

”سؤر“ کا ہمزہ ساکن ہے اس سے پہلا حرف مضموم ہے۔ ضمہ کا ہم جنس حرف واو ہے، لہذا

ہمزہ کو واو کے اوپر لکھا جائے گا اس کی مزید کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔ لؤم، بؤس.

2- ہمزہ جب مکسور ہو:

لفظ کے درمیان میں آنے والا ہمزہ جب مکسور ہو تو اسے یاء پر لکھا جائے گا، جیسے: ینس، رئی

3- ہمزہ جب مضموم ہو:

لفظ کے درمیان آنے والا ہمزہ مضموم ہو تو اسے واؤ پر لکھا جائے گا جیسے: شؤون، یؤم، قرؤوا۔

البتہ اگر اس سے پہلے کسرہ قصیرہ یا کسرہ طویلہ ہو تو ایسے ہمزہ کو یاؤ پر لکھا جائے گا جیسے:

بریؤن (کسرہ طویلہ کی مثال) یستہزؤن (کسرہ قصیرہ کی مثال)

4- ہمزہ جب مفتوح ہو:

لفظ کے درمیان آنے والا ہمزہ مفتوح ہو تو اسے اس سے پہلے حرف پر آنے والی حرکت کے

ہم جنس حرف پر لکھا جائے گا جیسے: سال، فؤاد، فئنة

☆ اگر ایسے ہمزہ سے پہلا حرف ساکن ہو اور حرف مد نہ ہو تو ہمزہ کو الف پر لکھا جائے گا جیسے:

یسال، ییأس، ہیأة۔

☆ اگر اس سے پہلے حرف مدہ (الف یا واؤ) آئے تو اسے الگ لکھا جائے گا جیسے: تساءل،

تفاءل، لن يسوء، إن وضوء۔

☆ اگر اس کا ماقبل مابعد سے ملا ہوا ہو یعنی جب حرف مد، یاؤ کی صورت میں ہو تو اسے ایسے لکھا

جائے گا۔ بینة، خطیئة۔

5- درمیان میں آنے والے ہمزہ کی ایک اور قسم:

مجمع اللغة کا خیال ہے کہ اگر ہمزہ کسی لفظ کے آخر میں آئے لیکن اس لفظ کے ساتھ کوئی

دوسرا ایسا لفظ ملا ہو جو رسم الخط میں اسی لفظ کا حصہ شمار ہوتا ہے جیسے ضمائر، اور تشبیہ و جمع کی علامتیں، تو ایسی

صورت میں ہمزہ کو کلمہ کے درمیان میں شمار کیا جائے گا یعنی جو احکامات کلمہ کے درمیان میں آنے والے

ہمزہ کے ہوتے ہیں وہی اس کے بھی ہوں گے جیسے۔ جزاء.... إن هذا جزاؤه،

یبدأ..... یبدؤون، جزء.... اشتریت جزأین من کتاب خزانة الأدب۔

درمیان کلمہ کے وہ حروف جو کتابت میں حذف ہوتے ہیں:

کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں درمیان کلمہ میں آنے والے حروف کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

☆ درج ذیل کلمات کے درمیان الف کو حذف کر دیا جاتا ہے:

القرآن، مسرأة، الله، ذلک، السموات، إله، هأنا، هأنذا، یاہیا، یاہل،

یاہراہیم، الرحمن، هؤلاء، لکن، هذا۔

☆ مندرجہ ذیل کلمات سے نون کو حذف کر دیا جاتا ہے:

مما (من، ما)، عما (عن، ما)، ممن (من، من)، ألا (أن، لا)۔

☆ جوام دو واؤ پر مشتمل ہو اس سے ایک واؤ کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے: طاوس (طاووس) داود

(داود)۔

☆ مندرجہ ذیل اسماء موصولہ کے دوسرے لام کو حذف کر دیا جاتا ہے: الذی (الذی)، التی

(اللتی)، الذین (اللذین)۔

☆ تشبیہ میں (الذان) اور (اللتان) باقی رہیں گے۔

درمیان کلمہ کے وہ حروف جن کا بغیر نطق کتابت میں اضافہ کیا جاتا ہے:

درج ذیل کلمات کے درمیان میں (واؤ) کا کتابت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے لیکن واؤ کو بولا

نہیں جاتا۔ أولئک، أولاء، أولو (المرفوعة)، أولى، (المنصوبة، المجرورة) أولات۔

لفظ کے آخر میں آنے والے بعض حروف کی کتابت

لفظ کے آخر میں ہمزہ:

مجمع اللغة العربیہ نے لفظ کے آخر میں آنے والے ہمزہ کے درج ذیل قواعد بیان

کئے ہیں:

☆ اگر ایسے ہمزہ سے پہلے حرکت ہو تو اسے اس حرکت کے ہم جنس حروف پر لکھا جائے گا جیسے:

یجرؤ، یبدأ، یستہزی۔

☆ جب اس سے پہلے والا حرف ساکن ہو تو اسے الگ لکھا جائے گا جیسے: جزء، هءوء،

جزاء، شیء۔

☆ جب ایسے ہمزہ سے پہلے کوئی حرف ساکن ہو لیکن ہمزہ پر نصب کی تنوین آ رہی ہو ایسی

صورت میں اگر ہمزہ اپنے ماقبل سے موصول ہو تو ہمزہ کو الف تنوین اور ماقبل حرف کے

درمیان نہرہ پر لکھا جائے گا جیسے: بطننا، شینا۔

☆- اگر ہمزہ سے پہلے ایسا حرف ہو جو مابعد کے ساتھ ملا کر نہیں لکھا جاتا تو ہمزہ کو علیحدہ لکھا جائے گا۔ جیسے۔ بدء آ۔

الف لین کو لکھنے کے طریقے اور قواعد

1- الف لین، اگر حروف میں آئے:

الف لین اگر حروف کے آخر میں آئے تو مندرجہ ذیل چار جگہوں کے علاوہ اسے اس کے لفظ کے مطابق الف ہی لکھا جائے گا۔ مندرجہ صورتوں میں اسے یاء کی صورت میں لکھا جائے گا۔ جیسے۔ الی، بلی، علی، حتی۔

2- الف لین، جب افعال میں آئے:

الف لین اگر افعال میں آئے تو اس کے مندرجہ ذیل قواعد ہیں:

الف- الف لین جب فعل ثلاثی ناقص یائی کے آخر میں آئے تو اسے یاء کی صورت میں لکھا جائے گا۔ درحقیقت اس کی اصل یاء اس کے فعل مضارع سے معلوم ہوتی ہے۔ جیسے۔ مشی....

یمشی، مضی... یمضی، رمی... یومی

ب- وہ افعال جو ثلاثی ہوں لیکن ان میں حروف زوائد آرہے ہوں ایسے افعال کے آخر میں آنے والے الف کو یاء کی صورت میں لکھا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ الف سے پہلے یاء نہ ہو، جیسے:

ارتقی، اھتدی

ج- اگر کسی الف لین کی اصل واؤ ہو تو اسے بھی الف کی صورت میں لکھا جائے گا۔ جیسے۔ دعا..... یدعو، علا.... یعلو، سما..... یسمو۔

د- ثلاثی کے علاوہ دوسرے افعال میں اگر الف لین سے پہلے یاء ہو تو اسے الف کی صورت میں ہی لکھا جائے گا تاکہ یاء کا تکرار لازم نہ آئے۔ جیسے۔ استحبیا.... یستحبی۔

3- الف لین اگر اسماء میں آئے:

الف لین اگر اسماء میں آئے تو اس کے قواعد درج ذیل ہیں:

ا- اسم ثلاثی معرب میں الف لین کو الف کی صورت میں لکھا جائے گا بشرطیکہ اس کا الف واؤ

سے بدلا ہوا ہو، جیسے العصا، اس کا ثنیۃ "العصوان" آتا ہے جس سے اس کی اصل معلوم ہوتی ہے۔

ب- اگر اسم ثلاثی معرب کا یاء سے بدلہ ہوا ہو تو اسے یاء کی صورت میں لکھا جائے گا جیسے۔

الفتی۔۔۔ اس کا ثنیۃ "الفتیان" ہے جس سے اس کی اصل معلوم ہوتی ہے۔

ج- غیر ثلاثی اسماء کی دو قسمیں ہیں:

1- عربی أسماء:

اگر ایسے اسماء سے پہلے یاء نہ ہو تو انہیں یاء کی صورت میں لکھا جائے گا جیسے: کبری، صغری، فتوی، مصطفی، عذاری، اگر ان سے پہلے یاء ہو اور وہ اسماء اعلام ہوں تو یاء کے ساتھ لکھے جائیں گے جیسے: یحیی۔ اگر اسماء اعلام میں سے نہ ہو تو الف کے ساتھ لکھے جائیں گے جیسے: ہدایا، زویا۔

2- عجمی أسماء:

تین حروف سے زائد عجمی اسماء میں الف لین کو الف کی صورت میں لکھا جائے گا: سوائے اور چار جگہوں کے وہ چار جگہیں یہ ہیں۔ کسری، عیسیٰ، بخاری، موسیٰ۔

د- اسماء مہیہ میں الف لین کو الف کی صورت میں لکھا جائے گا، مندرجہ ذیل پانچ مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ لدی، انی، متی، اولی، (اشاریہ) اولی (موصولہ)۔

لفظ کے آخر میں بڑھائے جانے والے حروف:

☆- لفظ "کسائی" کے آخر میں نون کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿و کسأین

من نبی قاتل معہ ربیون کثیر﴾ (آل عمران: 146)۔

☆- حالت رفع اور حالت جر میں لفظ "عمر" کے آخر میں واؤ کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے (عمر)

جبکہ حالت نصب میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اسے بغیر واؤ کے لکھا جاتا ہے جیسے۔ "عمر"

☆- واؤ جمع کے بعد الف بڑھایا جاتا ہے جیسے۔ لقد علموا، و اعرفوا الحق من الباطل،

حتی یتبینوا۔

☆- ایسا فعل جس کے آخر میں واؤ ہو لیکن شروع میں نون آرہا ہو، جیسے۔ "ندعو" ایسے فعل کے

آخر میں الف نہیں لکھا جاتا، کیونکہ یہ واؤ جمع نہیں بلکہ یہ کلمہ کا حصہ ہے۔ اسی طرح واؤ اشباع کے بعد بھی الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا جیسے شاعر کا قول۔ ”فبان همو ذہبت اخلاقہم ذہبوا“۔

۶۶۔ واؤ علت کے بعد بھی الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا۔ جیسے: بدعو المعلم إلى الأخلاق۔

جمع مذکر سالم اگر مضاف ہو اور اس کا (ن) ساقط ہو جائے تو باقی بچنے والی واؤ کے بعد الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا ہے۔ ”المحترسون من الوقوع فيما يضرهم قليلو العدد، و طالبو الشفاء مما ضرهم كثير و العدد“۔

ماہق (4):

اسلامی و ادبی مصادر

ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ محقق طلبہ کو اسلامی علوم و فنون جیسے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، معاجم، لغت، لغت، صرف و نحو، ادب، تاریخ، سیرت، انساب، اور تراجم کی اہم کتب کے متعلق معلومات فراہم کر دیں تاکہ دوران تحقیق ان کتب سے استفادہ کر سکیں اور ان کے لئے تحقیق کا راستہ ہل ہو سکے۔ (۱)

تفسیر اور علوم قرآن

(۱) تفسیر ماثور کے اہم مصادر:

۱۔ جامع البيان عن تأويل آي القرآن:

یہ تفسیر تفسیر طبری کے نام سے مشہور ہے، اسے مشہور مفسر، مورخ اور محدث ابو جعفر محمد ابن جریر الطبری (224-310ھ) نے تالیف کیا۔ ماثور تفسیر میں سب سے زیادہ قدیم اور معتبر کتاب ہونے کا درجہ اسے ہی حاصل ہے۔ نیز یہ تفسیر معقول کے بھی اہم مصادر میں سے ہے کیونکہ اس میں بہت سے دقیق علمی استنباطات اور اقوال کی توجیہ و ترجیح کے جا بجا نمونے ملتے ہیں، جن سے حسن نظر اور علم کی گہرائی کا احساس ہوتا ہے۔ علامہ سیوطی اس تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں:

”تفسیر طبری تمام تفسیر میں ایک مایہ ناز اور عظیم مقام کی حامل تفسیر ہے۔ اس میں اقوال کی توجیہ و ترجیح کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ نیز وجوہ اعراب اور استنباط پر خاصی توجہ دی گئی ہے۔ اس اعتبار سے یہ تفسیر متقدمین کی تمام تفسیر پر فوقیت رکھتی ہے۔“

امام نووی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تفسیر طبری جیسی تفسیر آج تک نہیں لکھی گئی۔“

تفسیر طبری بڑے سائز کی تیس جلدوں میں شائع کی گئی ہے۔

۱۔ مصادر ومراجع کی یہ فہرست کچھ اضافہ اور حذف و ترمیم کے ساتھ ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کی کتاب

”لمحات في المكتبة والبحث والمصادر“ (مطبوعہ مؤسسة الرسالة، بیروت ۱۹۸۳ م)

سے اخذ کی گئی ہے۔

معالم التنزیل مشہور محدث، فقیہ اور مفسر ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد فراء بغوی شامل (م 510ھ) کی مایہ ناز تصنیف ہے۔ امام خازن نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں "معالم التنزیل" کے بارے میں لکھا ہے:

"معالم التنزیل علم تفسیر میں لکھی گئی سب سے اعلیٰ مستند، جدید اور عمدہ کتاب ہے، اس میں کئی اقوال کو جمع کیا گیا ہے اور یہ شبہ، تصحیف اور تبدیلی سے خالی ہے۔ اسے احادیث نبویہ اور احکام شریعہ سے مزین کیا گیا ہے۔ انوکھے واقعات اور ماضی کی دلچسپ باتیں اس میں موجود ہیں۔ عمدہ اشارات اور واضح عبارات اس کا اہم جزو ہیں۔ اس میں عبارات کو خوبصورت قالب اور فصیح اسلوب میں ڈھالا گیا ہے۔"

علامہ ابن تیمیہ تفسیر "البغوی" کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ تفسیر، ثعلابی کی تفسیر سے مختصر ہے لیکن مولف نے موضوع احادیث اور جدید گھڑی ہوئی آراء سے اسے محفوظ رکھا ہے۔ معالم التنزیل تفسیر ابن کثیر اور تفسیر الخازن کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔"

3- تفسیر القرآن العظیم:

امام حافظ محدث مفسر مورخ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمرو بن کثیر بصری دمشقی شافعی (700-774ھ) کی یہ تفسیر ماثور تفاسیر میں لکھی گئی تفاسیر میں تفسیر طبری کے بعد دوسرا بڑا اہم مرجع ہے۔ ابن کثیر نے تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام اور اسلاف سے منقول اقوال بھی لئے ہیں۔ ساتھ ساتھ آیات تفسیر میں روایت کردہ مرویات کے ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے اقوال کو ترجیح دینے کے ساتھ ساتھ دلائل کی توجیہات کو بھی بیان کیا ہے۔ انہوں نے ایسی منکر روایات اور اسرائیلیات وغیرہ کو بھی بیان کیا ہے جن کے ذریعے مفسر کو کسی بات کو سمجھنا اور اسے نقلی، عقلی، بغوی اور شرعی نقطہ نظر سے پرکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

اہل علم کے نزدیک اس کتاب کو عظیم مقام حاصل ہے۔ اس کی عظمت اس قدر مسلمہ ہے کہ تفسیر میں دلچسپی رکھنے والا شخص اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ تفسیر ابن کثیر تفسیر بغوی کے ساتھ بھی شائع ہوئی اور علیحدہ بڑے سائز کی چار جلدوں میں بھی شائع ہوئی ہے۔ دار الفکر لبنان نے اسے کئی مرتبہ چھاپا ہے۔

استاذ احمد محمد شاہ نے تفسیر ابن کثیر کا انتہائی باریک بینی سے اختصار کیا ہے، اور اس میں انہوں نے کتاب کی خصوصیات کا بھرپور خیال رکھتے ہوئے قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعے اور سنت مجید کے ذریعے کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ انہوں نے آیات کے معانی و مقاصد کے بیان میں ابن کثیر کی مہارت کو باقی رکھا ہے۔ انہوں نے اسانید، اسرائیلیات اور ضعیف احادیث کو حذف کر دیا ہے۔ اسی طرح مکرر احادیث اور فقہی فروعات کو بھی ذکر نہیں کیا تاکہ یہ مسلم قوم کے لئے اجتماعی طور پر ایک معتدل مرجع کا کام دے سکے۔ انہوں نے اس اختصار کو "عمدة التفسیر عن الحافظ ابن کثیر" کا نام دیا ہے یہ کتاب پانچ اجزاء میں دارالمعارف مصر سے شائع ہوئی ہے۔

شیخ محمد علی صابونی نے بھی "مختصر تفسیر ابن کثیر" کے نام سے اس کا اختصار کیا ہے۔ انہوں نے احادیث کی اسناد کو حذف کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تخریج و تہذیب اور کانٹ چھانٹ کا کام بھی کیا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے کتاب پر حاشیہ بھی لکھا ہے اور اسے انتہائی خوبصورت انداز میں بڑے سائز کے تین اجزاء میں زیور طبع سے آراستہ کیا۔ یہ اختصار پہلی مرتبہ 1393ھ میں بیروت کے دارالقرآن سے اور دوسری مرتبہ اسی ادارے سے 1399ھ میں شائع ہوا۔

4- الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور:

حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی شافعی (911ھ) نے اس تفسیر میں اسلاف سے منقول اقوال کو بڑی عمدگی سے جمع فرمایا ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، احمد، ابوداؤد، اور طبری رحمہم اللہ وغیرہ سے منقول روایات کو لیا ہے، لیکن انہوں نے روایات میں ترجیح اور صحیح و ضعیف کے امتیاز کو بیان نہیں فرمایا۔ یہ انتہائی جامع کتاب ہے اور مکمل طور پر ایک تفسیر ماثور ہے، لیکن ضعیف روایات کے ضعف کو بیان کرنے کی ضرورت ابھی باقی ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کی چھ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

مذکورہ بالا تفاسیر کے علاوہ تفسیر ماثور میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا تذکرہ اس قدر تفصیل طلب ہے کہ انہیں یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں، ان میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں۔

1- بحر العلوم، لابی الیث السمرقندی (م 283ھ)

2- تفسیر ابی اسحاق الثعلبی النیشابوری (م 427ھ)

3- تفسیر ابن عطیة الاندلسی الغرناطی (م 546ھ)

2- تفسیر بالرأے (عقلی تفسیر) کے اہم مصادر:

5- الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقوال فی وجوه التأویل:
امام ابو قاسم محمود بن عمر خوارزمی زنجیری، جار اللہ (467-538ھ) کی یہ تفسیر اہل علم کے درمیان تفسیر کشاف کے نام سے مشہور ہے۔ یہ معتزلہ کی مشہور ترین تفسیر ہے۔ اگر ہم اس میں موجود اعتراضات سے بالاتر ہو کر دیکھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ آیات قرآنیہ کے اعجاز و جمال اور سحر بلاغت کو جس طرح علامہ زنجیری نے بیان کیا ہے اس طرح شاہد ہی کسی نے بیان کیا ہو، کیونکہ علامہ زنجیری کو علوم بلاغت و معانی، عربی زبان، اشعار عرب، ادب، بیان اور علوم صرف و نحو میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ انہوں نے اپنی علمی اور ادبی مہارت کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ تفسیر کشاف میں تحریر کا زیور پہنایا ہے، جس کی وجہ سے علماء کی نظریں اور مفسرین کے دل اس تفسیر کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔

بعد میں آنے والے بہت سے اہل سنت کے علماء نے علامہ زنجیری کی اس تفسیر سے استفادہ کیا ہے، البتہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ زنجیری نے اپنی تفسیر میں معتزلہ کی آراء اور ان کے مذہب کی تائید میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اگر اس میں اعتراضات کے مسائل اور روح اعتراضات نہ ہوتی تو یہ تفسیر اپنے فوائد جلیلہ کی وجہ سے دور حاضر کی شاندار ترین تفسیر ہوتی۔ انہوں نے اہل سنت سے معتزلہ کے بہت سے اختلافی مسائل میں سنی علماء کو چیلنج کے انداز میں خطاب کیا ہے، اور بہت سے مسائل پر رد و پیش کیا ہے۔ نیز انہوں نے ہر سورت کے آخر میں اس سورت کی فضیلت اور قاری کے ثواب پر مشتمل ایک حدیث لکھی ہے لیکن ان میں سے اکثر احادیث ضعیف یا موضوع ہیں۔

یہ تفسیر بڑے سائز کی چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے حاشیہ پر بہت سی کتابیں ہیں جن میں شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی (852ھ) کی ”الکافی الثانی فی تخریج احادیث الکشاف“ قابل ذکر ہے۔ یہ کتاب مصطفیٰ حسین احمد کی تحقیق کے ساتھ 1946ء میں شائع ہوئی تھی اب اس کتاب کے مزید ایڈیشنز شائع ہو چکے ہیں۔

یہ تفسیر مشہور نحوی مفسر اشیر الدین ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن علی (ابن حیان) اندلسی (654-745ھ) (جو کہ ابو حیان کے نام سے مشہور ہیں) کی تالیف ہے۔ قرآن مجید کے وجوہ اعراب میں اسے اولین مرجع شمار کیا جاتا ہے۔ ابو حیان نے نحوی مسائل کو جا بجا بیان کرنے کے ساتھ نحو یوں کے اختلاف کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ابو حیان نے وجوہ قراءات، اسباب نزول، نسخ و منسوخ، اقوال فقہاء اور اقوال سلف کو بھی کثرت سے ذکر کیا ہے۔ بسا اوقات وہ نحو اور فقہ کی کتابوں کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور آیات میں موجود علم بیان اور علم بدیع پر بھی تبصرہ کرتے ہیں۔ وہ پہلے آیات کے مفردات کو لیتے ہیں اور اسلاف کے اقوال کی روشنی میں نحو، بیان، اور فقہی اعتبار سے اس پر بحث کرتے ہیں، پھر بلیغ اور مختصر عبارت میں اس کی تشریح کرتے ہیں۔ نیز وہ بعض اوقات اپنے سے پہلے بزرگوں کی کتابوں سے بھی نقل کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کی تفسیر ایک جامع تفسیر ہے البتہ اس پر نحوی رنگ غالب ہے۔

7. مفاتیح الغیب:

امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین بن الحسن الرازی (544-606ھ) کی تفسیر ۳۲ حصوں پر مشتمل ہے، اور تفسیر بالرأے میں سب سے ضخیم تفسیر ہونے کا درجہ بھی اسے ہی حاصل ہے۔ مختلف علوم میں انتہائی مفصل مباحث کی حامل ہونے کی وجہ سے اس تفسیر کو دوسری تفاسیر پر امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ امام رازی ایک سورت کا دوسری سورت اور ایک آیت کا دوسری آیت کے ساتھ ربط بیان کرتے ہیں۔ نیز علوم کونیہ اور علم کلام میں گفتگو کرتے ہوئے فلاسفہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں، اور پھر اہل سنت (اشاعرہ) کے مذہب کے مطابق انہیں رد کرتے ہیں، اسی طرح امام رازی آیات کے اسرار و رموز کو کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے بیشتر اوقات ”الاستنباطات العقلیہ لسورة کذا.....“ کا عنوان باندھتے ہیں۔ جب آیات احکام میں سے کوئی آیت آتی ہے تو اس پر بحث کا حق ادا کرتے ہیں اور فقہاء کے مذاہب، ان کے استنباط اور دلائل کا تذکرہ ضرور کرتے ہیں۔ بعض اوقات اصولی، نحوی اور بلاغی مسائل میں بحث کو بہت زیادہ طول دیتے ہیں۔ امام رازی مناسب مواقع پر گمراہ فرقوں کے نظریات کا تعاقب کرتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں۔

واضح رہے کہ امام رازی ابھی اس تفسیر کو مکمل نہ کر پائے تھے کہ اجل نے انہیں آلیا، پھر بعد میں آنے والے کسی عالم نے ان کے منہج اور اسلوب کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی تکمیل کی۔ البتہ تاملہ

لکھنے والے نے اس بات کی تحدید نہیں کی کہ امام رازی کہاں تک لکھ پائے تھے۔ تفسیر کبیر کئی مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوئی اور اس کے ایک نسخے پر استاذ محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق ہے جو 1352ء میں شائع ہوا تھا۔

8. فتح القدير في الجمع بين الرواية والدرایة فی التفسیر :

مایہ ناز محمد ث مفسر اور فقیہ محمد بن علی بن محمد شوکانی صنعانی (1173-1250ھ) کی اس تفسیر کا شمار ان تفاسیر میں ہوتا ہے جو تفسیر بالروایہ اور تفسیر بالدراہیہ کو جمع کرنے والی ہیں۔ اس تفسیر کو اصول تفسیر میں اصل کا درجہ حاصل ہے۔ علامہ شوکانی نے اپنے سے پہلے علماء کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا اور ان پر اضافہ بھی کیا۔ بعض مسائل میں انہوں نے اجتہاد سے بھی کام لیا ہے اور اس اجتہاد میں علماء نے ان کی مخالفت بھی کی ہے۔

علامہ شوکانی کا انداز تفسیر یہ ہے کہ وہ پہلے آیات ذکر کرتے ہیں، اور پھر ان کی معقوفی تفسیر کرتے ہیں، جس میں اکثر اوقات مفسرین کے اقوال کو ذکر کرتے ہیں، پھر وہ قابل اعتماد اقوال اور ان کے قراء کا ذکر کرتے ہیں، وہ اہل لغت کے اقوال کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ وجوہ اعراب پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، اور آیات احکام میں فقہاء کے مسالک اور دلائل پر تبصرہ کرنے کے بعد راجح قول کو دلیل کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔

بعض آیات کی تفسیر کے آخر میں ان آیات سے متعلق احادیث اور اقوال اسلاف نقل کرتے ہیں، لیکن اس مقام پر علامہ شوکانی نے بعض ضعیف روایات کو بھی ذکر کیا ہے۔ اور راوی کا ذکر کرنے پر اکتفا کر کے حدیث کا درجہ بیان نہیں کیا۔ یہ کام انہوں نے قاری پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ خود ان کے مصادر کی طرف رجوع کر کے درجہ حدیث کو تلاش کرے۔ ایک محدث ہونے کی حیثیت سے ان کے لئے بہتر یہ تھا کہ وہ درجہ حدیث کو بیان کر دیتے تاکہ قاری کے لئے اس معاملہ میں آسانی ہو جاتی۔ علامہ شوکانی نے بعض ایسی اخبار پر سکوت اختیار کیا ہے جو اہل سنت کے نزدیک ثابت شدہ نہیں اور یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود فتح القدير ایک انتہائی شاندار اور اہم کتاب ہے، جسے ایک اسلامی لائبریری کی زینت ہونا چاہیے، کیونکہ اس میں ایسی بہت سی خصوصیات موجود ہیں جو دوسری تفاسیر میں نہیں۔ یہ تفسیر پانچ جلدوں میں مصر سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

9. تفسیر القاسمی المسمی (محاسن التأویل) :

بلاد شام کے علامہ شیخ محمد جمال الدین قاسمی (1866-1914ء) کی یہ تفسیر قیمتی فوائد پر مشتمل ہے اور محقق کو یکتا و نادر دقائق سے آگاہ کرتی ہے۔ علامہ قاسمی اپنی اس تفسیر کے مقدمہ میں اس کا تعارف کچھ یوں کراتے ہیں: ”میں اس تفسیر میں شاندار تحقیقات اور اہم مباحث ذکر کروں گا، اسرار کے خزانے اس میں واضح کروں گا، افکار کے نتائج کی کانٹ چھانٹ کروں گا، اس میں ان فوائد کو جمع کروں گا جو میں نے عظیم اسلاف کی کتابوں سے حاصل کئے ہیں۔ اس میں ان موتیوں کا تذکرہ کروں گا جو مجھے قیمتی علمی ورثے سے حاصل ہوئے۔ اس میں ان زوائد کا تذکرہ ہوگا جو میری ناقص فہم نے آشکار کئے، جن کی دلیل میرے پاس موجود ہے اور ان پر میرا اعتماد بھی راسخ ہے۔ اس کتاب کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کرنے والا اس کی تعریف کئے بغیر رہ نہ سکے گا، کیونکہ میں نے اس میں نفیس عجائبات کو دلیل کے ساتھ لکھا ہے، اور صحیح اور حسن احادیث کو میں نے اس میں نقل کیا ہے۔ میں اس میں ایسی انوکھی باتیں بھی لایا ہوں جو ذہنوں کو حیران کر دینے والی ہیں، کیونکہ یہ ذہنی کا دشوں کا نچوڑ ہیں اور اہل عقل کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ میں نے انجانی باتوں کے ذریعے اپنی اسباحث کو طول دینے کی کوشش نہیں کی بلکہ مسائل کے حل میں، میں نے اختصار کو ترجیح دی ہے۔ نیز اگر کوئی شخص اس تفسیر میں اہل باطل کے خلاف دلائل کو تلاش کرنا چاہے تو اسے بہت کچھ مل جائے گا۔ شاید ہی کوئی ایسا شخص ملے جو اس کتاب کے تمام مضامین پر دسترس رکھتا ہو، اور اس میں موجود علم و دانش کی باتوں کو جانتا ہو۔ اس لئے کہ اس میں خفیہ راز ہیں اور حکمتوں کے جواہر ہیں، جنہیں تحقیق کے بعد وہی آشکار کر سکتا ہے جسے اللہ اس کام کے لئے چن لے۔“

میں نے اس تفسیر کے شروع میں اصول تفسیر کے بارے میں ایک گرانقدر مقدمے کا اضافہ کیا ہے، جو مایہ ناز قواعد اور شاندار فوائد پر مشتمل ہے۔ یہ مقدمہ مضامین کتاب کے لئے چابی کی حیثیت رکھتا ہے، اور اس سمندر کی گہرائی میں غوطہ خوری کرنے والوں کے لئے راہ نما اور حقائق کی تفسیر میں مددگار ہے۔ اس کی وجہ سے تفسیر کے اسرار و دقائق تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔“

در حقیقت علامہ قاسمی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کے بارے میں جو کچھ کہا بالکل ٹھیک کہا۔ اس تفسیر میں انہوں نے واقعتاً آیات قرآنیہ کے اسرار کو منکشف کیا، اور آیات احکام کی تفسیر میں فقہاء کے اختلاف کو واضح اسلوب کے ساتھ بیان کیا ہے، اور احادیث کو ان کے راوی اور ناقل کی طرف منسوب

کیا ہے۔ اس تفسیر کی ایک بہت اہم خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اس میں جہاں جہاں اہل علم کے اقوال لئے ہیں، ان کی کتابوں کے حوالے بھی پیش فرمائے ہیں۔ جس کی وجہ سے محقق کے لئے کثیر علمی فوائد کے حصول کے لئے ان تک رسائی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ مذکورہ خصوصیات کی بناء پر محاسن التاویل تفسیر کے میدان میں ایک ممتاز حیثیت کی حامل تفسیر ہے۔ یہ تفسیر درمیانے سائز کی سترہ جلدوں میں 1376ھ اور 1380ھ میں مصر سے شائع ہوئی ہے۔ اس کی آیات اور احادیث کی تخریج کا فریضہ فواد عبدالباقی نے سرانجام دیا ہے۔

10. فی ظلال القرآن:

عالم اسلام کے عظیم ادیب سید قطب (1906-1966ء) کی تفسیر تفسیر نگاری کے میدان میں نئی جہت اور جدید منہج کی حامل ہے۔ سید قطب نے اس تفسیر میں انتہائی شاندار اسلوب کے ساتھ معقول و منقول کو جمع کیا ہے کہ جس سے انسان کا دل قرآن مجید کے معانی و مقاصد کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ انہوں نے سورتوں اور آیات کے درمیان پائے جانے والے ربط کو واضح کیا، اور قرآن مجید کے مضامین کو آشکار کیا ہے جو انتہائی گہری اور باریک بین تحقیق کا نتیجہ ہی ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے اس تفسیر میں ہر وہ بات ذکر کی ہے جس نے ان کے دل و دماغ کو متاثر کیا۔ اسی وجہ سے اس تفسیر کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ اسے تفسیر کے زمرہ میں داخل کیا جائے یا نہیں۔ سید قطب نے بھی اس بات کو اپنے مقدمہ میں کچھ یوں بیان کیا ہے:

”اس تفسیر کو پڑھنے والے بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ یہ تفسیر کا ہی ایک رنگ ہے۔ جبکہ دوسرے بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ قرآنی مضامین پر مشتمل ایک تالیف ہے جس میں اسلام کے عمومی مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔ جبکہ ایک تیسرے گروہ کا خیال یہ ہے کہ انسانی زندگی اور معاشرے کے لئے الہی دستور یعنی قرآن مجید کی شرح کی ایک کوشش ہے اور اس دستور کی حکمت کا بیان ہے۔ جبکہ میرا خیال ان تینوں آراء سے مختلف ہے۔ میں صرف یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے خیالات اور اپنے دل کی باتوں کو تحریر کا جامہ پہنایا ہے اور میں اس کے سائے کے نیچے زندگی گزارتا ہوں۔ میں نے اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ لغوی، فقہی، اور کلامی مباحث میں غوطہ زنی نہ کروں کیونکہ یہ چیزیں قرآن کو میری روح سے اور میری روح کو قرآن سے اوجھل کر دیں گی۔ میں نے صرف ان چیزوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھی ہے جن سے انسانی معاشرے، انسانی زندگی اور انسانی روح کو فائدہ پہنچ سکتا ہو۔ کیونکہ قرآن نے

انہی چیزوں پر زور دیا ہے۔

میں نے اس بات کی بھی کوشش کی ہے کہ اس تفسیر میں اس کتاب مجز کے فنی حسن و جمال اور تعبیر و تصویر کے ساتھ اس کے الصاق پر بھی روشنی ڈالوں۔ آٹھ سال پہلے (تقریباً 1364ھ) جب میں اپنی کتاب ”التصویر الفنی فی القرآن“ سے فارغ ہوا، اس وقت سے میری ایک خواہش تھی۔ اس وقت مجھ پر یہ بات عیاں ہوئی تھی کہ تصویر خوبصورت قرآنی تعبیر میں ایک واضح قاعدہ ہے۔ میری ایک خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن مجید کو اس روشنی میں پیش کرنے کی سعادت بخشے۔ پھر یہ خواہش میرے اندر دب گئی یا چھپ گئی، یہاں تک کہ اس ظلال میں یہ ایک مرتبہ پھر ظاہر ہوئی اور میں نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ آیات کے باہمی ربط کو واضح کرنا ہوا جدید انداز میں ایسی آیات کو ایک مجموعہ کی شکل میں درس قرآن کی صورت میں پیش کروں جن میں کوئی خاص ربط و تعلق ہے اور ایک خاص ظل ان پر سایہ فگن ہے۔ قرآن مجید کی ایسی آیات قرآن مجید کا ایک رابع یا کم و بیش ہیں۔ میں نے خود کو اس بات کا پابند پورے قرآن مجید میں نہیں بنایا، البتہ میں نے اس بات کا اہتمام ضرور کیا ہے کہ قرآن مجید کے پورے تیس پاروں میں یہ تسلسل باقی رہے۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سید قطب نے اپنی تفسیر میں اسلام کی حقیقی صورت کو اسلامی عقائد، شریعت، اخلاق، مقاصد اور مفاہیم کی روشنی میں بڑے احسن انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کی اس تفسیر میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبے میں موجود تصوف و سلوک اور وجدان کا رنگ بھی جھلکتا نظر آتا ہے۔ سید قطب نے اپنی تحقیق کی گہرائی کے ساتھ ساتھ اس کی جامعیت اور اصالت کو بھی مد نظر رکھا ہے۔ انداز بیان انتہائی شاندار اور اسلوب انتہائی منفرد ہے۔ اپنی انہی خصوصیات کی بناء پر ”فی ظلال القرآن“ کو عوام و خواص میں انتہائی مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ تفسیر درمیانے سائز کی تیس جلدوں میں چھ مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

11. التفسیر الحدیث:

جدید دور کے اسلامی ادیب محمد عزمہ دروزہ نے اس تفسیر کو قرآن مجید کی نزولی ترتیب کے مطابق لکھا ہے۔ وہ اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”ہماری رائے اس بات پر ٹھہری کہ ہم اس تفسیر کو سورتوں کی نزولی ترتیب کے مطابق لکھیں۔ وہ اس طرح کہ سب سے پہلے سورۃ العلق کی تفسیر کی جائے، پھر سورۃ القلم کی، پھر سورۃ المزمل

کی، اور اس ترتیب کے مطابق پہلے کی سورتیں مکمل کی جائیں، پھر سورۃ البقرۃ اور پھر سورۃ الانفال کی تفسیر کی جائے، اور اس ترتیب کے مطابق تمام مدنی سورتیں مکمل کی جائیں۔ اس ترتیب کو اپنانے کی وجہ ہمارے ذہن میں تھی وہ یہ ہے کہ ہمارے خیال کے مطابق یہ منج قرآن منہی اور قرآن کی خدمت کے لئے زیادہ افضل ہے کیونکہ اس کے ذریعے عہد بہ عہد اور سال بہ سال سیرت طیبہ کی اتباع ممکن ہے۔ نیز نزول قرآن کے ادوار اور مراحل کو زیادہ واضح اور باریک بینی کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔ نیز قاری کو قرآن مجید کے نزول کی فضا کو انتہائی مناسب انداز میں سمجھنے کا موقع ملتا ہے، جس سے اس کے سامنے تنزیل کی حکمتیں بھی عیاں ہوتی چلی جاتی ہیں۔

اس طریقہ کار کو اختیار کرنے سے پہلے ہم نے اس کے بارے میں بہت غور و فکر اور مشاورت کی کہ کہیں یہ قرآن مجید کے تقدس کے خلاف تو نہیں، لیکن ہمارا آخری فیصلہ یہی ٹھہرا کہ قرآن منہی کے لئے اس ترتیب کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ تفسیر تلاوت سے ہٹ کر ایک معاملہ ہے۔ یہ ایک فنی اور ایک مستقل بالذات امر ہے۔ قرآن مجید کی ترتیب سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اور نہ ہی تفسیر میں اس کی ترتیب کو مختلف کرنے سے قرآن مجید کے تقدس پر کوئی فرق پڑتا ہے۔

ماضی میں ہمیں بہت سے ایسے علماء، مفسرین اور محدثین ملتے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی کسی ایک یا چند سورتوں پر تفاسیر لکھیں، اور ان پر کسی قسم کی تنقید بھی نہیں ہوئی، اسی وجہ سے ہم نے اس طریقہ پر چلنے کا ارادہ کیا، جبکہ ہمارا مقصد صرف اور صرف زیادہ نافع انداز میں قرآن مجید کی خدمت کرنا ہے۔ نہ ہم اس سے انحراف کرنا چاہتے ہیں، اور نہ شذوذ میں پڑنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیتوں کو زیادہ جانے والا ہے“

”التفسیر الحمدیث“ میں محمد عزمہ کا منج یہ ہے کہ وہ پہلے سورت کا مختصر تعارف کراتے ہیں، اور ان بنیادی خطوط کا ذکر کرتے ہیں جن کے گرد سورت گھوم رہی ہے۔ اس کی اہمیت، خصوصیات، ترتیب نزول اور اس میں موجودگی اور مدنی آیات کو بتاتے ہیں۔ پھر وہ آیات کے ایک مجموعے کو بیان کرتے ہیں جس کی تفسیر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کبھی تو یہ مجموعہ زیادہ آیات پر مشتمل ہوتا ہے اور کبھی ٹھوڑی آیات پر، وہ اسے ایک موضوعاتی اکائی بنا کر معنی اور سیاق کے اعتبار سے ان کی تشریح کرتے ہیں۔ کلمات نادرہ کی مختصر شرح کرنے کے ساتھ ساتھ لغوی استعمال اور استشہاد کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ جب کوئی عبارت اپنے معانی و مناہم کو پوری طرح بیان کر رہی ہو تو اس کی تشریح میں مشغول نہیں ہوتے۔ آیات کے شان نزول کے

بارے میں جو روایات منقول ہیں ان کا اختصار سے تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ پھر اس منتخب کردہ مجموعہ کے احکام و مہادی کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں سیرت نبویہ کے مشاہد و مناظر کے ساتھ مربوط کرتے ہیں، کیونکہ یہ ربط ہی ایک مسلم کی زندگی کو گہرے انداز میں متاثر کر سکتا ہے۔

محمد عزمہ اپنی اس تفسیر میں بہت سے مقامات پر قرآن مجید میں آنے والے واقعات اور ترغیب و ترہیب پر مشتمل امور کا ان کے مقاصد و مہادی کے ساتھ تعلق واضح کرتے ہیں۔ موضوعات پر عنوانات اور تعلیقات کو کبھی ذکر کرتے ہیں۔ مذکورہ تمام خصوصیات کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمد عزمہ نے قرآن مجید کے تیس سالہ دور نزول کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کی حقیقی تصویر پیش کی، اور قرآن کریم کی روشنی میں کاروان دعوت الی اللہ کی رفتار کا لمحہ بہ لمحہ جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ تفسیر درمیانے سائز کی بارہ جلدوں میں 1962ء سے 1964ء تک قاہرہ کے دارالاحیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوتی رہی۔

پروفیسر محمد عزمہ کے تالیفی کارناموں میں ”الیهود فی القرآن“، ”القرآن والمبشرون“، اور ”القرآن والملحدون“ بھی خاطر خواہ مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ تفسیر بالمعقول میں مندرجہ بالا کتب کے علاوہ اور بھی بہت سی بیش قیمت تصانیف موجود ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ تو انتہائی طوالت کا طلب گار ہے، البتہ ان میں سے کچھ نام یہاں ذکر کئے جا رہے ہیں۔

۱. تفسیر البیضاوی
۲. تفسیر النسفی
۳. تفسیر الخازن
۴. تفسیر النیشاپوری
۵. تفسیر جلالین
۶. تفسیر الخطیب الشربینی
۷. تفسیر ابی السعود
۸. تفسیر الآلوسی

3- آیات احکام کی تفسیر (فقہی تفسیر) کے اہم مصادر:

اہل علم نے قرآن مجید کی ایک نئی جہت سے متعارف کرانے کے لئے صرف ان آیات کی تفسیر بھی لکھی ہے، جن کا تعلق احکام سے ہے۔ سابقہ مفسرین کی طرح اول سے آخر تک پورے قرآن مجید کی تفسیر کی بجائے صرف ان آیات کی تفسیر جن سے فقہی احکامات وابستہ ہیں۔ تفسیر کا ایک جداگانہ انداز ہے۔ ایسی کچھ تفاسیر کا تعارف یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

12- احکام القرآن:

یہ تفسیر ابو بکر احمد بن علی رازی حنفی (255-370ھ) کی ہے جو ”بصا“ کے نام سے مشہور ہیں۔ علامہ بصا نے قرآن مجید کی تمام سورتوں میں سے صرف ان آیات کا انتخاب کیا ہے جو احکام

سے متعلق ہیں۔ امام جصاص آیات قرآنیہ سے مستنبط ہونے والے فقہی احکام کو ذکر کرتے ہیں، اور ان مسائل میں اختلاف ائمہ کو دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ علامہ جصاص نے فقہی مسائل، ان میں پائے جانے والے اختلاف اور دلائل کو اس کثرت اور طوالت سے بیان کیا ہے کہ دوران مطالعہ آپ کو یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ آپ تفسیر نہیں بلکہ تقابلی فقہ کی کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں۔ یہ کتاب بڑے سائز کی تین جلدوں میں 1347ھ میں مصر کے المطبعة البهية المصرية سے اور پھر بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

13- احکام القرآن:

امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی (150-204ھ) کے فقہی اقوال کو امام حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی نیشاپوری (م 458ھ) نے ترتیب دیا ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام شافعی کی احکام القرآن میں ایک کتاب تھی لیکن وہ ہم تک نہیں پہنچی۔ اس کتاب کو بیہقی نے امام شافعی کی ان نصوص سے جمع کیا ہے جو امام شافعی اور ان کے شاگردوں جیسے علامہ مزنی، بوہیسی اور ابو ثور کی کتابوں میں موجود تھیں۔

امام بیہقی نے احکام القرآن کو پہلے نقل کیا، پھر انہیں سنت سے مؤید کیا ہے۔ چنانچہ وہ پہلے آیت کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس سے مستنبط ہونے والے احکام بیان کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں امام شافعی سے منقول احکام کا تذکرہ بڑے واضح اسلوب میں کرتے ہیں۔ اس دوران مخالفین کے دلائل کو نرمی اور انصاف کے ساتھ رد بھی کرتے ہیں۔ آیات احکام کی روشنی میں مذہب شافعی کے حوالے سے یہ کتاب فقہ میں ایک عظیم مقام کی حامل ہے۔ تفسیر یا فقہ میں دلچسپی رکھنے والا شخص اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ احکام القرآن درمیانے سائز کی دو جلدوں میں 1372ھ میں سید عزت العطار الحسینی کی نگرانی میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔ اس پر شیخ عبدالغنی عبدالخالق کی وسیع اور طویل تحقیق بھی موجود ہے۔

14- احکام القرآن:

یہ کتاب امام قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ محمد معارفی اندلسی اشبیلی مالکی (468-543ھ) کی تالیف ہے جو "ابن العربی" کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ابن العربی پہلے قرآن مجید کی کسی سورت کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس میں موجود آیات احکام کی تعداد بتاتے ہیں، پھر ایک ایک آیت کو لے کر اس کی تشریح کرتے ہیں، اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس آیت میں کل اتنے مسائل ہیں، پھر ہر مسئلے کو الگ الگ

عنوان دے کر ذکر کرتے چلے جاتے ہیں۔ ابن العربی کی احکام القرآن ایک جامع کتاب ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ابن العربی نے بعض مسائل میں اپنے مخالفین کی تردید میں انتہائی سخت لب و لہجہ اختیار کیا ہے، جو بعض اوقات غیر جانبداری کی حد پار کر جاتا ہے اور تعصب سے جا ملتا ہے۔ آیات سے بعض معانی کے استنباط کے لئے ابن العربی نے لغوی استشادات کو بھی پیش کیا ہے۔ انہوں نے نہ تو اسرائیلیات کو ذکر کیا اور نہ ہی احادیث ضعیفہ کو بیان کیا ہے بلکہ ان کے ذکر کو نامناسب خیال کیا ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں میں علی محمد بجاوی کی تحقیق کے ساتھ 1957ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

15- الجامع لأحكام القرآن:

امام مفسر ابو عبد اللہ محمد ابن احمد انصاری اندلسی قرطبی (م 671ھ) کی آیات احکام کی تفسیر میں لکھی گئی جامع ترین کتاب ہے۔ انہوں نے اسباب نزول، قراءات، وجوہ اعراب، تخریج احادیث، قرآنی الفاظ غریبہ کی شرح، اشعار عربی سے استشہاد اور ایسی بہت سے چیزوں کو ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے احکام کے استنباط اور وضاحت میں آسانی ہو سکتی ہے۔ کتاب کی عبارت انتہائی عمدہ اور واضح ہے۔ اسلاف کے اقوال کو کثرت سے پیش کیا گیا ہے اور ہر قول کے قائل کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ قرطبی نے اپنی اس تفسیر میں ابن العربی کی احکام القرآن سے بھی استفادہ کیا ہے۔ علامہ قرطبی فقہی مذاہب کو ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے دلائل بیان کرتے ہیں اور پھر آیات کی عمدہ انداز میں تفسیر کرتے ہیں، اسرائیلیات اور ضعیف احادیث سے اجتناب کرتے ہیں اور انداز بیان میں تعصب اور سختی نہیں بلکہ انصاف، نرمی اور علمی شان کے مطابق لکھتے چلے جاتے ہیں۔

یہ کتاب بڑے سائز کی بیس جلدوں میں قاہرہ کے دارالکتب المصریہ سے 1935ء اور 1950ء میں شائع ہوئی تھی۔ بعد ازاں الدار القومية للطباعة والنشر سے بھی شائع کی گئی تھی۔

4- علوم القرآن کے اہم مصادر اور مراجع

1- البرہان فی علوم القرآن:

امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ زکشی (745-794ھ) کی یہ تالیف علوم قرآن میں لکھی گئی جامع ترین کتاب ہے۔ اس میں انہوں نے اسلاف کی کتابوں کا خلاصہ کیا اور ان پر بہت سے امور کا اضافہ بھی فرمایا۔ قرآن کریم سے متعلق بہت سے مسائل کی تحقیق کی مشکل اور مغلق باتوں کو حل کیا اور مختلف علوم سے متعلق پیدا ہونے والے اشکالات کو دور فرمایا۔ علامہ زکشی کی یہ کتاب سنتائیس انواع پر

مشتمل ہے۔ انہوں نے ہر نوع کا ہر اعتبار سے مہر پور حق ادا کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب سب سے زیادہ جامع اور فائدہ مند کتاب بن گئی ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کی چار جلدوں میں استاذ محمد ابو الفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ 1957ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2- الإلتقان فی علوم القرآن:

امام حافظ ابو بکر جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی (849-911ھ) کی علوم قرآن میں لکھی گئی ایک مایہ ناز جامع کتاب ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو اسی (80) انواع میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی نوع مکی اور مدنی سورتوں کی معرفت میں اور آخری نوع مفسرین کے طبقات کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں مسلمانوں کی جانب سے بہترین جزا دے کہ انہوں نے ہر نوع کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ علامہ سیوطی کی "الإلتقان" بڑے سائز کی دو جلدوں میں بہت سے کتب خانوں سے شائع ہو چکی ہے۔ ان میں المکتبۃ التجاریۃ بھی شامل ہے، اس کے حاشیے پر ابوبکر باقلانی کی اعجاز القرآن بھی شائع کی گئی ہے۔ بہر حال قارئین کی آسانی اور استفادے کی سہولت کے لئے اس کتاب پر مزید محنت اور تحقیق کی ضرورت ہے۔

3- التبیان لبعض المباحث المتعلقة بالقرآن علی طریق الإلتقان:

یہ کتاب ایک محقق عالم شیخ طاہر جزازی رحمہ اللہ (1268-1338ھ) کی تالیف ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں علوم قرآن سے متعلق تمام ضروری مباحث کو جمع کر دیا ہے، اور انتہائی علمی، دقیق اور عمیق تحقیق فرمائی ہے۔ علوم قرآن اور تفسیر سے دلچسپی رکھنے والا شخص اس کتاب سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید کا اسرار و احکام کی بڑی عمدگی سے اس میں بیان کیا گیا ہے۔ علامہ جزازی کا خیال یہ تھا کہ ان کی یہ کتاب اس تفسیر کا مقدمہ بنے گی جس کی تالیف کا وہ پہلے سے ارادہ فرما چکے تھے۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں مصر کے مطبعۃ المنار سے 1334ھ میں شائع ہوئی تھی۔

4- مناہل العرفان فی علوم القرآن:

جامعہ ازہر کے مایہ ناز اور معاصر عالم و شیخ محمد عبدالعظیم زرقانی نے اس کتاب میں علوم قرآن کی تاریخ کو موضوع بنایا ہے۔ انہوں نے تنزیل القرآن اور اسباب نزول سے متعلق گفتگو کی اور قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کے موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ علامہ زرقانی نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمع قرآن کو تفصیل

سے بیان کیا ہے اور اس حوالے سے پائے جانے والے شبہات کے دندان شکن جواب دئے ہیں۔ علامہ زرقانی نے سورتوں اور آیات کی ترتیب، کتابت قرآن، رسم قرآنی، مصاحف، قرأت، قراء، تفسیر، مفسرین اور ان کا منہج تفسیر، کتب تفسیر، ترجمہ قرآن، اور اس کا حکم، اس بارے میں علماء کے مذاہب اور ناسخ و منسوخ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ نے محکم و متشابہ وغیرہ کا تذکرہ کیا، اور ان سے متعلق پائے جانے والے علمی اشکالات کو بہترین انداز میں حل کیا ہے۔ آپ نے اسلوب قرآن، خصائص قرآن، اعجاز قرآن، اور ان سے متعلق پائے جانے والے شبہات کو بخوبی واضح کیا ہے۔ مذکورہ خصائص کی بنا پر علامہ زرقانی کی علوم قرآن کے بارے لکھی گئی یہ کتاب ایک شاہکار ہے اور شریعہ کا لجز میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی علمی ضرورت پورا کرتی ہے۔ مناہل العرفان کئی مرتبہ درمیانے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اس کا تیسرا ایڈیشن 1973ء میں مصر سے شائع ہوا تھا۔

5- المدخل لدراسة القرآن الکریم:

یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر محمد ابو شہبہ نے تالیف کی، جو علماء معاصرین میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں علوم قرآن سے متعلق تمام اہم مباحث کو جمع کر دیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کو قرآن مجید کے تعارف سے شروع کیا اور کتابت و رسم قرآن کے بیان پر اسے ختم کیا۔ جمع قرآن سے متعلق پائے جانے والے تمام شبہات کا خاطر خواہ حل اس کتاب میں موجود ہے۔ مباحث کے درمیان بہت سی شاندار علمی تحقیقات قاری کے پڑھنے کے لئے میسر آ جاتی ہیں۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مستشرقین اور مسیحی مشزیوں کی جانب سے اٹھائے جانے والے بہت سے اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔ درمیانے سائز کی ایک جلد پر مشتمل یہ کتاب جامعۃ الازہر کے پریس سے 1958ء میں شائع ہوئی تھی۔

6- مباحث فی علوم القرآن:

لبنان کے مشہور عالم دین ڈاکٹر صبحی صالح نے اس کتاب میں علوم قرآن کے اہم مسائل کو علمی انداز میں بڑی عمدگی اور سلاست کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ قرآن اور علوم قرآن سے متعلق کئے جانے والے اشکالات کے جواب بھی اس کتاب میں موجود ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ بڑے سائز کی ایک جلد میں جامعہ دمشق کے پریس سے 1958ء میں شائع ہوئی تھی، اس کے بعد اس کے کئی ایڈیشنز شائع ہو چکے ہیں۔

7- أسباب النزول:

قرآنی آیات کے اسباب نزول کے بارے میں لکھی گئی سب سے قدیم کتاب "اسباب النزول" شیخ امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری (م 468ھ) کی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کے نقل کردہ اسباب نزول کو ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب 1279ھ میں مصر سے درمیانے سائز کی ایک جلد میں شائع ہوئی تھی۔

8- لباب النقول فی أسباب النزول:

امام حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی (849-911ھ) نے اپنی اس کتاب میں احادیث و تفاسیر کا نچوڑ ذکر کر دیا ہے، جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں انہوں نے بذات خود اس بات کا اظہار کیا ہے۔ ایک مناسب سائز کی جلد میں یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

9- حرز الأمانی فی القرأت السبع:

امام القراء ابومحمد قاسم بن فیہ بن خلف رینینی شاطبی اندلسی (538-590ھ) کی اس مایہ ناز تصنیف کو فن تجوید و قرأت میں سب سے قدیم ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ اس کی سب سے بہترین شرح ملا علی القاری رحمہ اللہ الباری نے لکھی ہے جو ہندوستان سے 1348ھ میں شائع ہوئی تھی۔

10- المنشر فی القرأت العشر:

یہ کتاب حافظ ابوالخیر محمد بن محمد دمشقی شافعی (م 823ھ) کی تالیف ہے جو ابن الجزری کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کتاب میں علوم قرآن، قراءات اور تجوید کے مباحث کو اس شاندار انداز میں جمع کیا گیا ہے کہ قرآن اور علوم قرآن میں دلچسپی رکھنے والا کوئی شخص اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ یہ کتاب دو جلدوں میں علی محمد ضباع کی نگرانی میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔ مذکورہ کتاب کے علاوہ علامہ جزری کی چند اور تصنیفات بھی علوم قرآن کے میدان میں خاصی اہمیت کی حامل ہیں:

1- التمهید فی علم التجوید 2- منجد المقرئين

3- متن الجزرية،

یہ تجوید و قرأت میں ایک منظوم رسالہ ہے جس کی شرح شیخ علی القاری نے لکھی ہے۔

11- التبیان فی آداب حملۃ القرآن:

قرآن مجید کے آداب کے بارے میں تالیف کی گئی سب سے زیادہ جامع اور مایہ ناز کتاب امام

حافظ ابوزکریا۔ نجی بن شرف الدین نووی (631-676ھ) کی تالیف ہے۔ اس کا سب سے عمدہ نسخہ دار الفکر سے شائع ہوا تھا۔

5- مطالعہ قرآن سے متعلق اہم مصادر:

1- اعجاز القرآن:

قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی (م 403ھ) کی یہ تالیف بڑے سائز کی ایک جلد میں سید احمد صقر کی تحقیق کے ساتھ دارالمعارف مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2- اعجاز القرآن کے بارے میں تین اہم رسائل:

اعجاز قرآن سے متعلق لکھے گئے تین اہم رسائل محمد خلف اللہ اور محمد زغلول سلام کی تحقیق کے ساتھ ایک مجموعہ میں مصر سے شائع ہوئے تھے۔

1- بیان اعجاز القرآن، لأبی سلیمان حمد بن محمد الخطابی (319-344ھ)

2- النکت فی اعجاز القرآن، لأبی الحسن علی بن عیسی الرمانی (296-386ھ)

3- الرسالة الشافية، لأبی بکر عبدالقاهر الجرجانی (471ھ)

3- اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویة:

مصطفی صادق رافعی (1297ھ-1356ھ) کی یہ کتاب ایک جلد میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

4- تآویل مشکل القرآن:

ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیہ (213-276ھ) کی یہ کتاب سید احمد صقر کی تحقیق کے ساتھ ایک جلد میں قاہرہ کے دار احیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوئی تھی۔

5- متشابہ القرآن:

قاضی عبدالجبار بن احمد معتزلی (م 415ھ) کی یہ جامع کتاب دو حصوں میں ڈاکٹر عدنان زرور کی تحقیق کے ساتھ دارالتراث، قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے۔

6- دفع ایہام الاضطراب عن آیات الکتاب:

شیخ محمد امین جکنی شافعی نے اس کتاب میں ان آیات کے درمیان تطبیق و توافق کی صورتوں کو بیان کیا ہے جن میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔ آیات کو صورتوں کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب

درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1375ھ میں ریاض سے شائع ہوئی تھی۔

7- الجمان فی تشبیہات القرآن:

ابو قاسم عبداللہ بن محمد (ابن ناویا بغدادی) (410-485ھ) کی یہ کتاب ڈاکٹر عبداللہ زرزور اور ڈاکٹر محمد رضوان دایہ کی تحقیق کے ساتھ درمیانے سائز کی ایک جلد میں وزارت المعارف سے شائع ہوئی تھی۔

8- الإکلیل فی المنتشایہ والتأویل:

شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ (661-728ھ) کی یہ کتاب ایک خوبصورت جلد میں مصر سے دوسری مرتبہ 1947ء میں شائع ہوئی تھی۔ "مقدمۃ فی اصول التفسیر" کے نام سے ابن تیمیہ کا ایک رسالہ مصر کے مطبعہ سلفیہ سے 1370ھ میں شائع ہوا تھا۔ پھر ڈاکٹر عدنان زرزور کی تحقیق کے ساتھ دارالقرآن لبنان نے اسے 1971ء میں شائع کیا۔ آخری مرتبہ یہ رسالہ مؤسسۃ الرسالۃ سے شائع ہوا تھا۔

9- التبیان فی أقسام القرآن:

امام حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر، ابن القیم الجوزیہ (651-751ھ) نے اس کتاب میں قرآن مجید میں موجود قسم اور جواب قسم کو بھر پور طریقہ سے واضح کیا ہے۔ یہ کتاب 1321ھ میں مکہ مکرمہ مطبعہ میریہ سے شائع ہوئی تھی۔

10- إمعان فی أقسام القرآن:

عبدالحمید الفرائسی کی یہ کتاب ایک عمدہ جلد میں قاہرہ کے مطبعہ سلفیہ سے 1349ھ میں شائع ہوئی تھی۔

11- التعریف والإعلام بما أبہم فی القرآن من الأسماء والأعلام:

صاحب روض الاناف، حافظ عبدالرحمن سیملی اندلسی (509-581ھ) کی یہ کتاب ایک مناسب سائز کی جلد میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

12- ترجیح أسالیب القرآن علی أسالیب اليونان:

امام مجتہد محمد بن ابراہیم الوزیر الہسنی الصنعانی (775-840ھ) کی یہ کتاب مصر سے ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوئی۔

13- القرآن ینبوع العلوم والعرفان:

علی لکری نے اس کتاب میں سائنسی مضامین سے متعلق آیات قرآنیہ کو بڑی صراحت کے

تعمیر بیان کیا، انہوں نے اس کتاب میں طب، فارسی، صحت، تاریخ، فزکس، بیالوجی، زوالوجی، آیات اور یکسٹری وغیرہ سے متعلق قرآنی آیات کی مختصر تفسیر و تشریح پیش کی ہے۔ وہ آیات کی تفسیر کے دوران اس علم کی اصطلاحات کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی تین جلدوں میں ۱۹۳۶ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

14- التصوير الفنی فی القرآن:

یہ کتاب سید قطب (م 1966ء) کی ایک مایہ ناز تصنیف ہے۔

15- مشاہد القیامۃ فی القرآن:

یہ بھی سید قطب کی تالیف ہے۔

16- القرآن والعلوم العصریۃ:

یہ کتاب مصر کے شہرہ آفاق عالم شیخ طنطاوی جوہری (1287-1358ھ) کے رشحات قلم کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ایک رسالے کی شکل میں 1951ء میں شائع ہوا تھا۔

17- الفلسفۃ القرآنیۃ:

عباس محمود العقاد (1889-1964ء) کی یہ کتاب ایک عمدہ جلد میں 1962ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

18- الظاہرۃ القرآنیۃ:

یہ کتاب الجزائر کے معاصر مفکر اور مایہ ناز عالم مالک بن نبی کی تصنیف ہے۔

19- المصطلحات الأربعة فی القرآن:

یہ کتاب سید ابوالاعلیٰ مودودی، لاہور، پاکستان کی تالیف ہے۔

20- بلاغہ القرآن:

جامعہ الازہر کے وائس چانسلر شیخ محمد خضر حسین (م 1958ء) نے اس کتاب میں دور حاضر کے طلبہ کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے چند انتہائی اہم موضوعات پر گفتگو کی ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کے دوسری زبانوں میں ترجمے، امثال القرآن، محکم، تشابہ، اعجاز قرآن، اور قرآن مجید کے فن قصصی وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ یہ کتاب علی رضائی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۱ھ میں دمشق کے مطبعہ تعاونیہ سے شائع ہوئی تھی۔

21- من منهل الأدب الخالد:

یہ کتاب قرآن مجید کی ادبی نصوص کے مطالعہ پر مشتمل ہے اور اسے محمد مبارک نے تالیف کیا ہے۔ یہ کتاب ایک چھوٹی جلد میں 1964ء میں بیروت کے دارالفکر سے شائع ہوئی تھی۔

22- نظرة العجلان في أغراض القرآن:

شیخ محمد بن کمال الخطیب نے اس کتاب میں آیات کی باہمی مناسبت اور سورتوں کی وحدت موضوع کو بیان کیا ہے۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1365ھ میں دمشق کے مطبعہ عصر سے شائع ہوئی تھی۔

23- قصص القرآن:

یہ کتاب محمد احمد جاد المولیٰ، محمد ابوالفضل ابراہیم، علی محمد بجاوی اور سید شحاتہ کی تالیف ہے۔ اس کتاب کا پانچواں ایڈیشن درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1373ھ میں قاہرہ کے مطبعہ استقامة سے شائع ہوا۔

24- الفن القصصي في القرآن الكريم:

ڈاکٹر محمد احمد خلف اللہ کی اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مناسب سائز کی ایک جلد میں قاہرہ کے مکتبہ النهضة سے 1957ء میں شائع ہوا تھا۔

25- القرآن والعلم الحديث:

عبدالرزاق نوفل کی اس مختصر کتاب کا پہلا ایڈیشن 1959ء میں مصر کے دار المعارف سے شائع ہوا تھا۔

26- نظرات في القرآن:

دور حاضر کے ایک عالم محمد غزالی کی اس کتاب کا پہلا ایڈیشن 1958ء میں مصر کے مؤسسۃ الخانجی سے شائع ہوا تھا۔

27- منهج القرآن في التربية:

دور حاضر کے ایک محقق محمد شہد کی یہ کتاب مصر کے مکتبہ الآداب سے شائع ہوئی تھی۔

28- النبأ العظيم:

ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز (م 1958ء) کی یہ گرانقدر کتاب قرآن مجید سے متعلق جدید نظریات

پر مشتمل ہے۔ یہ 1960ء میں مصر کے مطبعہ السعادة سے شائع ہوئی تھی، پھر کویت کے دار القلم سے بھی اس کا ایک جدید ایڈیشن شائع ہوا تھا۔

29- دستور الأخلاق في القرآن:

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز کی یہ کتاب قرآن مجید میں موجود نظری اخلاق کے تقابلاتی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ اس میں انہوں نے قرآن مجید کی ان آیات کی تفسیر بھی کی ہے جو عملی اخلاق کا دستور کامل بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ یہ شاندار اور جامع کتاب پہلی مرتبہ فرانس سے 1950ء میں جامعہ الازہر کے شیوخ کی نگرانی میں شائع ہوئی تھی۔ پھر پروفیسر ڈاکٹر عبدالصبور شاہین نے اس کی تحقیق و تعریب کا بیڑا اٹھایا اور پروفیسر ڈاکٹر سید محمد بدوی نے اس کی مراجعت کی۔ عربی زبان میں اس کا پہلا ایڈیشن 1973ء میں بیروت کے مؤسسہ الرسالہ اور پھر کویت کے دارالحوث العلمیہ سے شائع ہوا۔

30- أحسن الحديث:

ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی کی یہ کتاب قرآن مجید کے علمی و ادبی افادات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو مکتب اسلامی نے 1968ء میں شائع کیا تھا۔

31- التفسير العلمي للآيات الكونية:

دور حاضر کے ایک عالم حنفی احمد کی یہ کتاب مصر کے دار المعارف سے دو مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا بنیادی مقصد آیات کونیہ کی تفسیر و تشریح کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اثبات ہے۔ نیز آیات کونیہ کے دقیق معانی کے استخراج کے ذریعے قرآن مجید کے سائنسی اور لغوی اعجاز کو بھی اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے۔ یہ وہ آیات ہیں جو کائنات کے اسرار کے متعلق علم کو آشکارا کرتی ہیں۔ اس سے اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور قرآن مجید کی حقانیت پر شک کرنے والوں کو دندان شکن جواب ملتا ہے۔ نیز ان لوگوں کے زعم باطل کی بھی نفی ہوتی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید میں کائنات کے متعلق کوئی علم موجود نہیں بلکہ عام لوگوں کے مشاہدہ کی باتیں ہیں۔

32- القرآن الكريم وأثره في الدراسات النحوية:

یہ کتاب دور حاضر کے ایک عالم ڈاکٹر عبدالعال سالم کرم کی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں بہت سے سوالات کے جواب دیئے ہیں، اور بصرہ کوفہ، بغداد، آندلس، مصر اور شام کے نحوی

حدیث اور علوم حدیث

1۔ حدیث کی مشہور کتابیں اور ان کی شروحات:

1. صحیح البخاری:

اس کتاب کا پورا نام یہ ہے۔ "الجامع الصحیح المسند المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنتہ و آیامہ" اس کی تالیف کا شرف امام حافظ امیر المؤمنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل نخعی بخاری (194-256ھ) کو حاصل ہوا۔ صحیح بخاری حدیث صحیح میں تصنیف کی گئی پہلی کتاب ہے۔ امام بخاری نے اسے ابواب فقہ کی ترتیب پر تصنیف کیا اور فن حدیث اور ترجمہ الباب میں تفنن و تنوع کا بہت خیال رکھا ہے۔ اس کتاب میں موجود بہت سے علمی استنباطات اور فوائد جلیلہ امام بخاری کے بے پناہ علم اور ان کے فہم کی گہرائی پر دلالت کرتے ہیں۔ انہوں نے رجال اور اسانید کے متعلق بھی تحقیق اور سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے جس کی وجہ سے امام بخاری کی کتاب قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ مستند اور معتبر کتاب قرار پائی ہے۔ لوگوں نے اس کی حفاظت، مطالعہ اور اسے یاد کرنے کا اہتمام کیا اور بہت سے علماء نے اس کی شروحات لکھیں اور اس میں وارد ہونے والے علوم و فوائد کو بیان کیا۔ امام بخاری کی مایہ ناز کتاب اپنے علمی کمال کی وجہ سے ہر دور میں امت مسلمہ کی طرف سے توجہ، مطالعہ اور احترام و تقدس سے بہرہ ور رہی ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ اس پر مزید محنت کی جائے اور آنے والی نسلوں کے لئے اسے محفوظ تر بنایا جائے۔

2. صحیح مسلم:

حجت الاسلام ابو الحسین مسلم بن الحجاج قشیری النیشاپوری (204-261ھ) نے اپنی اس الجامع الصحیح کو ابواب فقہ کی ترتیب پر مرتب فرمایا ہے، انہوں نے اپنی کتاب کو تین لاکھ احادیث سے منتخب فرمایا ہے اور رجال و متون پر بھی خوب تحقیق کی ہے۔ امام مسلم ایک حدیث کے مختلف طرق کو ایک جگہ یکجا کر دیتے ہیں تاکہ ان کی طرف رجوع اور ان سے احکام کا استنباط آسان ہو سکے۔ صحیح مسلم صحیح بخاری کے بعد دوسرا مقام رکھتی ہے۔ اہل علم حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان دونوں کتابوں میں موجود تمام روایتیں یقینی طور پر متصل، مرفوع اور صحیح ہیں اور یہ دونوں حدیث کی صحیح ترین کتابیں ہیں۔ یہاں اس امر کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں صحیح احادیث کا استیعاب کرنے کی کوشش نہیں کی، جیسا کہ خود امام بخاری فرماتے ہیں:

نظریات پر قرآن مجید کے اثرات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کچھ ایسی تفاسیر کا بھی ذکر کیا ہے جن میں نحو پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ نیز انہوں نے اعراب القرآن کے متعلق لکھی ہوئی وہ تفاسیر کا بھی ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالعال نے نحو کے اصول استنباط اور قرآن مجید سے استنباط کے وہم پر بحث کرتے ہوئے کچھ شبہات کے جواب بھی دئے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالعال کی ذکر کردہ تمام مباحث کا بنیادی نقطہ یہی ہے کہ قرآن مجید ایک معجزہ ہے۔ یہ کتاب مصر کے دارالمعارف سے 1965ء میں شائع ہوئی تھی۔

33۔ متشابہ القرآن، دراسة موضوعية:

ڈاکٹر عدنان زرزور کی یہ کتاب دمشق کے دارالفتح سے 1969ء میں شائع ہوئی تھی۔

34۔ أضواء من القرآن على الإنسان ونشأة الكون:

عبدالغنی الخطیب کی یہ کتاب بھی دمشق کے دارالفتح سے شائع ہوئی تھی۔

35۔ التعريف بالقرآن والحديث:

علامہ شیخ محمد زفران رحمہ اللہ کی یہ کتاب قرآن مجید کی اہم مباحث سے متعلق ایک مختصر علمی شاہکار ہے۔ جس میں انہوں نے قرآن مجید کے ترجمہ، نزول، تاریخ، خصائص، اعجاز اور تفسیر جیسے اہم موضوعات پر گفتگو کی ہے۔ نیز حدیث کی تاریخ، محدثین کی اصطلاحات اور حدیث کے منہج بحث پر بھی اس کتاب میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن 1955ء میں قاہرہ سے اور دوسرا ایڈیشن 1979ء میں کویت کے مکتبہ الفلاح سے شائع ہوا تھا۔

علوم قرآن کی مذکورہ بالا کتب کے تذکرہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید کی ہر جہت سے اور ہر جانب سے متعلق لکھی گئی کتابوں کی تعداد احاطہ شمار سے باہر ہے۔ اہل علم و دانش ہر لحظہ خدمت قرآن میں مشغول ہیں اور قرآن فہمی کے لئے نئی سے نئی کتاب وجود میں آ رہی ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان کتابوں کا موضوع اور منہج ایک ایسا ٹھائیں مارتا سمندر ہے جس کا پانی کبھی کم نہیں ہوتا اور اس کا جمال کبھی مانتد نہیں پڑتا۔ اہل علم جب بھی اس سے سیرابی حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کا تعلق اس کتاب عظیم سے اور بڑھ جاتا ہے۔

”میں نے اپنی جامع میں صرف وہی احادیث ذکر کی ہیں جو صحیح ہیں، البتہ بہت سی صحیح احادیث کو میں نے طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔“

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یہ بات نہیں کہ میرے نزدیک جو احادیث صحیح درجے میں تھیں وہ ساری کی ساری میں نے اس کتاب میں جمع کر دیں بلکہ میں نے اس کتاب میں صرف وہ احادیث ذکر کی ہیں جن کی صحت پر اہل علم کا اجماع ہے۔“

مراد یہ ہے کہ اس میں وہ احادیث نقل کی گئی ہیں جن میں صحیح کی متفق علیہ شرائط موجود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صحاح ستہ میں احادیث کا ایک مخصوص اور مختصر مجموعہ ہے اور یہ مجموعہ سنن،

مسانید اور صحیح روایات کے ساتھ دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے۔ جیسے صحیح ابن خزیمہ (311ھ) یہ کتاب پہلی مرتبہ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق کے ساتھ بیروت کے المکتب الاسلامی سے 1971ء میں شائع ہوئی تھی۔ اسی طرح صحیح ابن حبان (354ھ) جس کا پہلا حصہ شیخ احمد شاکر کی تحقیق کے ساتھ 1952ء میں مصر کے دارالمعارف سے شائع ہوا تھا۔ اسی طرح ابو عبد اللہ الحاکم النیشاپوری (321-405ھ) کی کتاب ”المستدرک علی الصحیحین“ بھی اسی قبیل سے ہے۔ یہ کتاب بیروت سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

3. سنن أبی داؤد:

امام سید الخفاظ سلیمان بن اشعث بختانی (202-275ھ) نے اس کتاب کو ابواب فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں صرف سنن و احکام کو ذکر کیا ہے اور نقص، مواعظ، اخبار، رقائغ اور فضائل اعمال سے تعرض نہیں فرمایا۔

لہذا ان کی کتاب احادیث احکام کے ساتھ خاص ہے۔ انہوں نے صرف صحیح احادیث کی تخریج کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ صحیح، حسن اور ان کے علاوہ دوسری احادیث بھی ذکر کی ہیں۔ بعض اوقات کسی حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ بھی کر دیتے ہیں۔ سنن ابی داؤد کئی مرتبہ دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ قاہرہ کے المکتبۃ التجاریہ سے چار جلدوں میں محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔ پھر معالم السنن کے ہمراہ پروفیسر عزت دعاس کی تحقیق کے ساتھ پانچ جلدوں میں 1974ء میں شائع ہوئی تھی۔

4. سنن النسائی:

سنن النسائی امام حافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی (215-303ھ) کی تالیف ہے۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں ایسے راویوں سے کوئی روایت نہیں لی جن کے متروک ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کو ابواب فقہ پر ترتیب دیا ہے۔ سنن النسائی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس انداز میں لکھی گئی کتابوں میں سب سے کم ضعیف احادیث اس میں آئی ہیں۔ یہ کتاب سنن ابی داؤد کے قریب ترین درجہ رکھتی ہے۔ سنن النسائی کئی مرتبہ 18 جزاء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا سب سے بہترین نسخہ محققہ ”سنن النسائی بالتعلیقات السلفية“ فضیلۃ الاستاذ محمد عطاء اللہ الامر تری کی تحقیق کے ساتھ پاکستان کے مطبعہ سلفیہ لاہور سے 1376ء میں شائع ہوا تھا۔

5. سنن الترمذی أو جامع الترمذی:

امام حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی (209-279ھ) نے اپنی سنن کو ابواب فقہ پر ترتیب دیا ہے۔ علمی وسعت، جامعیت اور فن حدیث کے اعتبار سے یہ کتاب تمام کتب حدیث پر فائق نظر آتی ہے۔ امام ترمذی نے اپنی سنن میں صحیح، حسن، ضعیف اور غریب احادیث کو بھی ذکر کیا ہے۔ آپ معلل احادیث کو بھی ذکر کرتے ہیں اور پھر ان کی علت بیان کرتے ہیں۔ احادیث پر منکر ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور وجہ نکارت کو آشکارا کرتے ہیں۔ آپ فقہ احادیث، مذاہب سلف اور راویوں کے بارے میں بھی کلام فرماتے ہیں۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ اس کا ایک نسخہ پروفیسر عزت دعاس کی تحقیق کے ساتھ حمص سے 1378ھ میں شائع ہوا تھا۔

ڈاکٹر نور الدین عمر نے ”الإمام الترمذی والموازنة بین جامعہ و بین الصحیحین“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جیسے مصر کے ایک مطبعہ لجنة التالیف والترجمة والنشر نے 1970ء میں شائع کیا تھا۔

6. سنن ابن ماجہ:

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی، ابن ماجہ (209-273ھ) کی یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، جسے ابواب فقہ پر ترتیب دیا گیا ہے۔ امام ابن ماجہ نے اس میں صحیح احادیث کے لانے کا التزام نہیں کیا بلکہ صحیح، حسن، ضعیف اور ہر طرح کی احادیث اس میں جمع کی ہیں۔ اس کتاب میں ایسی بہت سی احادیث ہیں جو صحیحین اور سنن میں نہیں۔ اس خصوصیت کی وجہ سے علماء نے اسے صحاح ستہ میں

شمار کیا ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا سب سے بہتر نسخہ محمد فواد عبدالباقی کی تحقیق کے ساتھ 1952ء میں دار احیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوا تھا۔ اس میں بہت سی ایسی تجلیلی فہارس تیار کی گئی ہیں جن کے ذریعے احادیث تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ حدیث کی پانچ مایہ ناز کتب میں سنن ابن ماجہ کا اضافہ سب سے پہلے ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی (448-508ھ) نے کیا تھا۔ لہذا سنن ابن ماجہ حدیث کی چھ مایہ ناز اور اولین کتابوں میں سے ایک قرار پائی۔ اس سے پہلے علماء امام مالک کی کتاب موطا کو بہترین چھٹی کتاب قرار دیتے تھے۔ اس لئے کہ یہ سنن ابن ماجہ سے زیادہ صحیح ہے۔

علماء نے سنن ابن ماجہ کو موطا امام مالک پر مقدم رکھا ہے، باوجود اس کے کہ موطا کی روایات سنن ابن ماجہ کی روایات سے زیادہ صحیح ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنن ابن ماجہ میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جو باقی پانچ کتابوں میں موجود نہیں، جبکہ موطا امام مالک کی اکثر روایات باقی پانچ کتابوں میں موجود ہیں۔ پس سنن ابن ماجہ کی موطا امام مالک پر تقدیم روایات کی صحت کی وجہ سے نہیں بلکہ کثرت زیادات کی وجہ سے ہے۔

7. موطا امام مالک:

یہ کتاب ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالک بن امی عامر بن عمر و بن السحارث اصبحی حمیری مدنی (93-179ھ) کی تالیف ہے۔ امام مالک اسلام کے مایہ ناز ائمہ میں سے ایک اور دارالہجرۃ یعنی مدینہ منورہ کے امام ہیں۔ آپ 93ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور اسی دار حبیب میں پرورش پائی۔ آپ نے اکابر تابعین سے علم حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں امام محمد بن شہاب زہری، ہشام بن عروہ، سعید بن ابی سعید مقبری، ربیعہ بن عبدالرحمن (جور بیجہ الرائی کے نام سے مشہور ہیں) محمد بن منکدر، یحییٰ بن سعید انصاری، ایوب سختیانی اور عبدالرحمن بن قاسم شامل ہیں۔

آپ سے روایت کرنے والے حضرات کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ آپ کے جن اساتذہ نے آپ سے احادیث لی ہیں، ان میں ابن شہاب زہری، اور یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے ہم عصر علماء میں امام لیث بن سعد امام مصر اور ابن عیینہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والے اکابر میں امام ابو حنیفہ بھی ہیں، جن سے ان کے چند بڑے عمدہ مناظرے بھی ہوئے تھے۔ ان فقہی مناظروں سے دونوں حضرات اور دوسرے علماء کے دلوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی اور ان

دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی تعریف کی ہے۔

امام شافعی نے بھی ان سے روایت کی ہے، اور انہیں موطا پڑھ کر سنائی۔ امام محمد بن حسن شیبانی (جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں) نے بھی امام مالک سے روایت کی ہے اور موطا کی ایک روایت ان سے بھی منقول ہے۔

امام مالک کے شاگردوں میں عظیم بزرگ حافظ عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمن بن مہدی، یحییٰ بن سعید قطان، عبداللہ بن مسلمہ قعنبنی (جو امام بخاری اور امام مسلم کے شیخ ہیں) یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری (یہ بھی امام مسلم اور امام بخاری کے شیخ ہیں) اور یحییٰ بن یحییٰ ابن کثیر لیشی اندلسی (موطا مالک کے ایک مشہور ناخ) شامل ہیں۔

امام مالک علیہ الرحمہ اپنے علم و کرم، وقار و تمکنت اور حدیث رسول ﷺ کی توقیر و عظمت میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ جب طلبہ امام مالک کی مجلس میں بیٹھتے تو اس سکون اور خاموشی سے بیٹھتے گویا کہ پرندے آکر ان کے سروں پر بیٹھے ہیں۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے آپ کو حکم دیا کہ وہ اس کے محل میں آکر اسے اور اس کے بیٹوں کو موطا پڑھائیں۔ لیکن امام مالک نے آنے سے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ہارون الرشید اور اس کے بیٹے امام مالک کے پاس ان کے گھر حاضر ہوئے اور ان سے موطا پڑھا۔ علماء، امراء اور خلفاء امام مالک کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ امام مالک ان میں سے صرف نیک لوگوں کے ہدایا قبول کیا کرتے تھے۔ امام مالک کے ایک شاگرد ابن القاسم بیان کرتے ہیں کہ امام مالک کے پاس چار سو دینار تھے، جن سے وہ تجارت کیا کرتے تھے اور یہ ان کی معیشت کا سامان تھا۔

پہلے اہل مدینہ امام مالک کی عظمت کے قائل ہوئے پھر پورے عالم اسلام میں آپ کی عظمت کے گن گائے جانے لگے، اور آپ اہل علم کے لئے مرجع کی حیثیت سے مقبول ہونے لگے۔ آپ قوی شخصیت کے مالک تھے اور حق بات کہنے میں کبھی تردد نہ کرتے۔ اہل اقتدار کو نصیحت فرمایا کرتے تھے لیکن ان کی سیاست اور حکومتی سرگرمیوں میں ملوث نہ ہوتے۔

امام مالک ایک حدیث روایت کرتے تھے: ”طلاق دینے پر مجبور کئے جانے والے شخص کی طلاق نہیں ہوتی“۔ اس حدیث کی روشنی میں امام مالک زبردستی لی جانے والی طلاق کے وقوع کے قائل نہیں تھے۔ بعض بدخواہوں، حاسدوں اور مفاد پرستوں نے اسی پر قیاس کرتے ہوئے مشہور کر دیا کہ

امام مالک زبردستی لی جانے والی بیعت خلافت کے بھی قائل نہیں ہیں۔ امام مالک کے حوالے سے یہ خبر اس وقت مشہور کی گئی جب نفس زکیہ محمد بن عبداللہ بن حسن نے مدینہ میں خروج کیا، تو اس دور کے والی مدینہ کو کسی نے امام مالک کے خلاف خوب بھڑکایا، کہ امام مالک تمہاری بیعت خلافت کو نہیں مانتے۔ جس کے نتیجہ میں امام مالک اپنے گھر میں بند ہو کر رہ گئے۔ مدینہ کے والی جعفر بن سلیمان نے انہیں بلایا اور کوڑے لگوائے۔ یہ واقعہ نفس زکیہ محمد بن عبداللہ کے قتل (146ھ) کے تقریباً ایک سال بعد کا ہے۔ والی مدینہ کی اس حرکت کی وجہ سے اہل مدینہ بنو عباس اور ان کے حکمرانوں کے سخت خلاف ہو گئے۔ انہوں نے امام مالک کی حمایت میں شدید احتجاج کیا۔ جس کے بعد ابو جعفر منصور کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ امام مالک سے معافی مانگے۔ چنانچہ جب وہ حج کے لئے حجاز آیا تو اس نے امام مالک سے معافی مانگی، اور ان کی شان میں تعریفی کلمات کہے، اور مدینہ کے گورنر کو سخت سزا کی دھمکی دی۔ ابو جعفر منصور نے اس موقع پر امام مالک سے کہا:

”میں نے اس بات کا حکم دے دیا ہے کہ مدینہ کے گورنر کو قید کیا جائے، اسے ذلیل کیا جائے اور اسے اس تکلیف سے کئی گنا زیادہ سزا دی جائے جو اس نے آپ کو دی ہے۔“

یہ سن کر امام مالک نے کہا:

”اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت عطا فرمائے، آپ کے مقام و مرتبہ کو مزید عمدہ بنائے، میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کی قرابت کی وجہ سے اسے معاف کر چکا ہوں۔“

ابو جعفر منصور نے کہا:

”اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے اور آپ کو جنت عطا فرمائے۔“

یہ واقعہ امام مالک کی وسیع ظرفی اور اعلیٰ کردار پر دلالت کرتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا انتقال 179ھ کو مدینہ منورہ میں ہوا، اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ علماء کی نظر میں امام مالک کا مقام و مرتبہ انتہائی بلند اور رفیع ہے۔ علماء آپ کے علم، دینداری اور استقامت کے معترف ہیں۔ آپ حدیث اور رجال حدیث، جرح و تعدیل، صحابہ کرام اور تابعین کی فقہ کے مایہ ناز عالم تھے، رحمہ اللہ رحمة واسعة۔

امام مالک نے اپنی کتاب ”موطا“ کو ابواب کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ اس میں انہوں نے اہل حجاز کی نقل کردہ قوی احادیث کو ذکر کیا ہے۔ آپ نے صرف مرفوع احادیث پر اکتفا نہیں کیا

بلکہ صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال کو بھی نقل کیا ہے۔ آپ نے اس کتاب کے لئے اپنی یادداشت میں محفوظ ایک لاکھ احادیث سے دس ہزار احادیث کا انتخاب کیا۔ پھر ان دس ہزار احادیث میں بھی کانٹ چھانٹ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ موجودہ حالت میں باقی رہ گئی۔ آپ نے اس کتاب کی تصنیف اور تنقیح پر بہت سزا ماند صرف کیا تھا۔ ایک مرتبہ امام اوزاعی کے شاگرد عمر بن عبدالواحد نے چالیس دن میں موطا امام مالک یاد کر لی تو امام مالک نے ان سے فرمایا:

”جس کتاب کو میں نے چالیس سال میں تصنیف کیا ہے تم نے اسے چالیس دن میں حاصل کر لیا! تمہاری قلت فقہ بھی کتنی عجیب ہے!“

امام مالک نے اپنی یہ کتاب لکھنے کے بعد مدینہ منورہ کے ستر فقہاء کے سامنے رکھی۔ ان سب نے اس کی تائید کی، اسی وجہ سے اس کا نام ”موطا“ (تائید کی ہوئی کتاب) رکھا گیا۔

امام مالک کو مدینہ منورہ کا پہلا مصنف کہا جاتا ہے، کیونکہ آپ کے زمانے میں عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں کتابت کا آغاز ہو رہا تھا۔ لیکن مدینہ منورہ میں موطا سے پہلے کوئی اور تصنیف نظر نہیں آتی۔

اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ تھا کہ ایک مرتبہ ابو جعفر منصور نے امام مالک سے عرض کیا کہ ایک ایسی کتاب لکھ دیں جس پر تمام لوگ عمل کریں اور ان کے اختلاف کا خاتمہ ہو سکے۔ ابو جعفر منصور نے کہا تھا:

”اجعل العلم یا ابا عبد اللہ علما واحدا“ ”اے ابو عبد اللہ! علم کو ایک علم بنا دیجئے۔“

امام مالک نے فرمایا:

”نبی کریم ﷺ کے صحابہ مختلف شہروں میں پھیل گئے تھے اور انہوں نے اپنے زمانے میں اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دیا تھا، اس لئے اب لوگوں کو ایک چیز پر عمل کروانا ممکن نہیں ہے۔“

اسی طرح ایک مرتبہ ہارون رشید نے امام مالک سے کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمام لوگوں کو موطا پر عمل کرنے والے بنا دوں، جس طرح حضرت عثمان نے لوگوں کو قرآن پر جمع کیا تھا۔ اس پر امام مالک نے فرمایا:

”لوگوں کو موطا پر جمع کرنا ممکن نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے صحابہ

مختلف علاقوں میں پھیل گئے تھے، اور ہر علاقے میں انہوں نے احادیث بیان کیں، اب ہر شہر والوں کے پاس اپنے اپنے علم پر احادیث موجود ہیں۔“

ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فروع میں اختلاف کیا اور مختلف علاقوں میں تشریف لے گئے اور ان میں سے ہر ایک راہ حق پر ہے۔“

یہ سن کر رشید نے کہا:

”وفقك الله يا ابا عبد الله“ ”اے ابو عبد اللہ، اللہ آپ کو بھلائی کے کاموں کی توفیق دیتا رہے۔“

امام مالک کا تمام بلاد اسلامیہ میں تمام مسلمانوں کو موطا کی پابندی کروانے سے انکار کرنا آپ کے ورع و تقویٰ کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس کتاب میں امام مالک کا طرز و اسلوب یہ ہے کہ وہ پہلے باب کا عنوان ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان احادیث کو بیان کرتے ہیں جن کی اسناد نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام یا تابعین سے نقل کردہ بلاغات کو ذکر کرتے ہیں۔ بیشتر اوقات امام مالک اپنی فقہ کو عنوانات میں ہی ذکر کر دیتے ہیں، جیسے کتاب الطہارۃ میں آپ نے ”فی المستحاضۃ“ کا باب باندھا، اسی طرح کتاب الجمعہ میں آپ نے ”باب ما جاء فی الإنصات یوم الجمعة والإمام یخطب“ کا باب باندھا۔ یہ طرز عمل ان کی کتاب میں جا بجا نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے سید محمد بن جعفر کتانی کہتے ہیں:

”موطا مالک میں تین ہزار مسائل ہیں اور سات سو احادیث ہیں۔“

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

”موطا امام مالک، صاحب کتاب اور ان کے مقلدین کے نزدیک ایک صحیح کتاب ہے، باوجود اس کے کہ اس میں مرسل، منقطع وغیرہ کو بھی حجت بنایا گیا ہے۔ لیکن اگر شرائط کی روشنی میں دیکھیں تو ایسا نظر نہیں آتا۔ امام مالک اور امام بخاری کی ذکر کردہ منقطع احادیث میں فرق یہ ہے کہ موطا کی منقطع اکثر اوقات امام مالک کی مسوع ہوتی ہیں اور وہ ان کے نزدیک حجت ہیں۔ جبکہ صحیح بخاری میں منقطع کی اسناد کو تخفیف کی غرض سے حذف کیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس کا ذکر کسی دوسری جگہ وصل کے

ساتھ آ رہا ہو۔ نیز اس منقطع کا ذکر مجموع کے لئے ہوتا ہے اگر وہ امام بخاری کی شرائط پر نہ ہو، تاکہ اسے کتاب کے موضوع سے نکال دیں۔ موطا میں مسند، متصل، مرفوع، مرسل، منقطع، اور بلاغات ہر قسم کی روایات موجود ہیں، اسی وجہ سے حافظ دیار مغرب ابن عبد البر (368-463ھ) نے موطا کی مرسل و منقطع وغیرہ روایات کے وصل میں ایک کتاب لکھی تھی۔

موطا کے مرتبہ کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ صحیحین پر مقدم ہے بعض اسے ان کے برابر قرار دیتے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں موجود مرفوع متصل صحیحین کی احادیث کی طرح ہیں جبکہ ان کے علاوہ دوسری احادیث کا درجہ وہی ہو گا جو وہ ہیں۔ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ موطا امام مالک کا درجہ صحیح مسلم کے بعد ہے۔ یہ آخری قول زیادہ بہتر اور راجح ہے۔ بہر حال حدیث کے میدان میں دوسری صدی کے نصف اول میں لکھی گئی کتابوں میں سب سے قدیم کتاب ہونے کا درجہ موطا امام مالک کو حاصل ہے۔ البتہ امام زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کا مجموعہ حدیث جو پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کے شروع میں منصف شہود پر آیا۔ اسے تالیف حدیث میں قدامت حاصل ہے۔

موطا امام مالک کا شمار اس زمانے کی جامع ترین کتابوں میں ہوتا تھا یہاں تک کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب امام مالک کی موطا ہے۔“

امام مالک سے موطا کو نقل کرنے والوں میں مدینہ، مکہ، مصر، عراق، مراکش، اندلس، قیروان، تونس اور بلاد شام کے بہت سے محدثین شامل ہیں۔ یہ کتاب اسلامی دنیا میں پھیلی اور ایک خلق خدا نے اس سے استفادہ کیا۔ اس کی بہت سی شروحات بھی لکھی گئی ہیں۔ موطا امام مالک کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا سب سے عمدہ نسخہ محمد فواد عبدالباقی کی تحقیق کے ساتھ بڑے سائز کی دو جلدوں میں 1951ء میں قاہرہ کے دار احیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوا تھا۔

8. مصنف عبدالرزاق:

حافظ ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری انتہائی ثقہ علماء میں سے ایک ہیں۔ آپ کی پیدائش 126ھ میں ہوئی۔ آپ نے بیس سال کی عمر میں علم حاصل کرنا شروع کیا، آپ نے سات سال تک معمر بن راشد کی ہم نشینی اختیار کی۔ آپ تجارت کے لئے بلاد شام میں تشریف لائے اور پھر حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ اس دوران آپ کو ابن جریج، عبد اللہ بن عمر، عبید اللہ بن عمر، عبد اللہ بن سعید بن

ابن ہند، ثور بن یزید، اوزاعی، امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور بہت سے علماء سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ آپ کے شیوخ میں سے ابن عیینہ اور آپ کے ہم عصر حضرات میں وکیع بن جراح نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، علی بن مدینی، ابو خثیمہ اور بہت سے لوگ شامل ہیں۔ لوگ دور دراز سے سفر کر کے آپ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کیا آپ نے حدیث کے معاملے میں عبدالرزاق سے بہتر کسی کو دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ”نہیں“۔

معمر بن راشد، عبدالرزاق کے بارے میں فرماتے ہیں:

”عبدالرزاق اس قابل ہیں کہ اونٹوں پر سوار ہو کر انتہائی دور دراز کے فاصلے طے کر کے ان کے پاس حصول علم کے لئے حاضر ہوجائے۔“

ابن السری فرماتے تھے:

”میں عبدالرزاق تک پہنچنے کے لئے اپنی سواری کو تھکا دوں گا۔“

بعض لوگوں نے عبدالرزاق پر تشیع کا الزام لگایا ہے اور انہیں اس مسلک کا زبردست حامی قرار دیا ہے۔ جبکہ علماء نے ان سے اس الزام کو دور کیا ہے۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن احمد نے اپنے والد گرامی امام احمد سے عبدالرزاق کے بارے میں پوچھا: کیا وہ تشیع سے تعلق رکھتے تھے اور اس بارے میں افراط کا شکار تھے؟ اس پر امام احمد نے کہا کہ میں نے تو ان سے اس قسم کی کوئی بات نہیں سنی۔

حضرت سلمہ بن شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی قسم! کبھی میرے دل میں یہ بات پیدا نہیں ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پر رحم فرمائے جو شخص ان سے محبت نہ کرے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے تمام اعمال میں سب سے زیادہ بھرپور ان حضرات کی محبت پر ہے۔

ابو ہزیر کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شیخین کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ حضرت علی نے خود انہیں اپنے اوپر فضیلت دی، اگر حضرت علی انہیں اپنے اوپر فضیلت نہ دیتے تو میں بھی انہیں حضرت علی سے افضل نہ سمجھتا۔ میرے گھنیا پن کے لئے یہی بات کافی ہوتی کہ میں حضرت علی سے محبت کا دعویٰ نہ بھی بنوں اور ان کے قول کی مخالفت بھی کروں۔

ابن عدی فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق سے بہت سی احادیث منقول ہیں۔ بہت سے ثقہ محدثین اور ائمہ کرام نے ان سے روایات لی ہیں۔ البتہ بعض اہل علم نے انہیں تشیع کی طرف منسوب کیا ہے۔ عبدالرزاق کو سترہ ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ زندگی کے آخری ایام میں ان کی بینائی ختم ہو گئی تھی۔ ان کی بینائی کے ختم ہوجانے کے بعد ان کی بیان کردہ احادیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ چند منکر احادیث کے علاوہ ان سے منقول سب روایات کو اہل علم نے قابل حجت قرار دیا ہے۔ امام عبدالرزاق کا انتقال ماہ شوال 211ھ میں ہوا۔

امام عبدالرزاق کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے احادیث کو جمع کیا، انہیں یاد کیا، انہیں محفوظ کیا اور انہیں کتابی شکل میں ڈھالا۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق جب یمن میں تھے تو کتابوں کا پابندی سے مطالعہ کیا کرتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق نے ایک بڑی اور جامع کتاب تالیف کی ہے جو علم کا خزانہ ہے۔

حافظ عبدالرزاق نے اپنی ”مصنف“ کو ابواب علم پر ترتیب دیا ہے۔ کتاب میں سب سے پہلے کتاب الطہارۃ، پھر کتاب الخیض، پھر کتاب الصلاة ہے۔ آخر میں ایک کتاب ”الجامع“ ہے۔ ہر کتاب کے تحت بہت سے ابواب ہیں اور ہر باب میں نبی کریم ﷺ کی احادیث مرفوعہ، صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور بسا اوقات تابعین کے اقوال و افعال مکمل سند کے ساتھ نقل کئے گئے ہیں۔

بلاشک و شبہ یہ کتاب انتہائی مفید اور جامع کتاب ہے، جس میں احادیث اور آثار کا ایک ٹھانڈا مارتا سمندر موجود ہے۔ اس میں (21023) احادیث اور آثار ہیں۔ یہ کتاب گیارہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس پر محدث عظیم حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق و تخریج اور تعلق موجود ہے۔ اسے مجلس علمی، بیروت نے شائع کیا ہے۔

9. مسند امام احمد بن حنبل:

امام احمد بن حنبل کا پورا نام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی مروزی بغدادی ہے۔ جب آپ کی والدہ حالت حمل میں تھیں تو ”مَسْرُو“ سے بغداد تشریف لے گئیں۔ اور آپ کی پیدائش بغداد میں ربیع الاول کے مہینے میں 164ھ میں ہوئی۔ آپ نے بغداد میں پرورش پائی اور وہیں علم حاصل کیا۔ آپ کے والد آپ کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ بغداد میں آپ کو بہت سے اہل علم سے استفادہ کا موقع ملا کیونکہ ان دنوں بغداد عباسی سلطنت کا دار الحکومت اور علم و دانش کا مرکز

تھا۔ امام احمد نے صرف بغداد کے علماء سے کسب فیض پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دوسرے علاقوں کے علماء و محدثین کے پاس بھی حاضر ہوئے۔ آپ نے حدیث کی طلب میں کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام، جزیرہ، فارس، خراسان وغیرہ کا سفر کیا اور پانچ مرتبہ حج کی سعادت حاصل ہوئی، جن میں سے تین مرتبہ آپ نے پیدل حج فرمایا۔ ان اسفار کے دوران آپ کو بہت سے محدثین سے کسب فیض کا موقع ملا، جن میں بشر بن مفضل، اسماعیل بن علیہ، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان، ابوداؤد الطیالسی، امام شافعی اور دوسرے حضرات شامل ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام شافعی، یزید بن ہارون، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، صالح بن علی، عبدالرحمن بن علی، ابوبکر اثرم، یحییٰ بن مخلد اور دوسرے حضرات شامل ہیں۔ امام احمد بن حنبل انتہائی ذہین، سرگرم عمل اور علم سے محبت کرنے والے عالم دین تھے۔ یحییٰ بن قطان کہتے ہیں کہ امام احمد جیسا کوئی عالم نہیں آیا۔

اور ایک مرتبہ فرمایا:

امام احمد بن حنبل اس امت کے بڑے احبار و علماء میں سے ایک تھے۔ امام شافعی کہتے تھے کہ میں بغداد سے اس حال میں نکلا کہ وہاں کوئی شخص امام احمد بن حنبل سے زیادہ فقیہ، زاہد، متقی اور عالم نہ تھا۔ تلمیذ فرماتے تھے کہ امام احمد بن حنبل انتہائی باسنت اور بھلائی کے کاموں میں دلچسپی رکھنے والے امام اہل ارض تھے۔ امام محمد بن ہارون فلاس فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اپنے تقویٰ و بزرگی میں خاص مقام رکھتے تھے۔ آپ کو دس لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔

ابن حبان فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل مضبوط حافظے والے، مہارت والے، فقیہ، متقی اور انتہائی عبادت گزار تھے۔ علمی دنیا میں امام احمد بن حنبل کو عظیم مقام حاصل ہوا، جس کی وجہ سے لوگ دور دراز کے فاصلے طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ یہاں تک کہ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، امام احمد سے سماع کے لیے بغداد کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستہ میں ہی ان کو امام احمد کی وفات کی اطلاع ملی۔ امام احمد بن حنبل ایک سخی، زاہد، متواضع اور خوش مزاج انسان تھے۔ آپ کو عہدہ قضا کی پیشکش کی گئی لیکن آپ نے اس سے انکار کر دیا۔ آپ اہل اقتدار کے ہدایا اور تحفوں کو قبول نہیں کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ حق بات کہتے اور حق کہنے میں کسی کی پروا نہ کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید کو کلام اللہ کہنے اور اس کے مخلوق ہونے سے انکار پر آپ کو انتہائی تکلیف اور مشقت کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ خلیفہ وقت مامون اس مسئلہ میں آپ سے مختلف رائے رکھتا تھا۔ امام احمد اپنے مسلک پر قائم رہے اور بہت

سے لوگوں نے اس میں آپ کی اتباع کی۔ آپ کو قید و بند اور تشدد کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں، لیکن آپ نے صبر کیا اور اپنے قول سے رجوع نہ کیا۔ آپ کے اس موقف کو اہم علم نے بہت سراہا اور آپ کی قدر و منزلت میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ علی بن المدینی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مرتدین کے مقابلے میں اور امام احمد بن حنبل کو اس فتنہ کے مقابلے میں عزت عطا فرمائی۔ متوکل کے زمانہ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے اس آزمائش کو دور کر دیا اور خلیفہ نے آپ کے مقام و مرتبہ کے مطابق آپ کے ساتھ سلوک کیا۔

امام احمد بن حنبل کا انتقال 241ھ میں بغداد میں ہوا۔ آپ کے جنازہ میں دس لاکھ علماء و طلبہ اور عوام الناس شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ امام احمد بن حنبل کی کئی تالیفات ہیں، جن میں سب سے زیادہ مشہور آپ کی ”مسند“ ہے۔ مسند احمد بن حنبل عالم اسلام میں تدوین کی گئی سب سے بڑی کتاب اور تیسری صدی کے شروع تک تالیف کی گئی کتب احادیث میں سب سے زیادہ احادیث پر مشتمل کتاب ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اس کتاب کی ترتیب میں دوسرے محدثین سے مختلف اسلوب اختیار فرمایا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کو صحابہ کرام کے ناموں کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے جیسا کہ باقی مسانید میں ہوتا ہے۔ امام احمد نے ہر صحابی کی مسند کو الگ ذکر کیا ہے۔ مسند احمد بن حنبل کو پچاس ہزار سات سو احادیث سے انتخاب کر کے ترتیب دیا اور اس میں تیس ہزار کے لگ بھگ احادیث ہیں۔ جن صحابہ کرام کی مسانید اس میں موجود ہیں ان کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام احمد نے اپنی کتاب میں صحابہ کرام یا تابعین کی فقہ کو ذکر نہیں کیا جیسا کہ امام مالک نے اپنے موطا میں کیا ہے۔

مسند احمد میں صحیح، حسن اور ضعیف تینوں طرح کی احادیث موجود ہیں۔ اس میں ایسی احادیث بھی ہیں جنہیں صحاح ستہ میں نقل کیا گیا اور اس میں ایسی صحیح احادیث بھی ہیں جو صحاح ستہ میں موجود نہیں۔ اس میں موجود حسن اور ضعیف احادیث بھی قابل حجت ہیں۔ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسند احمد میں موجود ہر حدیث مقبول ہے کیونکہ مسند احمد کی ضعیف حدیث بھی حسن کے قریب ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند کی احادیث جمع کرنے میں انتہائی محنت فرمائی ہے۔ انہوں نے صرف ان راویوں کی روایات لی ہیں جن کی صداقت و دیانت ان کے ہاں ثابت شدہ تھی۔ احادیث کے انتخاب میں باریک بینی اور رجال کے احوال کے تتبع نے مسند احمد کو کتب

حدیث میں امامت کا درجہ دلویا ہے، جیسا کہ امام احمد نے خود اپنے بیٹے سے فرمایا تھا: "احتفظ بهذا المسند، فإنه سيكون للناس إماما"۔ "اس مسند کو اچھی طرح یاد کر لو؛ کیونکہ عنقریب یہ لوگوں کے لئے امام ہوگی۔"

یہ ضخیم کتاب چھ جلدوں میں مصر سے حاشیہ پرکنز العمال کے ساتھ 1313ھ میں شائع ہوئی تھی۔ مسند احمد ہندوستان سے بھی شائع ہوئی ہے۔ ضروری تھا کہ مسند احمد کی تحقیق و تخریج کی جائے، اس عظیم کارنامے کو مصر کے مایہ ناز عالم شیخ احمد محمد شاکر نے انجام دیا۔ انہوں نے اس کی احادیث کی تخریج کی اور ان کے نمبر لگائے، موضوعات کی فہارس بنائیں اور اپنی قیمتی تعلیقات کے ذریعے اس عظیم مسند کی بے مثال خدمت سرانجام دی ہے۔ انہوں نے بعض مقامات پر ہونے والے شبہات کے جواب بھی دیئے ہیں۔ مسند احمد کا یہ محققہ نسخہ درمیانے سائز کی پندرہ جلدوں میں شائع ہوا۔ البتہ احمد محمد شاکر ابھی اس تحقیق کی تکمیل نہ کر پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔

علی بن حسین بن عروہ حنبلی (758-838ھ) کی کتاب "الکواکب الدراری فی ترتیب مسند احمد علی أبواب البخاری" مسند احمد سے متعلق ایک شاندار اور قیمتی کتاب ہے، اسے اسلاف کے نادر علمی خزانوں میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح چودھویں صدی ہجری کے ایک مصری عالم شیخ احمد بن عبدالرحمن ساعاتی نے مسند احمد بن حنبل کی ایک مایہ ناز خدمت سرانجام دی، انہوں نے مسند احمد کو ابواب کے مطابق ترتیب دیا، جن مقامات کی شرح کی ضرورت تھی ان کی شرح کی، احادیث کی تخریج کی اور عبداللہ بن احمد کے زوائد کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے اس ترتیب کو "الفتح الربانی لترتیب مسند احمد بن حنبل الشیبانی" کا نام دیا اور اسے سات اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ یہ انتہائی عمدہ کتاب ہے۔ اس کے ذریعے موضوعات کی تلاش آسان اور مسند احمد سے استفادہ بہت سہل ہو گیا ہے۔ اس کتاب میں اور بھی بہت سے علمی فوائد موجود ہیں۔

مسند احمد "الفتح الربانی" کے ساتھ بڑے سائز کی بائیس جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن 1353ھ میں شائع ہوا تھا۔

(ب) امہات الکتب سے اخذ کردہ کتب حدیث:

اب ہم ان کتب حدیث کا تذکرہ کرتے ہیں جنہیں امہات الکتب سے اخذ کیا گیا ہے، یا یہ کتابیں امہات الکتب کا خلاصہ یا ان پر اضافات کا درجہ رکھتی ہیں۔

1. شرح السنة:

حافظ شیخ الاسلام حسین بن مسعود الفراء البغوی (م 516ھ) نے اس کتاب میں صحاح، سنن، مسانید، معاجم اور اجزا میں سے قابل حجت احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ ان کی کتاب میں عقائد، اصول دین، علم، عبادات، معاملات، دلائل النبوة، وحی، سیر، مغازی، مناقب، اشراط الساعة، بعث و حساب، رقائق، حسن اخلاق اور آداب کا بہترین انتخاب آ گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ایک مسلمان کے لئے باقاعدہ طور پر اس کے دین، عقیدہ، شریعت، عبادت اور اخلاق میں ایک راہ نما کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کتاب میں صحیح اور حسن احادیث بھی موجود ہیں۔ لیکن ان ضعیف احادیث کو یا تو صحیح حدیث کی شرح کے لئے ذکر کیا جاتا ہے یا پھر انہیں اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے جہاں کوئی صحیح یا حسن حدیث نہ ملے یا ضعیف حدیث کو شواہد اور متابعات میں ذکر کیا جاتا ہے۔

علامہ بغوی نے اپنی اس کتاب کو چونکہ ابواب علم پر ترتیب دیا ہے اس لئے فقہ، اجتہاد صحابہ، اجتہاد تابعین اور اقوال ائمہ، متفق علیہ اور مختلف فیہ مسائل کے بارے میں اس کتاب سے استفادہ انتہائی آسان ہے۔ علامہ بغوی نے بیشتر مقامات پر علماء کے دلائل کو ذکر کیا ہے، اور جہاں ایک دلیل کو دوسری پر ترجیح دی جاسکتی تھی وہاں ترجیح دی ہے۔ انہوں نے غریب الفاظ کی تفسیر کی ہے، اسماء رواة اور ان کے انساب کو ضبط کیا، بعض رواة کے حالات کو بھی بیان کیا ہے۔ امام بغوی نے اپنے سے پہلے لکھی گئی کتابوں پر بہت اعتماد کیا ہے اور اپنی کتاب میں جا بجا ان کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ یہ کتاب پانچ اجزا میں شیعہ ارناؤڈوٹ اور زہیر شادیش کی تحقیق کے ساتھ 1971ء میں بیروت کے مکتب اسلامی سے شائع ہوئی تھی۔

2. جامع الأصول من احادیث الرسول ﷺ:

امام حافظ محمد الدین ابوالسعادات مبارک بن محمد ابن اشیر بزرگی (544-606ھ) نے اس کتاب میں احادیث کی بنیادی کتابوں کو جمع کر دیا ہے، جن میں موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن النسائی، سنن الترمذی شامل ہیں۔ انہوں نے اس مجموعے میں سنن ابن ماجہ کو نہیں لیا۔ ابن اشیر نے احادیث کی پوری اسناد ذکر نہیں کیں بلکہ صحابی راوی کے نام پر اکتفا کیا ہے، اور احادیث کو ابواب فقہ کی ترتیب پر ذکر کیا ہے اور کتاب میں موجود مختلف کتب کی حروف تہجی کی ترتیب پر درجہ بندی کی۔ ہر حرف کے تحت کئی کتابیں ہیں مثلاً۔ حرف ہمزہ کے تحت دس کتابیں ہیں، جو کتاب

الایمان والاسلام سے شروع ہوتی ہیں اور کتاب الاہل والاہل پر پہنچ کر ان کا اختتام ہوتا ہے۔ کتابوں کو ابواب کی طرف اور ابواب کو فصول کی طرف تقسیم کیا ہے۔ مثلاً کتاب الایمان والاسلام میں تین ابواب ہیں۔ پہلا باب ان دونوں کی حقیقی اور مجازی تعریف کے بیان میں ہے، اور اس میں دو فصلیں ہیں۔۔۔۔ اس طرز تالیف سے قاری کے لئے تلاش آسان ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن اثیر نے ہر فصل میں ان احادیث کو ذکر کیا ہے جو اس موضوع کے تحت آتی ہیں۔ اور پھر ان کے نقل کر نیوالے امام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بعض اوقات صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال بھی نقل فرماتے ہیں۔ جب ہر حرف کی کتاب ختم ہو جاتی ہے تو پھر ہر حرف کی کتب کی ترتیب کے مطابق غریب الفاظ کی شرح کرتے ہیں۔

حروف کے اس مجموعے کی آخری کتاب کتاب الیاء ہے، جس میں کتاب الیمین کے نام سے ایک باب ہے۔ اس کے بعد امام ابن اثیر نے اللواحق کے نام سے متفرق احادیث کو جمع کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں انہوں نے ایک فہرست دی ہے، جس کے ذریعے مجبول المقام احادیث تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے۔ جامع الاصول 1949-1955ء میں بڑے سائز کی بارہ جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔ اور اس میں (9483) احادیث ہیں۔ محمد حامد نقی نے اس کی تخریج و تحقیق کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس کتاب کو حدیث کے باب میں سب سے ضخیم اور سب سے قدیم کتاب ہونے کا درجہ حاصل ہے۔

یہاں پہلی جلد میں موجود ابن اثیر کے عظیم الشان مقدمہ کا ذکر بھی ضروری ہے جس میں انہوں نے اصول حدیث اور احکام حدیث کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اس طرح علوم حدیث، انواع حدیث اور طرق حدیث کا مفصل بیان اس میں آ گیا ہے۔ نیز انہوں نے کتب ستہ کے مولفین کے حالات اور ان تک اپنی اسناد پر تحقیقی روشنی ڈالی ہے۔ کوئی محقق طالب علم اس مقدمہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ جامع الاصول 1974ء میں شیخ عبدالقادر ارناؤوط کی تحقیق کے ساتھ گیارہ جلدوں میں دمشق سے شائع ہوئی تھی۔

قاضی القضاة شرف الدین ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم ابن بارزی قاضی حماہ (625-738ھ) نے ”تجربید الاصول فی احادیث الرسول“ کے نام سے جامع الاصول کی کانٹ چھانٹ کی اور بعض ابواب کو دوسرے ابواب میں ضم کر دیا، اس میں آنے والے تکرار کو ختم کیا، اور شرح الغریب اور اعراب

میں آنے والے غیر ضروری امور کو ختم کر کے جامع الاصول کے تقریباً ایک ربع کو کم کر دیا تھا۔ شیخ عبدالرحمن بن علی المعروف بہ ابن دینح شیبانی زبیدی شافعی (م 944ھ) نے بھی اس کتاب کی عظیم خدمت انجام دی ہے۔ انہوں نے کتاب کی ترتیب کو درست کیا اور حدیث نقل کرنے والے ائمہ کے رموز کے بجائے مکمل نام کو ذکر کیا اور احادیث کے بعض الفاظ کی شرح بھی لکھی۔ انہوں نے اس اختصار کو ”تیسیر الوصول الی جامع الاصول من حدیث الرسول ﷺ“ کا نام دیا۔ یہ کتاب بڑے سائز کی چار جلدوں میں مصر کے مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلی سے 1934ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب اہل علم کے یہاں متداول اور بلند مقام رکھتی ہے۔

3. الترغیب و الترهیب:

امام حافظ شیخ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشافعی ثم المصری (581-665ھ) کی ترغیب و ترہیب کے موضوع پر لکھی ہوئی جامع ترین کتاب ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے وہ احادیث ذکر کی ہیں جو ترغیب و ترہیب کے بارے میں صریح ہیں۔ انہوں نے حدیث کے راوی صحابی کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ وہ حدیث کے ناقل کو ذکر کرتے ہیں اور حدیث کی صحت، حسن اور ضعف کو بھی بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کو ابواب فقہ پر مرتب فرمایا ہے جیسے: کتاب العلم، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلاۃ اور کتاب النوافل وغیرہ۔ کتاب کے آخر میں ”کتاب صفۃ الحجۃ والنار“ ہے اور اس کے ساتھ کتاب الادعیۃ اور علم کی فضیلت کے بارے میں منقول آیات قرآنیہ کو نقل کیا گیا ہے۔ یہ جامع اور مفید کتاب پانچ جلدوں میں مصطفیٰ محمد عمارہ کی تحقیق کے ساتھ 1352ھ میں مطبعہ البابی الحلی مصر سے شائع ہوئی تھی۔ دوسری مرتبہ 1954ء میں پروفیسر محمد الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں بھی شائع ہوئی تھی۔

4. ریاض الصالحین:

”ریاض الصالحین“ شیخ الاسلام فقیہ حافظ ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی الشافعی (م 631-672ھ) کی تالیف ہے۔ امام نووی اس کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

”مجھے خیال ہوا کہ میں احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک مختصر مجموعہ تالیف کروں جو ایک مسلمان کے لئے آخرت کی راہ دکھانے والا ہو۔ اس میں ظاہری اور باطنی آداب جمع ہوں۔ ترغیب و ترہیب پر مشتمل احادیث کا جامع ہو۔ اس میں سالکین کے تمام آداب جیسے زہد، ریاضت نفوس، تہذیب الاخلاق،

طہارت قلوب، علاج قلوب و جوارح کی حفاظت، برائیوں کی سرکوبی اور عارفین کے دوسرے مقاصد کی جامع احادیث شامل ہوں۔ میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ اس میں صرف صحیح احادیث کو ذکر کروں اور صحیح اور مشہور کتابوں کا حوالہ بھی دوں۔ میں نے ابواب کو آیات قرآنیہ سے شروع کیا ہے اور عمدہ تنبیہات کے ساتھ احادیث کے پوشیدہ معانی کو بھی بیان کیا ہے۔“

امام نووی نے ان الفاظ میں اپنی کتاب کا پورا پورا تعارف کرا دیا ہے، جس کے بعد مزید کسی تبصرے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ریاض الصالحین ایک ضخیم جلد میں شائع ہوئی ہے۔ اہل علم و دانش اور خواص و عوام میں اس کتاب کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی اور عالم اسلام کے تمام اطراف و اکناف میں یہ کتاب پڑھی پڑھائی گئی ہے۔ بعض علماء نے اس کتاب کی شروعات بھی لکھی ہیں جو کئی مرتبہ شائع بھی ہوئیں۔ اس کا بہترین نسخہ شیخ علوی مالکی کی تعلیق کے ساتھ شائع ہوا۔ اسی طرح اس پر رضوان محمد رضوان کی بھی تعلیق ہے۔

5. مجمع الزوائد و منبع الفوائد:

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر بیہقی (م 807ھ) نے اس کتاب میں مسند امام احمد کی زوائد (صحاح ستہ سے زائد احادیث جو ان میں موجود نہیں) ابو یعلیٰ کی زوائد، مسند بزار کی زوائد اور طبرانی کی زوائد (جو مجموعہ کبیر، مجموعہ اوسط اور مجموعہ صغیر میں ہے) کو جمع کیا ہے، انہوں نے ان تمام کتابوں کی وہ احادیث جو صحاح ستہ پر زائد ہیں اپنی اس کتاب میں یکجا کر دی ہیں۔ وہ احادیث کے درجہ صحت، حسن اور ضعف کو بھی بیان کرتے ہیں، نیز راویوں کی جرح و تعدیل بھی کرتے ہیں۔ کتاب درمیانے سائز کی دس جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا پہلا ایڈیشن حسام الدین قدسی کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ سے اور یہی نسخہ دوسری مرتبہ بیروت سے 1967ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ کتاب انتہائی قابل قدر ہے اور اہل علم کے یہاں عظیم مقام رکھتی ہے۔

6. جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد:

محدث ادیب محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی السوسی المغربی (1037-1094ھ) نے علامہ بیہقی کی ”مجمع الزوائد“ اور ابن اثیر جزیری کی ”جامع الاصول“ کو جمع کیا ہے، اور سنن ابن ماجہ اور مسند دارمی کی زوائد کو بھی ساتھ ملا یا ہے۔ اس اعتبار سے ان کی کتاب حدیث نبوی کی سب سے جامع تصنیف ہے کیونکہ اس میں چودہ کتابوں کو مرتب کیا گیا ہے۔ علامہ سوسی نے اس کتاب کو ابواب فقہ پر

ترتیب دیا ہے اور حدیث کی تخریج کرنے والے مصنفین کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ یہ کتاب بڑے سائز کی دو جلدوں میں سید عبداللہ ہاشم یمانی مدنی کی تحقیق کے ساتھ 1961ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ عبداللہ ہاشم یمانی مدنی کی ”اعذب الموارد فی تخریج جمع الفوائد“ بھی ہے۔ جمع الفوائد میں موجود احادیث کی تعداد (10131) ہے۔

7. التاج الجامع للاصول:

شیخ منصور بن علی ناصف جامعہ ازہر کے مایہ ناز علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں حدیث کی درج ذیل پانچ بنیادی کتابوں کو جمع کیا ہے: صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن النسائی، سنن الترمذی۔

شیخ منصور نے اسانید کو حذف کیا اور احادیث کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی قسم ایمان، علم اور عبادات کے بیان میں ہے۔ دوسری قسم میں معاملات، احکام اور عادات کو جمع کیا ہے۔ تیسری قسم میں فضائل، تفسیر اور جہاد کا بیان ہے۔ چوتھی قسم اخلاق اور سمعیات کے بیان میں ہے۔ انہوں نے عبادات اور معاملات کو ابواب فقہ پر ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب پانچ جلدوں میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا تیسرا ایڈیشن 1961ء میں دار احیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوا تھا۔ مولف نے ”غایۃ المأمول شرح التاج الجامع للاصول“ کے نام سے خود اپنی کتاب کی شرح بھی لکھی ہے جو انتہائی عمدہ فوائد پر مشتمل ہے۔

(ج) احادیث احکام کے اہم مصادر و مراجع:

گذشتہ صفحات سے یہ بات پوری طرح عیاں ہوئی کہ علماء نے حدیث نبوی ﷺ پر بہت محنت کی ہے، اور اس میدان میں امت کے لئے بہت عظیم سرمایہ چھوڑا ہے۔ علماء نے احادیث احکام کو ابواب فقہ کے مطابق ترتیب دینے کا بھی اہتمام کیا ہے، جن میں رقائوق، ترغیب، ترہیب، مکارم اخلاق، فتن اور اشراط الساعۃ وغیرہ کا بیان نہیں۔ اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں سے بعض انتہائی طویل، بعض درمیانی اور بعض مختصر ہیں۔ ہم ان میں سے کچھ اہم کتابوں کا یہاں ذکر کرتے ہیں:

1. العمدة فی الاحکام فی معالم الحلال والحرام عن خیر الانام محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام:

امام حافظ تقی الدین ابو محمد عبدالغنی ابن عبدالواحد مقدسی حنبلی (541-600ھ) نے اس

کتاب میں مختلف ابواب فقہ میں امام بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب پروفیسر احمد محمد شاہ کی تحقیق کے ساتھ ایک جلد میں 1373ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2. أحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام :

امام حافظ تقی الدین ابن دقیق العید (625-702ھ) نے اس میں علامہ مقدسی کی کتاب العمدة کی شاندار شرح کی ہے۔ ان کی یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک بہترین ایڈیشن محمد حامد فقہی کی تحقیق اور شیخ احمد شاہ کی مراجعت کے ساتھ 1953ء میں مصر سے شائع ہوا تھا۔ علامہ محمد اسماعیل الامیر الصنعانی نے ”کتاب العمدة“ کے نام سے ابن دقیق العید کی ”احکام الاحکام“ کا حاشیہ لکھا ہے جو علی بن محمد البندی کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں مصر سے شائع ہوا تھا۔ ابن دقیق العید نے ”الامام باحادیث الاحکام“ کے نام سے احادیث احکام پر مشتمل ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں انہوں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ صرف انتہائی مستند اور صحیح احادیث کو ہی ذکر کیا جائے۔ اس میں انہوں نے (1471) احادیث کو جمع کیا ہے، اور انہیں ابواب فقہ کے مطابق ترتیب دیا اور حدیث کے ناقل مصنف کا بھی حوالہ دیا ہے۔ یہ کتاب پروفیسر محمد سعید مولوی کی تحقیق کے ساتھ درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1963ء میں شائع ہوئی تھی۔

3. المنتقى من أخبار المصطفى :

امام محدث ابوالبرکات محمد الدین عبدالسلام ابن تیمیہ الحرانی (590-653ھ) نے اس کتاب میں ان احادیث رسول ﷺ کو جمع فرمایا ہے جو اصول احکام کا درجہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے اپنی اس کتاب کو صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد، اور سنن اربعہ سے اخذ کیا ہے۔ اس میں کچھ آثار صحابہ بھی نقل کئے ہیں اور اسے ابواب فقہ پر ترتیب دیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب احادیث احکام میں ایک اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں (5029) احادیث ہیں اور یہ بڑے سائز کی دو جلدوں میں محمد حامد فقہی کی تحقیق کے ساتھ 1351ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

4. بلوغ المرام من أدلة الأحكام :

بلوغ المرام شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ) کی تصنیف ہے۔ وہ اس کتاب کے مقدمہ میں اس کا تعارف ان الفاظ میں کرواتے ہیں: ”یہ مختصر کتاب ان احادیث پر مشتمل ہے جو احکام شرعیہ کے لئے اصول کا درجہ رکھتی ہے۔ میں نے اسے بڑی محنت سے تحریر کیا ہے

تاکہ جو اسے یاد کر لے اسے پنے ہم عصروں کے درمیان خاص مقام حاصل ہو جائے۔ میں نے ہر حدیث کے بعد حوالہ کے طور پر اسے ذکر کرنے والے امام کا نام بھی لکھ دیا ہے۔“

یہ انتہائی شاندار کتاب ہے جسے ابواب فقہ پر ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں پندرہ سو پھیانوے (1596) احادیث ہیں۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں محمد حامد فقہی کی تحقیق کے ساتھ 1352ھ میں شائع ہوئی تھی۔

5. سبيل السلام شرح بلوغ المرام من أدلة الأحكام :

امام محمد بن اسماعیل بن صلاح امیر کھلانی صنعانی (1099-1152ھ) کی یہ کتاب دراصل بلوغ المرام کی شرح ہے۔ یہ شرح قاضی علامہ شرف الدین الحسین بن محمد مغربی (1048-1119ھ) کے کلام کا اختصار ہے۔ یہ انتہائی جامع کتاب ہے جس میں مذاہب فقہاء اور خاص طور پر اہل بیت کے مذاہب کو ذکر کیا گیا ہے۔ نیز ائمہ اربعہ کے مذاہب بھی اس میں موجود ہیں۔ صاحب کتاب انتہائی مختصر انداز میں بعض مسائل کی تردید بھی فرماتے ہیں، اور بعض اوقات ایسے مسائل بھی ذکر کر دیتے ہیں جن کے اصول قاری کے لئے ظاہر نہیں ہوتے، اور بعض مسائل کے ذکر میں استطراد و طوالت سے بھی کام لیتے ہیں۔ یہ کتاب چار جلدوں میں کئی بار شائع ہو چکی ہے۔

اس کا ایک ایڈیشن 1357ھ میں شائع ہوا تھا۔ اس کتاب کی تحقیق اور تصحیح کی بہت ضرورت ہے۔

6. نیل الأوطار شرح منتقى الأخبار من أحاديث سيد الأخیار :

بین کے چیف جسٹس امام محمد بن علی بن محمد شوکانی (م 1255ھ) کی یہ کتاب دراصل ابن تیمیہ کی کتاب ”المنتقى“ کی شرح ہے۔ علامہ شوکانی اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”میں نے اس کتاب کی شرح میں اختصار کا راستہ اختیار کیا ہے اور بہت سی ایسی تعریفات اور مباحث کو ذکر نہیں کیا جو طوالت کا باعث بن سکتی تھیں۔ خاص طور پر ایسے مقامات میں جہاں اختلافات کم ہیں۔ البتہ وہ مقامات جہاں علماء اور ائمہ کا اختلاف کثیر ہے وہاں میں نے بھی خوب بحث و تہیج اور طوالت سے کام لیا۔ آپ کی خدمت میں ایک ایسی کتاب پیش کی جا رہی ہے جو سینوں کے انشراح کا سبب ہوگی، اور دلیل و برہان کے راستوں پر جاہدہ پیدا ہوگی۔ خواہ جمہور کو اس سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جس چیز کو میں حق سمجھتا ہوں جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے اس کی تائید و نصرت کی ہے۔ میں نے نفس کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ تعصب سے بالاتر رہے جو کہ ہلاکت کا

پیش خمیر ہے۔ جن مقامات پر اختلاف علماء نہیں وہاں میں نے حدیث کی حالت بیان کی ہے اور غریب الفاظ کی تشریح پر اکتفا کیا ہے اور اس باب میں وارد دوسری احادیث کے حوالے دے دیئے ہیں جو اس کتاب میں مذکور نہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس سے اہل عقل طالبین حدیث کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ میں نے راویوں کا تعارف کرانے میں طوالت سے کام نہیں لیا۔ البتہ کسی جگہ پر تنبیہ کرنے کے لئے کسی راوی کا نام یا اس کے احوال کا تذکرہ آبی جاتا ہے۔ خاص طور پر ان جگہوں میں جہاں تحریف یا یقین کا اندیشہ ہو۔۔۔ جس جگہ کسی کے کلام کو نقل کرنا ضروری تھا میں نے حوالے کے ساتھ نقل کیا۔ اگر اس پر گفتگو کی ضرورت تھی تو میں نے اس کے بارے میں اپنا تبصرہ دیا ہے۔ اور اگر کسی کا کلام نقل کرنے کے بعد اس کا تعقب کرنے کی ضرورت تھی تو میں نے اس کلام کا تعقب بھی کیا ہے۔ اور میں نے وہاں ضرور کلام کیا ہے جہاں سکوت بہتر نہ تھا۔

حاصل کلام یہ کہ اس کتاب میں احادیث احکام سے متعلق تمام اہم اباحت اور دراسات کو جگہ دی گئی ہے۔ احادیث غریبہ کی تفسیر، فقہ، حدیث، علماء کے مذاہب، اصولی اباحت، دلائل شرعیہ کے فرعی احکامات اور ان ائمہ کے اقوال جو عام طور پر کتابوں میں نہیں ملتے یہ سب کچھ اس کتاب میں آ گیا ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

7. الموجز فی احادیث الأحکام:

ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کی یہ کتاب 1975ء میں دمشق یونیورسٹی سے شائع ہوئی تھی۔ ڈاکٹر عجاج الخطیب دمشق یونیورسٹی کے کلیہ شریعہ میں علوم حدیث کے پروفیسر ہیں۔ اس کتاب میں کتاب الزکاح، کتاب الفرقہ بین الزوجین، کتاب الجنایات، کتاب التعزیر، کتاب الحدود، کتاب الجہاد، کتاب الاطعمہ، کتاب الصيد، کتاب الذبائح، کتاب الاضاحی، کتاب الایمان، کتاب النذر، کتاب القضاء، کتاب الشہادات، کتاب الدعاوی، اور کتاب الہینات سے متعلق احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی امہات الکتب کی ان شروحات کا ذکر کر دیا جائے جنہیں احادیث احکام اور دوسری احادیث کی شرح میں بنیاد ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ ان میں ایک تو امام نووی کی شرح صحیح مسلم ہے اور دوسری ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح البخاری ہے۔ یہ دونوں کتابیں علمی اور اسلامی انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہیں اور خاص طور پر احادیث احکام میں مشغول ہونے والا باحث ان سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حدیث اور فقہ سے متعلقہ سیر حاصل معلومات

ان میں موجود ہیں۔ ان میں بہت سے قیمتی علمی قواعد، دقیق مسائل اور ایسی شاندار مباحث موجود ہیں جو روایت اور درایت کی جامع ہیں۔

(د) الفاظ حدیث کی مشہور معاجم:

1. الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر:

امام حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی (849-911ھ) کی یہ کتاب معاجم حدیث میں سب سے جامع کتاب ہے۔ امام سیوطی نے اسے حروف ہجاء پر ترتیب دیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کو تیس کتابوں سے اخذ کیا ہے، اور اس میں دس ہزار احادیث موجود ہیں۔ انہوں نے ہر حدیث کے درجہ اور اس کے ناقل کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کی دو جلدوں میں کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ اور بہت سے علماء نے اس کی شروحات بھی لکھیں ہیں۔ یہ انتہائی مشہور اور آسان کتاب ہے۔ کوئی عالم یا طالب علم اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

2. ذخائر الموارث فی الدلالة علی مواضع الحدیث:

شیخ امام عارف باللہ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی حنفی دمشقی (1050-1143ھ) نے اس کتاب میں درج ذیل سات کتابوں میں موجود احادیث کی اطراف کو جمع کیا ہے:

۱۔ موطا امام مالک	۲۔ صحیح البخاری	۳۔ صحیح مسلم
۴۔ سنن الترمذی	۵۔ سنن النسائی	۶۔ سنن ابن ماجہ
۷۔ سنن ابی داؤد		

انہوں نے اس کتاب کو صحابہ کرام کی مسانید کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ اور ہر صحابی کے نام کے بعد ان سات کتابوں میں موجود احادیث کی اطراف ذکر کی ہیں جو اس صحابی سے منقول ہیں۔ وہ سب سے پہلے حدیث کا پہلا حصہ ذکر کرتے ہیں، پھر اس کی تخریج کرنے والے کا نام، اور پھر اس کے حوالے کے لئے کتاب اور باب کو ذکر کرتے ہیں۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی چار جلدوں میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن 1934ء میں قاہرہ کی جمعیت النشر والتالیف الاذہریہ نے شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں بارہ ہزار تین سو دو (12302) اطراف احادیث ہیں۔ یہ انتہائی اہم کتاب ہے۔ علم حدیث میں مشغول کوئی شخص اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

اس کتاب کو انگریزی زبان میں ڈاکٹر اے جے ونسک (Dr. A.J. Vensenk) نے تالیف کیا تھا۔ پھر پروفیسر محمد فواد عبدالباقی نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب احادیث نبویہ تلاش کرنے کے لئے ایک عام تفصیلی معجم ہے جس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن الدارمی، مسند زید بن علی، مسند ابی داؤد الطیالسی، مسند احمد، طبقات ابن سعد، سیرة ابن ہشام اور مغازی الواقدی میں موجود احادیث کی اطراف کو ذکر کیا ہے۔ اس معجم کو موضوعات پر مرتب کیا گیا ہے اور موضوعات کو حروف تہجی کی ترتیب پر ذکر کیا گیا ہے۔ وہ کسی موضوع سے متعلق حدیث یا اس کے بعض حصے کو نقل کرتے ہیں اور اس کے ناقل محدث کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ کتاب انتہائی آسان اور مفید ہے اور اس کے ذریعے ان کتب میں احادیث تک پہنچنا اہل ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بڑے ساز کی ایک جلد میں 1934ء میں مصر سے شائع ہوا تھا اور پھر یہ کتاب لبنان سے بھی شائع ہوئی ہے۔ اور اس کا ایک ایڈیشن ادارہ ترجمان السنہ، مطبعہ معارف، لاہور سے 1978ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

4. المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوی:

اس کتاب کو مستشرقین کی ایک جماعت نے ترتیب دیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں صحاح ستہ، موطا مالک، مسند احمد، اور سنن داری کی احادیث کے تمام الفاظ کو حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا ہے، اور ہر لفظ کے تحت اس سے متعلقہ احادیث بیان کی ہیں نیز اس حدیث کے ناقلین کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ الفاظ احادیث کی یہ معجم تمام معاجم میں سب سے زیادہ جامع اور آسان ہے، کیونکہ اس میں باحث ایک لفظ کے ذریعے پوری حدیث کو تلاش کر سکتا ہے۔ نیز اس کے حوالے کو بھی ڈھونڈ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان۔ (ابتسامتک فسی وجہ انحیک صدقة) اس حدیث کو آپ مادہ ”بسم“ ”وجہ“ اور ”صدق“ میں تلاش کر سکتے ہیں۔ ان میں سے ہر لفظ میں آپ کو یہ حدیث شریف مل جائے گی۔ اس کتاب کے متعلق یہ بات باعث افسوس ہے کہ اس کے محدود نسخے محدود مکتبوں سے ہی شائع ہوئے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ 1970ء میں بیروت سے شائع ہوا تھا۔

5. کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال:

شیخ علاء الدین علی متقی ہندی (م 975ھ) نے اس کتاب میں الجامع الصغیر، الجامع الکبیر میں

وارد شدہ قوی اور فعلی احادیث کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر اضافے بھی کئے ہیں اور اسے فقہی ابواب کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ مولف خود فرماتے ہیں:

”جو اس کتاب کو حاصل کر لے تو گویا اس نے جمع الجامع کو ابواب بندی اور احادیث کثیرہ کے اضافہ کے ساتھ حاصل کر لیا۔ کیونکہ مولف نے الجامع الصغیر میں بھی اضافہ کیا اور اس کے ذیل میں ایسی احادیث جمع کیں جو جمع الجامع میں نہ تھیں“ یہ کتاب چار جلدوں میں ہندوستان سے 1364ھ میں شائع ہوئی تھی۔

(ھ) احادیث مشہورہ کی اہم تالیفات:

1. المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الأحادیث المشہورۃ علی الألسنہ:

امام حافظ مورخ محمد بن عبدالرحمن سخاوی (831-902ھ) نے اس کتاب کو ابواب اور حروف تہجی کی بنیاد پر ترتیب دیا ہے۔ وہ حدیث کو اس کے حرف میں ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے درجہ صحت کو بیان کرتے ہیں، پھر یہ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے یا اس کی کوئی اصل نہیں۔ نیز اس حدیث کے بارے میں اقوال علماء اور ان کتابوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں وہ حدیث موجود ہے۔ یہ کتاب ایک جلد میں 1375ھ میں شائع ہوئی تھی۔

2. کشف الخفاء و مزیل الإلباس عما اشتہر من الأحادیث علی ألسنة الناس:

محدث شیخ اسماعیل بن محمد عجونی جراحی (1162ھ) کی یہ کتاب سابقہ کتب سے حاصل کی گئی ہے اور اسے انہوں نے حروف ہجاء کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اس میں (3281) احادیث ہیں۔ علامہ عجونی حدیث کے ناقل، اس میں کلام کر نیوالے علماء، اس کے درجہ صحت وضع اور اس کے موضوع ہونے کو بیان کرتے ہیں۔ ”کشف الخفاء“ دراصل علامہ سخاوی کی ”المقاصد الحسنہ“ کا اختصار ہے، اور انہوں نے اس میں ابن حجر کی کتاب ”اللاسی المنثورۃ فی الأحادیث المشہورۃ“ اور ابن دین شیبانی کی کتاب ”تسمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنة الناس من الحدیث“ کو بھی شامل کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب انتہائی مفید، جامع اور باکمال بن گئی ہے۔

انہوں نے اس کتاب کا اختتام ایک شاندار خاتمہ پر کیا ہے جس میں بعض کتابوں کے بارے میں کچھ معلومات دیں، اور ان کے درجہ کا ذکر کیا ہے۔ نیز بعض صحابہ اور تابعین کی طرف منسوب کچھ مقامات کا بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بعض احادیث موضوعہ، ابواب فقہ نیز ان سے متعلق صحیح ضعیف، اور موضوع احادیث کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کی دو جلدوں میں احمد فلاح کی تعلیق کے ساتھ موسسہ الرسالہ سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے آخر میں حروف کی فہرست کے ساتھ ابواب کی فہرست بھی ذکر کی گئی ہے۔

(و) موضوع احادیث اور ان کے واضعین کے بارے میں لکھی گئی مشہور کتابیں

1. تذكرة الموضوعات:

ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی (448-507ھ) نے اس کتاب کو حروف معجم پر ترتیب دیا ہے۔ وہ پہلے حدیث کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے راوی پر جرح کرنے والے امام کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ کتاب 1323ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2. اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة:

حافظ جلال الدین سیوطی (849-911ھ) نے اس کتاب کو ابواب فقہ اور موضوعات کے اعتبار سے تالیف کیا ہے۔ وہ پہلے حدیث ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے بارے میں پائے جانے والے اقوال ائمہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ پھر وہ اس کے واضع اور وضع کے ملزم کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ یہ کتاب کئی مرتبہ دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

3. تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الأخبار الشنیعة الموضوعة:

ابوالحسن علی بن محمد (ابن عراق) الکنانی (923ھ) کی یہ کتاب ابواب کے مطابق ترتیب دی گئی ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں مصر سے 1378ھ میں شائع ہوئی تھی۔

4. المصنوع فی معرفة الموضوع:

محدث شیخ ملا علی القاری (م 1014ھ) کی اس کتاب کو 'الموضوعات الصغری' بھی کہتے ہیں۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں شیخ عبدالفتاح ابو غده کی تحقیق کے ساتھ 1969ء

میں حلب کے کتب مطبوعات اسلامیہ سے شائع ہوئی تھی۔ ملا علی قاری نے "الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة" کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی ہے جو الموضوعات الکبریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب محمد الصباح کی تحقیق کے ساتھ 1971ء میں بیروت کے دارالامامہ اور موسسہ الرسالہ سے شائع ہوئی تھی۔

(ز) اختلاف احادیث پر لکھی گئی مشہور کتابیں

1. تأویل مختلف الحدیث:

امام حافظ عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ الدینوری (213-276ھ) نے اس کتاب میں منکرین حدیث کے شبہات کا رد کیا ہے، جن کا یہ الزام ہے کہ اصحاب حدیث نے متعارض اور متناقض احادیث کو نقل کیا ہے۔ علامہ دینوری نے ان احادیث کو جمع کیا ہے جن میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے، پھر اس تعارض کو رفع کرنے کی صورت بتائی اور شبہات کا ازالہ فرمایا۔ اور ان پیچیدہ مسائل کو بھی حل کیا ہے جنہیں سمجھنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1326ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2. مشکل الآثار:

محدث فقیہ ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی (239-321ھ) کی یہ کتاب 1333ھ میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔

3. مشکل الحدیث و بیانہ:

امام محدث ابو بکر محمد بن الحسن (ابن فورک) انصاری اصہبانی (م 406ھ) کی یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1362ھ میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔

(ح) حدیث کے ناسخ و منسوخ کے بارے میں لکھی گئی اہم کتاب

1. الإعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار:

امام حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی ہمدانی (548-584ھ) کی یہ کتاب اپنے موضوع میں لکھی گئی جامع ترین کتاب ہے۔ اس کتاب کو ابواب فقہ کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے اور ہر باب میں ایسی احادیث ذکر کی گئی ہیں جن میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے، ان کے بارے میں علماء کے اقوال کو ذکر

کرنے کے ساتھ ساتھ ناخ و منسوخ احادیث کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ عام طور پر صاحب کتاب اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ اور اقوال کے درمیان ترجیح کا فیصلہ بھی کرتے ہیں۔ علامہ حازی نے اپنی کتاب کو ایک قیمتی علمی مقدمہ سے شروع کیا ہے جس میں اس علم کا آغاز و ارتقاء اور اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز اصول ترجیح اور ان کے درجات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا سب سے عمدہ ایڈیشن شیخ راغب طہا خ حلبی کی تحقیق کے ساتھ 1346ھ میں حلب سے شائع ہوا تھا۔

(ط) احادیث کے اسباب ورود کے بارے میں اہم کتاب

1. البیان والتعريف في أسباب ورود الحديث الشريف:

محدث سید ابراہیم بن محمد بن کمال الدن جو ابن حمزہ حسینی دمشقی (1054-1120ھ) کی کتاب ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو حروف معجم پر ترتیب دیا ہے۔ وہ پہلے حدیث کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس کا سبب ورود بیان کرتے ہیں۔ یہ کتاب 1329ھ میں حلب سے بڑے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

(ی) احادیث کے الفاظ غریبہ اور لغوی و نحوی تحقیق کے بارے میں اہم کتاب

1. الفائق في غريب الحديث:

ابو القاسم جبار اللہ محمد بن عمر الریشری (427-538ھ) کی یہ کتاب محمد ابو الفضل ابراہیم اور علی محمد الجبای کی تحقیق کے ساتھ تین جلدوں میں قاہرہ سے 1366ھ میں شائع ہوئی تھی۔

2. النهاية في غريب الحديث والأثر:

امام مجد الدین ابوالسعادات مبارک بن محمد (ابن الاثیر جزری) (544-606ھ) کی یہ کتاب غریب الحدیث میں جامع ترین اور مشہور ترین کتاب ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے سے پہلے علماء کی محنتوں کے ساتھ اپنی عظیم کاوش اور گہرے علم کو بھی جمع کر دیا ہے۔ اسے انہوں نے حروف معجم کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ وہ پہلے غریب لفظ کے لغوی مادہ کو ذکر کرتے ہیں۔ پھر اس حدیث کو لاتے ہیں جس میں وہ لفظ استعمال ہوا۔ پھر اس کا معنی بیان کرتے ہیں اور حدیث و لغت سے اس کے شواہد پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ان امور کی وجہ سے یہ کتاب بہت سے علمی فوائد کی جامع ہو گئی ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ چار

جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی اس کا ایک شاندار ایڈیشن پروفیسر احمد زاوی اور محمود محمد طنجا کی تحقیق کے ساتھ 1383ھ / 1963ء میں قاہرہ کے دار احیاء الکتب العربیہ سے شائع ہوا تھا۔

3. إعراب الحديث النبوي:

نحو کے امام ابوالبقاء عبداللہ بن الحسین العکمری (538-616ھ) نے یہ کتاب اپنے طلبہ کو ابوالفرج بن الجوزی کی جامع المسانید کی تدریس کے دوران املا کروائی۔ جب بھی وہ کسی حدیث کی قابل شرح عبارت یا کسی قابل توجہ محل اعراب سے گزرتے تو طلبہ کو اس کی تفصیل لکھوا دیتے۔ اس طرح علامہ ابوالبقاء نے اپنے طلبہ کو احادیث نبویہ ﷺ کے چار سو پچیس مسائل املاء کروائے۔ یہ مسائل قرآنی آیات اور اشعار کے شواہد کے علاوہ ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب انتہائی اہم اور قابل قدر ہے۔ یہ کتاب عبداللہ نبھان کی تحقیق کے ساتھ دمشق کے مجمع اللغة العربیہ سے 1977ء میں شائع ہوئی تھی۔ محقق نے اس میں تسہیل استفادہ کی خاطر فہارس کا اضافہ کر دیا ہے۔

(ک) علل حدیث کی اہم کتاب:

1. کتاب علل الحديث:

حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی (240-327ھ) نے اس کتاب کو ابواب پر ترتیب دیا ہے، اور کتب علل حدیث میں اب تک یہ کتاب سب سے جامع کتاب ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں مصر سے 1343ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں موجود احادیث کی تعداد دو ہزار آٹھ سو چالیس (2840) ہے۔

(ل) رواۃ کے بارے میں اہم کتاب:

1. تذكرة الحفاظ:

امام حافظ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (673-748ھ) نے اس کتاب کو راویوں کے طبقات کے اعتبار سے تصنیف کیا ہے۔ انہوں نے پہلے صحابہ کرام پھر تابعین پھر بعد میں آنے والے حضرات پر مشتمل کل گیارہ طبقات بنائے، جو اسلام کے ابتدائی زمانے سے لے کر حافظ جمال الدین یوسف بن عبدالرحمن مزنی (654-742ھ) تک کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں اپنے شیوخ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس طرح ان کی اس کتاب میں مذکور شخصیات کی

تعداد 1176 تک جا پہنچتی ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن 1957ء میں ہندوستان میں شائع ہوا۔ اسی طرح ایک مرتبہ بیروت سے بھی یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ امام ذہبی کے ایک شاگرد حافظ ابوالحسن محمد بن علی حسینی دمشقی (715-765ھ) نے ”ذیل طبقات الحفاظ للذہبی“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔

اسی طرح حافظ تقی الدین ابوالفضل محمد بن محمد بن فہد ہاشمی کی (787-871ھ) نے ”لحظ الحفاظ بذیل طبقات الحفاظ“ کے نام سے اس کا تذکرہ لکھا ہے، جس میں علامہ ذہبی اور علامہ حسینی دونوں کی کتابوں کا استدراک کیا ہے۔ اسی طرح امام جلال الدین سیوطی نے بھی ”ذیل طبقات الحفاظ للذہبی“ کے نام سے اس کا ضمیمہ لکھا ہے۔ یہ تینوں ضمیمے بڑے سائز کی ایک جلد میں حسام الدین قدسی کی تحقیق کے ساتھ 1347ھ میں دمشق سے شائع ہوئے تھے۔

2. تہذیب التہذیب:

حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) نے اس کتاب کو حروف معجم کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ اس میں انہوں نے تمام روایات کے تراجم کا احاطہ کرنے کوشش کی ہے۔ یہ کتاب بارہ جلدوں میں ہندوستان سے 1325ھ اور 1327ھ میں شائع ہوئی تھی، پھر 1387ھ میں بیروت سے بھی شائع ہوئی۔

(م) جرح و تعدیل کے اہم مصادر

1. الضعفاء:

امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری (194-256ھ) کی یہ تالیف ایک تصنیف نفیس ہے۔ انہوں نے اسے حروف معجم کے مطابق ترتیب دیا ہے اور ہر حرف کے تحت آنے والے اسماء کو ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں صرف ضعیف راویوں کے نام اکٹھے کئے ہیں اور اختصار کے ساتھ ہر راوی کا حکم بھی بیان کر دیا ہے۔ یہ کتاب ہندوستان سے کچھ رسائل کے ساتھ 1349ھ میں اور پھر مستقل طور پر بھی شائع ہوئی۔ نیز امام نسائی کی کتاب ”الضعفاء“ بھی اس کے حاشیہ میں شائع ہو چکی ہے۔

2. کتاب الضعفاء المتروکین:

امام حافظ احمد بن شعیب النسائی (215-303ھ) نے اس کتاب کو حروف معجم پر ترتیب دیا

ہے اور ہر حرف کے تحت اس کے اسماء ذکر کئے ہیں۔ انہوں نے بھی صرف ضعفاء کے تذکرے پر اکتفا فرمایا ہے۔ یہ کتاب ایک عمدہ جلد میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔ یہاں اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ امام بخاری اور امام نسائی نے اپنی کتابوں میں تمام ضعفاء کا استیعاب نہیں کیا۔

3. الجرح و التعدیل:

عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی (240-327ھ) کی یہ کتاب جرح و تعدیل کے باب میں متقدمین کی کتابوں میں سب سے جامع کتاب ہے۔ یہ کتاب علمی مواد اور کثرت فوائد سے لبریز ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخ حدیث کے ماہر اور نقاد علماء کے تذکرے پر بھی مشتمل ہے۔ اس میں (18050) حضرات کا تذکرہ آیا ہے۔ یہ کتاب 9 جلدوں میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی، ان میں سے ایک جلد مقدمہ پر مشتمل ہے، جس میں روایات کی چھان چھنک کے ماہر محدثین کے تراجم اور اس علم سے متعلقہ ضروری قواعد بیان کئے گئے ہیں۔

4. میزان الاعتدال:

امام حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی (673-748ھ) نے اس کتاب کو حروف معجم پر ترتیب دیا ہے۔ انہوں نے راویوں کی جرح و تعدیل کے بارے میں علماء کے اقوال بیان کئے ہیں۔ اس کتاب میں (11053) سوانح موجود ہیں۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے، جن میں سے ایک مرتبہ علی محمد بجاوی کی تحقیق کے ساتھ 1963ء میں درمیانے سائز کی چار جلدوں میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔ اس فن میں علامہ ذہبی کی ایک اور کتاب ”المغنی فی الضعفاء“ بھی ہے جو 1971ء میں ڈاکٹر نور الدین عتر کی تحقیق کے ساتھ حلب کے دارالمعارف سے درمیانے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

5. لسان المیزان:

ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) نے اس کتاب میں ان حضرات کا تذکرہ کیا ہے جن کا ذکر علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں نہیں کیا۔ انہوں نے تقریباً (14343) سوانح کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتاب 1331ھ میں بڑے سائز کی چھ جلدوں میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔

6. کتاب الرفع و التکمیل فی الجرح و التعدیل:

امام ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ہندی (1264-1304ھ) کی یہ کتاب انتہائی اہم اور

شائدار تصنیف ہے۔ انہوں نے اس میں جرح و تعدیل کے اہم قواعد اور اس بارے میں نقادانہ کی اصطلاحات کو انتہائی عمدگی سے ذکر کیا ہے، اور اس اہم جلیل الشان علم کے بارے میں بہت سے ایسے امور بیان کئے ہیں جن سے اس علم میں مشغول ہونے والا شخص کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے ان تمام اصولوں کو بیان کیا ہے جن کی بنا پر کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دیا جائے گا۔ نیز اس سلسلے میں علماء محدثین کے درمیان پائے جانے والے اختلاف اور ان کے درمیان راجح اصطلاحات کی بھی وضاحت کی ہے۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں شیخ عبدالفتاح ابو غندہ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ 1383ھ میں حلب سے شائع ہوئی تھی۔

(ن) تخریج احادیث کے اہم مصادر:

1. نصب الراية لأحاديث الهداية:

امام حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زلیعی حنفی (م 762ھ) نے اس کتاب میں فقہ حنفی کے بنیادی مصادر میں سے ایک ”الهدایة“ میں موجود احادیث کی تخریج کی، اور اس کے درجہ، ناقل اور طرق کو بیان کیا۔ یہ کتاب ایک نفیس حاشیہ ”بغیة اللمعی فی تخریج الزلیعی“ کے ساتھ ادارہ مجلس علمی کی تحقیق کے ساتھ 1938ء میں بڑے سائز کی چار جلدوں میں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔

2. الدراية فی تخریج احادیث الهدایة:

شیخ الاسلام الحافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کتاب میں امام زلیعی کی کتاب کی تلخیص کی ہے۔ یہ کتاب 1299ھ میں دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کا ایک جدید ایڈیشن سید عبداللہ ہاشم یمانی مدنی کی تحقیق کیساتھ 1964ء میں قاہرہ سے شائع ہوا تھا۔

3. تلخیص الحبیر:

ابن حجر عسقلانی نے اس کتاب میں امام ابو القاسم رافعی کی شرح الوجیز میں موجود احادیث کی تخریج کی ہے۔ یہ کتاب درمیانے سائز کی چار جلدوں پر مشتمل ہے، اور عبداللہ ہاشم یمانی کی تحقیق کے ساتھ مصر سے شائع ہوئی ہے۔ اسی طرح یہ امام نووی کی المجموع کے حاشیہ پر بھی شائع ہو چکی ہے۔

4. تخریج احادیث إحياء علوم الدين للإمام الغزالي:

حافظ زین العابدین عبدالرحیم بن حسین العراقی (م 806ھ) نے امام غزالی کی ”احیاء

العلوم“ میں موجود احادیث کی تخریج کی ہے اور اس کا نام ”المعنی عن حمل الأسفار فی الأسفار فی تخریج ما فی الإحياء من الأخبار“ رکھا ہے۔ بعد ازاں ابن حجر نے امام عراقی سے رہ جانے والی احادیث کی بھی تخریج کی ہے۔

5. مناهل الصفا فی تخریج أحاديث الشفا:

حافظ جلال الدین سیوطی نے اس کتاب میں قاضی عیاض (م 544ھ) کی ”الشفا فی تعریف حقوق المصطفى“ کی تخریج کی ہے، اور یہ کتاب دو اجزاء میں ہندوستان سے شائع ہوئی ہے۔ مذکورہ کتب کے علاوہ ابن حجر کی ”ہدایة الرواة إلی تخریج المصایح والمشکاة“ اور ”تخریج احادیث الکشاف“ بھی قابل ذکر ہیں۔

(س) سنت و حدیث کی اہمیت و مرتبہ اور اس سے متعلق اعتراضات کے

جواب پر مبنی اہم مصادر

1. کتاب الرد علی الجهمية:

عثمان بن سعید دارمی کی اس کتاب کو ”رد الدارمی علی بشر المریسی“ بھی کہا جاتا ہے اور یہ کتاب ایک نفیس جزء میں 1358ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

2. الروض الباسم فی الذب عن سنة أبي القاسم:

امام مجتہد ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم الوزیری الیمانی (م 775ھ) کی یہ کتاب دو جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

3. الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة:

امام محمد عبداللہ لکھنوی کی یہ کتاب شیخ عبدالفتاح ابو غندہ کی تحقیق کے ساتھ درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1964ء میں حلب سے شائع ہوئی تھی۔

4. تحقیق معنی السنة و بیان الحاجة إليها:

سید سلیمان ندوی کی یہ کتاب ایک جز لطیف میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

5. السنة و مکانتها فی التشريع الإسلامی:

ڈاکٹر مصطفی السباعی (1384ھ / 1964ء) کی یہ کتاب بڑے سائز کی ایک جلد میں

6. الأنوار الكاشفة لما في كتاب أضواء على السنة من الزلل و التضييل والمجازفة:

شيخ عبدالرحمن بن يحيى معلّمي يمانى كى يه كتاب درميانه سازى كى ايك جلد ميں 1378ھ ميں مصر كے مطبعه سلفيه سے شائع ہوئی تھی۔

7. الحديث والمحدثون:

ڈاکٹر محمد ابو بوزہ، كى يه كتاب پہلى مرتبه مصر سے 1958ء ميں شائع ہوئی تھی۔

8. ظلمات ابى ربه:

محمد عبدالرزاق حمزہ كى يه كتاب 1379ھ ميں مصر كے مطبعه سلفيه سے شائع ہوئی تھی۔

9. السنة قبل التدوين:

محمد عجاج الخطيب كى يه كتاب پہلى مرتبه بڑے سازى كى جلد ميں 1383ھ ميں اور دوسرى مرتبه بيروت كے دارالفكر سے 1391ھ ميں شائع ہوئی تھی۔

10. أبو هريره راوية الإسلام:

محمد عجاج الخطيب نے اس كتاب ميں حضرت ابو هريره رضى الله عنه اور آپ كى روايات سے متعلق پائے جانے والے شبهات كا جواب ديا ہے۔ يه كتاب 1963ء ميں مصر سے شائع ہوئی۔

11. دفاع عن السنة ورد شبه المستشرقين و الكتاب المعاصرين:

ڈاکٹر محمد ابو بوشہ كى يه كتاب مصر كے مجمع الجوث الاسلاميه نے شائع كى ہے۔

12. بحوث فى تاريخ السنة المشرفة:

ڈاکٹر اكرم ضياء عمري كى اس كتاب كا دوسرا ايڊيشن 1972ء ميں بغداد سے شائع ہوا تھا۔

13. سنت كى آئينى حيثيت:

سيد ابوالاعلى مودودى كى يه كتاب اسلامك پبليڪيشنز لاہور سے (1981ء) شائع ہوئی تھی۔

14. سنت خير الانام:

جسٹس پير محمد كرم شاہ الازهرى كى يه كتاب ضياء القرآن پبليڪيشنز لاہور سے شائع ہوئی۔

15. حجيت حديث:

مولانا محمد ادريس كاندهلوى كى يه كتاب ريلوے روڈ لاہور سے شائع ہوئی۔

16. حجيت حديث:

جسٹس محمد تقى عثمانى كى يه كتاب ادارہ اسلاميات لاہور سے 1991ء ميں شائع ہوئی تھی۔

(ع) علوم حديث سے متعلق اہم مصادر:

1. المحدث الفاصل بين الراوى و الواعى:

قاضى حسن بن عبدالرحمن بن خلد رانمہ مزمى (م 360ھ) كى يه كتاب اصول حديث كے بارے ميں لکھی گئی سب سے قدیم كتاب ہے۔ يه كتاب بڑے سازى كى ايك جلد ميں ڈاکٹر محمد عجاج الخطيب كى تحقيق كے ساتھ بيروت كے دارالفكر سے 1971ء ميں شائع ہوئی تھی۔

2. معرفة علوم الحديث:

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النيشاپورى (م 405ھ) نے اس كتاب ميں علوم حديث كى پچاس انواع ذكر كى ہیں۔ يه كتاب ڈاکٹر معظم حسين كى تحقيق كے ساتھ 1937ء ميں مصر سے شائع ہوئی ہے۔

3. الكفاية فى علم الرواية:

حافظ ابو بكر احمد بن على خطيب بغدادى كى يه كتاب (م 1357ھ) ميں ہندوستان سے شائع ہوئی تھی۔ انہوں نے اس ميں علوم حديث كے اصول و دقائق كو جمع كيا ہے، اور يه كتاب بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ اس كتاب كو علوم حديث كا اہم مرجع شمار كيا جاتا ہے۔ خطيب بغدادى نے ”الجامع لأخلاق الراوى و آداب السامع“ كے نام سے بھی ايك كتاب لکھی جس پر ڈاکٹر محمد عجاج الخطيب كى تحقيق موجود ہے۔

4. الالمام إلى معرفة أصول الرواية و تقييد السماع:

قاضى ابوالفضل عياض بن موسى موصى (476-554ھ) كى يه جامع كتاب ان سے پہلے مولفين كے افادات پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس ميں اپنى تحقيقات كا اضافہ بھی كيا ہے۔ يه كتاب سيد احمد صقر كى تحقيق كے ساتھ 1970ء ميں مصر كے دار التراث اور پھر تينوس كے المکتبہ العتيقہ سے شائع ہوئی ہے۔

5. علوم الحدیث:

امام ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن شہر زوری ابن الصلاح (577-643ھ) کی یہ کتاب چھٹی اور ساتویں ہجری میں لکھی گئی جامع اور عمیق ترین کتاب ہے۔ یہ کتاب مقدمہ ابن الصلاح کے نام سے مشہور ہے، اور انہوں نے اس میں علوم حدیث کی (65) انواع کو جمع کیا ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے اور اس کا ایک ایڈیشن ڈاکٹر نور الدین عتر کی تحقیق کے ساتھ 1966ء میں شائع ہوا تھا۔

6. تدریب الراوی فی شرح تقریب النوای:

امام جلال الدین سیوطی نے اس کتاب میں امام نووی کی 'التقریب والتیسیر لمعرفة احادیث البشیر والنذیر' کی شرح کی ہے۔ انہوں نے اس میں علوم حدیث کے دقائق اور فوائد کثیرہ کو جمع فرمایا ہے۔ یہ کتاب 1966ء میں پروفیسر عبدالوہاب عبداللطیف کی تحقیق کے ساتھ دو اجزا میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

7. توضیح الأفكار لمعانی تنقیح الأنظار:

علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی (1182ھ) کی یہ کتاب چند قابل اعتراض مسائل کے باوجود ایک عمدہ کتاب ہے۔ یہ کتاب محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ 1366ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

8. قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث:

بلادشام کے علامہ محمد جمال الدین قاسمی (1283-1333ھ) کی یہ کتاب انتہائی عمدہ فوائد پر مشتمل ہے۔ اس میں علوم حدیث کے بنیادی مسائل و دقائق اور اس بارے میں علماء کی آراء کو آسان انداز میں ذکر کر دیا گیا۔ اس کتاب کا ایک ایڈیشن 1961ء میں قاہرہ سے شائع ہوا تھا۔

9. توجیہ النظر إلى أصول الأثر:

عالم محقق شیخ طاہر الجزازی (1268-1338ھ) کی یہ کتاب علوم حدیث کی ایک مایہ ناز اور قابل قدر کتاب ہے۔ اس میں بہترین مسائل و نکات اور علماء سابقین کی کتابوں میں موجود فوائد کثیرہ کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دسویں صدی کے بعد اس موضوع پر لکھی گئی بہترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔ یہ کتاب 1329ھ میں مصر سے اور ایک مرتبہ لبنان سے بھی شائع ہوئی ہے۔

10. قواعد فی علوم الحدیث:

پاکستان کے مایہ ناز عالم محقق علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی کی یہ کتاب حدیث کے اصول، قواعد اور علوم پر مشتمل ایک مایہ ناز کتاب ہے۔ اس کا تیسرا ایڈیشن شیخ عبدالفتاح ابوعدہ کی تحقیق کے ساتھ 1972ء میں حلب کے مکتب المطبوعات الاسلامیہ سے شائع ہوا تھا۔

11. علوم الحدیث ومصطلحہ:

ڈاکٹر صبحی صالح نے اس کتاب میں علوم حدیث کو عمدہ علمی انداز میں پیش کیا ہے یہ کتاب 1959ء میں جامع دمشق سے شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب کئی مرتبہ لبنان سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

12. أصول الحدیث (علومہ ومصطلحہ):

ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب نے موجودہ زمانے کی ضرورت کے مطابق اس کتاب میں علوم حدیث کو انتہائی عمدہ اور درسی انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں اس علم کے فروع اور اصول کے درمیان موجود تعلق کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ اس میں حدیث کی حفاظت اور علماء کی اس میدان میں لاثانی اور بے مثال محنت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد عجاج نے اپنی کتاب کا اختتام علوم حدیث کی اہم مباحث پر کیا ہے۔ یہ کتاب 1971ء میں لبنان کے دارالفکر سے شائع ہوئی تھی۔

13. کتاب الشہاوی فی مصطلح الحدیث:

پروفیسر ابراہیم دسوقی شہادی کی یہ کتاب 1966ء میں شائع ہوئی تھی۔

14. لمحات فی أصول الحدیث والبلاغۃ النبویة:

ڈاکٹر محمد ادیب صالح کی اس کتاب کا پہلا جزء 1970ء میں دمشق سے شائع ہوا تھا۔

15. منهج النقد فی علوم الحدیث:

ڈاکٹر نور الدین عتر کی یہ کتاب درمیانے سائز کی ایک جلد میں 1972ء میں شام کے دارالفکر سے شائع ہوئی تھی۔

(أ) فقہ حنفی:

1. المبسوط:

شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن اہل السرخسی (م 483ھ) کی یہ کتاب 1324ھ میں قاہرہ کے مکتبہ ”مطبعہ السعادة“ سے تیس جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ دراصل امام سرخسی نے مبسوط کو امام احناف ابو الفضل محمد بن محمد مروزی المعروف حاکم شہید رحمہ اللہ (م 334ھ) کی کتاب ”الکافی“ کی شرح کے طور پر لکھا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے فقہ کے تمام ابواب کا احاطہ کیا ہے۔ اس کتاب میں امام سرخسی کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ پہلے مسئلہ ذکر کرتے ہیں، اور پھر فقہ حنفی کے مطابق اس کے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر دوسرے مذاہب اور ان کے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر دلائل کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے اس مسئلہ کی وجوہ ترجیحات بیان کرتے ہیں جو ان کے نزدیک راجح ہوتا ہے۔ بعض اوقات فقہ حنفی کے علاوہ دوسرے مسائل کو بھی راجح قرار دے دیتے ہیں، اور پھر اس کی وجوہ ترجیحات بھی بیان کرتے ہیں۔ بعض اوقات احناف اور دوسرے اصحاب مذاہب کے دلائل کے درمیان ایسی عمدہ تطبیق بیان کرتے ہیں کہ تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ احناف کے علاوہ اکثر امام مالک اور امام شافعی کا مسلک ذکر کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات امام احمد بن حنبل اور اصحاب طواہر کا مسلک بھی نقل کر دیتے ہیں۔

یہ کتاب فقہ میں مدون کی گئی کتابوں میں ایک لاجواب کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی کی سب سے بڑی کتاب ہے۔ بعد میں آنے والے مصنفین نے امام سرخسی کی اس کتاب سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ جب ہمیں علماء رجال کی زبانی اس کتاب کے متعلق ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے تو اس کتاب اور اس کے مولف کی قیمت اور قدر و منزلت اور بھی بڑھ جاتی ہے، وہ یہ کہ امام سرخسی نے اس پوری کتاب کو یا اس کے اکثر حصہ کو زبانی اپنے حافظہ کے بل بوتے پر اس وقت لکھوایا جب وہ فرغانہ کے علاقہ اوزجند کے ایک پرانے کنوئیں میں قید تھے۔ فقہ کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ جاتے تھے اور امام سرخسی گہرے کنوئیں میں بیٹھ کر طلبہ کو املا کروایا کرتے تھے۔

2. تحفة الفقہاء:

علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی (م 540ھ) کی کتاب ہے۔ یہ کتاب 1958ء میں دمشق

سے ڈاکٹر محمد زکی عبدالبرکی تحقیق کے ساتھ تین جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اور دوسری مرتبہ سید محمد جعفر اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی تخریج کے ساتھ دمشق ہی سے چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

3. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:

علاء الدین ابو بکر ابن مسعود بن احمد کاشانی (م 587ھ) کی کتاب ہے۔ مولف مذکور فقہ حنفی کے کبار ائمہ میں سے ہیں اور حلب کے رہنے والے ہیں۔ آپ کو ”ملک العلماء“ (علماء کا بادشاہ) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے یہ کتاب علامہ سمرقندی کی کتاب تحفۃ الفقہاء کی شرح کے طور پر لکھی تھی۔ یہ فقہ کی ایک جامع اور سلیس ترین کتاب ہے جو 1382ھ میں دمشق سے سات بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

4. الهدایة:

علی بن ابو بکر مرغینانی کی یہ کتاب 1355ھ میں مصر سے چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ ہدایہ کی بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں جن میں امام کمال بن ہمام (م 861ھ) نے ہدایہ کی شرح ”فتح القدیر“ کے نام سے لکھی، لیکن اس کی تکمیل سے پہلے آپ کا انتقال ہو گیا اور پھر شمس الدین احمد بن قودر جو کہ قاضی زادہ کے نام سے معروف ہیں، انہوں نے اس کا تکملہ لکھا، جس کا نام ”متانج الافکار“ رکھا۔ یہ کتاب آٹھ جلدوں میں (چھ ابن ہمام کی اور دو قاضی زادہ کی) قاہرہ کے مکتبہ تجاریہ سے شائع ہوئی تھی۔

5. رد المختار علی الدر المختار علی متن تنویر الأبصار:

شیخ محمد امین بن عمر عابدین (1198-1252ھ) کی کتاب ہے مولف مذکور فقہ حنفی کے ائمہ میں سے ہیں۔ یہ کتاب ”حاشیہ ابن عابدین“ کے نام سے معروف ہے اور مصر سے 1326ھ میں پانچ بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ مولف اس حاشیہ کو پورا کرنے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے تھے لہذا ان کے فرزند ارجمند شیخ محمد علاء الدین (م 1306ھ) نے دو جلدوں میں اس کتاب کا تکملہ لکھا جس کا نام ”قرۃ عیون الاخبار لتکملة رد المختار“ رکھا۔ یہ تکملہ 1326ھ میں مصر سے شائع ہوا تھا۔

(ب) فقہ مالکی:

1. المدونة الكبرى:

امام مالک بن انس اصبحی (93-179ھ) کی مشہور زمانہ کتاب ہے۔ امام مالک

کے شاگرد عبدالرحمن بن قاسم سے اس کتاب کو نقل کرنے والے "امام عبدالسلام بن سعید بن حبیب تنوخی" (160-240ھ) ہیں جو "سحون" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، اور بلاد مغرب میں ریاست علم کے تاجدار تھے۔ یہ کتاب قاہرہ کے مطبعہ السعاده سے 1323ھ میں آٹھ بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ مدونہ کبریٰ میں فقہ کے تمام ابواب کو جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا غالب منبج یہی ہے کہ امام سحون نے امام عبدالرحمن بن قاسم سے سوالات کئے اور عبدالرحمن بن قاسم نے ان سوالات کے وہ جواب دئے جو انہوں نے امام مالک سے سنے تھے۔ اگر انہیں کسی مسئلہ میں امام مالک کا جواب یاد نہ ہوتا تو اپنی طرف سے جواب دیتے اور جواب کو اپنی طرف منسوب کرتے۔ بعض اوقات مسائل فقہیہ کو سوال و جواب کے انداز سے بٹ کر بھی بیان کرتے ہیں اور کبھی دلائل نقلیہ (قرآن، سنت، آثار صحابہ و تابعین و فقہاء اہل مدینہ) کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ علماء نے اس کتاب کو بہت اہمیت دی اور اس کی بہت سی شروحات و حواشی لکھے۔ اس کی سب سے مشہور شرح "الطراز" ہے جو شیخ سند بن عنان مصری کی لکھی ہوئی ہے۔ اسی طرح ابوالحسن علی بن محمد عبدالحق نے بارہ جلدوں میں اس کی ایک شرح لکھی ہے۔ مدونہ کا ایک حاشیہ "المقدمات الممجدات" ہے جو قرطبہ کے قاضی ابوالولید محمد بن رشید (450-520ھ) کا لکھا ہوا ہے اور یہ حاشیہ مدونہ کے ساتھ مطبوعہ شکل میں مل جاتا ہے۔

2. بداية المجتهد و نهاية المقتصد:

محمد بن احمد بن رشد قرطبی (520-595ھ) کی کتاب ہے اور دو جلدوں میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

3. القوانين الفقهية:

محمد بن احمد بن جزی کلی غرناطی کی کتاب ہے جو 1344ھ میں تیونس سے ایک خوبصورت جلد میں شائع ہوئی تھی۔ بعد میں لبنان سے بھی شائع ہوئی۔

4. مواهب الجلیل لشرح مختصر خلیل:

محمد بن محمد مغربی (م 954ھ) کی کتاب ہے مولف "طاب" کے لقب سے مشہور ہے۔ یہ کتاب علامہ خلیل بن اسحاق بن موسیٰ (م 767ھ) کی مختصر کی شرح ہے۔ یہ شرح (1328ھ) میں مصر میں چھ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

5. الشرح الكبير على مختصر خليل منح القدير:

احمد بن محمد بن احمد عدوی المعروف بہ دردریر (م 1201ھ) کی یہ کتاب 1309ھ میں مصر سے چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عرفہ دسوقی (1230ھ) نے علامہ دردریری کی اس کتاب پر حاشیہ لکھا ہے۔ یہ کتاب علامہ شیخ محمد علیش مالکی کی تقریرات کے ساتھ مصر کے مکتبہ دار احیاء الکتب العربیہ سے بڑے سائز کی چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(ج) فقہ شافعی:

1. کتاب الأم:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (150-204ھ) کی یہ کتاب قاہرہ کے مطبعہ امیر یہ سے 1321ھ میں بڑے سائز کی سات جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے حاشیہ میں اسماعیل بن یحییٰ مزنی کی مختصر اور امام شافعی کی کتاب اختلاف الحدیث ہے۔ کتاب الام مصر سے دوسری مرتبہ بھی شائع ہوئی تھی۔ کتاب الام میں فقہ کے تمام ابواب کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امام شافعی نے اسے کتاب در کتاب ترتیب دیا ہے، اور ہر کتاب کے تحت کئی ابواب ذکر کئے ہیں۔ یہ ابواب اکثر کسی ایسی آیت یا حدیث سے شروع ہوتے ہیں جنہیں اس باب کی اصل قرار دیا جاتا ہے۔ باب ذکر کرنے کے بعد امام شافعی اپنے مذہب کے احکامات کو عمدہ اور واضح عبارت میں بیان کرتے ہیں۔

2. المہذب:

ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی (م 427ھ) کی یہ کتاب مصر سے کئی بار چھپ چکی ہے

3. المجموع شرح المہذب:

امام یحییٰ بن شرف النووی (م 627ھ) کی یہ کتاب فقہ شافعی کی سب سے جامع کتاب ہے۔ البتہ اس کتاب کو مکمل کرنے سے پہلے مولف انتقال فرما گئے۔ یہ کتاب قاہرہ سے بڑے سائز کی نو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ امام نووی کی "منہاج الطالبین و عمدۃ المفتین" بھی فقہ شافعی میں لکھی گئی کتابوں میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ یہ کتاب 1338ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔ بہت سے علماء نے اس کتاب کی شروحات لکھی ہیں، جن میں سب زیادہ مشہور احمد بن حجر ہیتمی (974ھ) کی "تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج" ہے۔ یہ مصر سے آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اسی طرح جلال الدین محمد بن احمد بن محمد محلی (791-864ھ) کی لکھی ہوئی کنز الراغبین بھی دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ علاوہ

ازیں یہ علامہ عمیرہ (م 975ھ) اور علامہ قیلوبی (م 1069ھ) کے حواشی کیساتھ مصر کے مکتبہ دار احیاء الکتب العربیہ سے بڑے سائز کی چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کی ایک اور مشہور شرح ”مغنی المحتاج الی معرفہ معانی الفاظ المنہاج“ مصر کے مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلی سے کئی جلدوں میں 1958ء میں شائع ہوئی تھی۔ اسی طرح شمس الدین محمد بن احمد ربلی مصری (م 1004ھ) جو شافعی صغیر کے لقب سے مشہور ہیں ان کی ”نہایت المحتاج الی شرح المنہاج“ مصر کے مکتبہ ”مصطفیٰ البابی الحلی“ سے بڑے سائز کی چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

4. الأشباه والنظائر:

حافظ جلال الدین سیوطی کی لکھی ہوئی یہ کتاب مکہ اور مصر سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

(د) فقہ حنبلی:

1. المغنی:

موفق الدین عبداللہ بن احمد ابن قدامہ مقدسی (م 620ھ) کی لکھی ہوئی عظیم الشان کتاب ہے۔ اس کتاب میں علامہ مقدسی نے ابو قاسم عمر بن الحسین (م 334ھ) کی ”مختصر الخرقی“ کی شرح کی ہے۔ یہ فقہ حنبلی کی سب سے زیادہ جامع کتاب ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں ائمہ ثلاثہ اور سلف صالحین کے اقوال و آراء کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ فقہ میں یہ ایک انتہائی قیمتی اور اہم انسائیکلو پیڈیا ہے۔ نو جلدوں میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ یہ تیسری مرتبہ قاہرہ سے 1367ھ میں سید رشید رضا کی نگرانی میں شائع ہوئی تھی۔

2. الشرح الكبير على متن المقنع:

شمس الدین عبدالرحمن ابن قدامہ مقدسی (م 682ھ) کی یہ کتاب 1348ھ میں بارہ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ مغنی ابن قدامہ بھی شائع کی گئی تھی۔

3. الفتاوى الكبرى:

شیخ الاسلام ابو العباس تقی الدین احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ (م 728ھ) کے مرتب کردہ فتاویٰ کا عظیم الشان مجموعہ ہے۔ 1382ھ میں ریاض سے بڑے سائز کی پندرہ جلدوں میں شائع ہوا۔

4. الفروع:

محمد بن مفلح المقدسی (م 762ھ) کی تحریر کردہ یہ کتاب مصر سے شائع ہوئی تھی۔

5. كشاف القناع على متن الاقناع:

شیخ منصور بن یونس بہوتی (1000-1051ھ) کی یہ کتاب 1366ھ میں شائع ہوئی تھی پھر اس کا نیا ایڈیشن مکہ مکرمہ کے گورنمنٹ پریس سے 1394ھ میں شائع ہوا تھا۔

6. الدرر السنية في الأجوبة النجدية:

اس کتاب میں عبدالرحمن بن قاسم عاصمی قحطانی نجدی نے نجد کے ارباب دعوت و اصلاح کے ان اقوال کو جمع کیا ہے جو فقہ، عقائد، سیاست شرعیہ اور امور دین سے متعلق ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب بہت عمدہ ہے اور اس کی ایک اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے اس میں ان کے قائلین کے حالات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ سب سے پہلے امام الدعوة شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب، پھر امام محمد بن سعود اور پھر دوسرے ائمہ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ کتاب تراجم کے جز کے علاوہ چھ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں فقہ کے اصولی اور فروعی مسائل کو جمع کیا گیا ہے، اور کتاب کی ابتدا ان مسائل سے کی گئی ہے، جن کا تعلق تفسیر سے ہے۔ یہ کتاب دوسری مرتبہ بیروت سے 1965ء میں شائع ہوئی۔ مذکورہ بالا کتب کے علاوہ فقہ حنبلی کی اور بھی بہت سی کتابیں مل جاتی ہیں: مثلاً ابن قیم جوزیہ کی ”الطرق الحکمیۃ فی السیاسة الشرعیۃ“ اور آپ ہی کی ”اعلام الموقعین“ قابل ذکر ہیں۔ ان کی ایک کتاب ”زاد المعاد“ بھی فقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن ہم اس کا تذکرہ کتب سیرت میں کریں گے۔

(ه) فقہ شیعہ:

فقہ امامیہ:

1. الكافي:

شیعوں کے مشہور عالم محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی (م 329ھ) نے اس کتاب کو اصول و فروع کے نام سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اصول میں وہ توحید، ایمان اور اخلاق کا بیان کرتے ہیں اور فروع میں فقہی مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس میں ان احادیث نبویہ سے استشہاد کرتے ہیں جو اہل بیت اور ائمہ شیعہ کے حوالہ سے منقول ہیں، اور ان آثار سے حجت پکڑتے ہیں جو ان سے منقول ہیں جو ان کے نزدیک معصوم ہیں۔ یہ کتاب طہران سے 1381ھ میں بڑے سائز کی سات جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

2. جواهر الکلام فی شرح شرائع الإسلام فی أحكام الحلال
والحرام:

یہ محمد حسن بن محمد باقر نجفی (م 1322ھ) کی کتاب ہے اور 1323ھ میں چھ جلدوں میں
شائع ہوئی تھی۔

فقہ زیدیہ:

1. المجموع الفقہی:

امام زید بن علی زین العابدین (م 122ھ) کی اس کتاب کو اس لحاظ سے ایک تاریخی
دستاویز جیسی اہمیت حاصل ہے کہ اس سے دوسری صدی ہجری کی ابتدا میں تصنیف و تالیف کا وجود ملتا
ہے۔ اس کے ساتھ امام زید کے فقہ و حدیث پر مشتمل مجموعے کو بھی ملا یا گیا ہے۔ امام زید نے اس مجموعہ
کو ابواب العلم پر مرتب کیا ہے اور اس کے تحت کئی کتابوں کو رکھا ہے جن میں مختلف ابواب ہیں۔ ہر
باب ایک مرفوع حدیث یا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر موقوف حدیث سے شروع ہوتا ہے۔ یہ کتاب کئی
مرتبہ قاہرہ اور دوسرے شہروں سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کی سب سے عمدہ شرح ”الروض الضمیر شرح
مجموع الفقہ الکبیر“ ہے جس کے مولف قاضی شرف الدین حسین احمد سیانی (1180-1221ھ) ہے۔
یہ شرح بڑے ساز کی چار جلدوں میں تھی، اور اس کی تکمیل سے پہلے امام سیانی کا انتقال ہو گیا۔ پھر اس
کی پانچویں جلد سید تقی عباس بن احمد حسنی کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ یہ پوری شرح دوسری مرتبہ 1388ھ
میں دمشق کے مکتبہ دارالبیان اور طائف کے مکتبہ الموید سے شائع ہوئی تھی۔

2. البحر الزخار الجامع لمذاهب علماء الأمصار:

احمد بن یحییٰ بن مرتضیٰ (764-840ھ) نے اس کتاب کو ان مباحث سے شروع کیا ہے
جن کا جاننا شریعت میں ضروری ہے، پھر انہوں نے مختلف ائمہ کے اعتقادی مسائل پر بحث کی ہے، اور
اعتقادات میں تقلید کے عدم جواز کو ثابت کیا ہے۔ پھر عبادات اور معاملات میں فقہی مسائل کو شروع
کیا، اور کتاب کا اختتام ایک رسالہ پر کیا جس کا نام ”کتاب التکملة للأحكام والتصفیه من
بواطن الآثام“ رکھا، اس میں انہوں نے آفات کی سترہ قسموں کو ذکر کیا۔ یہ کتاب قاہرہ کے مکتبہ الخانجی
سے 1366 اور 1368ھ میں بڑے ساز کی پانچ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ مولف مذکور کا طریقہ کار
یہ ہے کہ وہ پہلے مسئلہ ذکر کرتے ہیں، اور پھر اس سے متعلق صحابہ یا تابعین یا بعد کے سلف صالحین کا قول

ذکر کرتے ہیں۔ اس کتاب کو فقہ زیدی کے اہم ترین مصادر میں شمار کیا جاتا ہے، بلکہ اسے تقابلی فقہ کی
دوسری تمام بیس کتابوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے اس کتاب کو اہمیت دی اور اسے
ایک حوالہ جاتی کتاب قرار دیا۔ محمد بن یحییٰ (م 975ھ) نے اپنی کتاب ”جواهر الاخبار والآثار
المستخرجة من لجة البحر الزخار“ میں ”البحر الزخار“ کی احادیث کی تخریج کی ہے۔
یہ کتاب البحر الزخار کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ البحر الزخار موسسۃ الرسالہ سے چھ جلدوں میں بھی
شائع ہو چکی ہے۔

3. جوهرة الفرائض:

علم فرائض میں فرقہ زیدیہ کی مشہور ترین کتاب ”جوهرة الفرائض شرح مفتاح الفرائض“
ہے۔ یہ شیخ محمد بن احمد ناظری کی کتاب ہے۔ انہوں نے اس علم میں اسے قول فیصل کی حیثیت سے لکھا
ہے۔ انہوں نے اس میں اسباب میراث، موانع میراث، اصحاب فروض، حجب، اسقاط، احوال الاب
والجد کے تفصیلی تذکرہ کے ساتھ ساتھ اس علم کے مسائل مشہورہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ کتاب 1394ھ
میں دمشق کے دارالبیان اور طائف کے مکتبہ الموید سے شائع ہوئی تھی۔

فقہ ظاہریہ:

المحلی:

معروف اندلسی عالم ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہری (384-456ھ) کی کتاب قاہرہ کے
مطبعہ منیر یہ سے 1352ھ میں گیارہ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کو نہ صرف فقہ ظاہریہ بلکہ
تقابلی فقہ اسلامی کے لئے بھی سب سے بڑے مصدر کی حیثیت حاصل ہے۔ ابن حزم نے اس کتاب کی
تمہید میں دو اہم بحثوں کا ذکر کیا ہے۔ پہلی بحث توحید سے متعلق ہے اور دوسری قواعد اصولیہ اور قرآن
وسنت اور اجماع کے ذریعے استنباط احکام پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں قیاس کو حجت قرار
دینے اور اللہ کی شریعت میں کسی کی تقلید کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے فقہی
مباحث کو شروع کیا ہے۔ اس میں طرز یہ اختیار کیا کہ پہلے فقہ ظاہری کے مطابق مسئلہ کو ذکر کرتے ہیں،
پھر اس میں فقہاء کے اقوال اور پھر ان کے دلائل کو بیان کرتے ہیں۔ پھر مخالفین کے دلائل کو ذکر کر کے
ان کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر مسئلہ نقلی ہو تو خاص کو عام کے ذریعہ، مطلق کو مقید کے ذریعہ،
منسوخ کو ناخ کے ذریعہ اور ضعیف کو قوی کے ذریعے رد کرتے ہیں۔ اور اگر عقلی ہو تو ایک دلیل کا دوسری

دلیل سے معارضہ کرتے ہیں۔ بعض اوقات مخالف کے قیاس کو قیاس معارض کے ذریعہ باطل قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس قیاس سے ان کا مقصد مخالف کے قیاس کو رد کرنا ہوتا ہے نہ کہ قیاس کو دلیل بنانا، اس اسلوب کے ذریعہ مخالف کی دلیل اس کے خلاف دلیل بن جاتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال کو بھی نقل کرتے ہیں۔ ابن حزم کی یہ کتاب اور ان کی دوسری مولفات کو دیکھنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ابن حزم کے مزاج میں شدت اور سختی موجود ہے۔ یوں بھی ابن حزم کی شدت مشہور ہے، ایک عربی مقولہ ہے ”لسان ابن حزم وسيف الحجاج شقيقان“ ”ابن حزم کی زبان اور حجاج کی تلوار دونوں سگی بہنیں ہیں“ ان کی سخت مزاجی اور شدت ان کے معاصر علماء کی ان سے بیزاری کا سبب بنی تھی۔ اس کتاب کی اہمیت اور فقہ میں اس کے ٹھوس علمی مقام کی وجہ سے جامعہ دمشق کے کلیہ الشریعہ میں ”موسوعۃ الفقہ الاسلامی“ کے زیر نگرانی اس کی ایک عمدہ تحلیلی فہرست تیار کی گئی ہے، جس کی مدد سے اس کتاب سے استفادہ بہت آسان ہو گیا ہے۔ یہ فہرست ”مجمع المجلدی فی الفقہ الظاہری“ کے نام سے دو جلدوں میں 1966ء میں دمشق سے شائع ہوئی تھی۔

جدید فقہی کتابیں

1. کتاب أحكام التركات والمواريث:
شیخ محمد ابو زہرہ کی یہ کتاب 1949ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔
2. التشريع الجنائي في الإسلام مقارنا بالقانون الوضعي:
عبد القادر عودہ (1954ء) کی یہ کتاب اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں سب سے زیادہ جامع ہے، اور مصر کے مکتبہ دار العروہ سے 1387ھ میں بڑے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی اور پھر موسسۃ الرسالہ سے بھی دو بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔
3. الإسلام والعلاقات الدولية في السلم والحرب:
جامعہ ازہر کے شیخ محمود شلتوت کی یہ کتاب 1352ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔
4. الأحوال الشخصية:
پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی رحمہ اللہ کی یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں نکاح اور فسخ کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ دوسری جلد میں اہلیت و وصیت کو بیان کیا گیا ہے، اور تیسری

جلد میں تَرَکات و میراث کو بیان کیا گیا۔ یہ کتاب کئی مرتبہ چھپی ہے۔ پہلی مرتبہ دمشق یونیورسٹی کے مکتبہ سے 1378ھ میں چھپی تھی۔ مصطفیٰ السباعی کی ایک اور کتاب ”المراة بین القانون والفقہ“ جامعہ الدول العربیہ کے مطبعہ سے 1382ھ میں شائع ہوئی۔

5. الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید:

یہ کتاب پروفیسر مصطفیٰ الزرقا کی ماہیہ ناز تالیف ہے۔ موصوف کی ایک اور کتاب ”مدخل الفقہی“ بہت اہم ہے، جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے آٹھ ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ چوتھا ایڈیشن پہلے سے زیادہ تنقیح و تحقیق پر مشتمل تھا۔ بعد میں اسی کا عکس چھاپا گیا ہے۔ مصطفیٰ الزرقا کی کتاب ”مدخل الی نظریۃ الالتزام فی الفقہ الاسلامی“ کے بھی پانچ ایڈیشن آچکے ہیں۔ ان کی ایک اور کتاب عقد بیع کے موضوع پر ”العقود المسماة“ کے نام سے شہرت حاصل کر چکی ہے۔ یاد رہے کہ پروفیسر زرقا کی کتاب ”عقد التامین وموقف الشریعہ منہ“ بھی کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

6. ملكية الارض في الإسلام:

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی یہ کتاب 1976ء میں دمشق کے مکتبہ الشباب المسلم سے اور پھر کویت کے دار القلم سے شائع ہو چکی ہے۔

7. مدى حرية الزوجين في الطلاق:

ڈاکٹر عبدالرحمن صابونی کی یہ کتاب 1382ھ میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ ان ہی کی ایک کتاب ”شرح قانون الاحوال الشخصیہ السوری“ بھی ہے۔

8. فصول من الفقہ الاسلامی العام:

ڈاکٹر محمد فوزی فیض اللہ نے اس کتاب میں غصب، احياء الارض الموات، صید، شفعہ، قسمت، حقوق الارتفاق، رہن، مزارعت، مساقات، مغارست، جنایات، ذبائح، اضحیہ، خطر و اباحت پر بحث کی ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کی ایک جلد میں 1976ء میں جامعہ دمشق کے کتب خانہ سے شائع ہوئی تھی۔ مولف مذکور کی ایک کتاب ”المسئولية التفصيرية بين الفقہ والقانون“ بھی ہے۔

9. الشركات في الفقہ الاسلامی، بحوث مقارنة:

شیخ علی الخفیف کی یہ کتاب 1922ء میں قاہرہ کے ایک ادارہ معہد الدراسات العربیہ العالیہ سے شائع ہوئی تھی۔

10. التعبير عن الإرادة في الفقه الإسلامي، دراسة مقارنة بالفقه الغربي:

ڈاکٹر وحید الدین سوار کی یہ کتاب بڑے سائز کی ایک جلد میں 1379ھ میں قاہرہ کے مکتبہ النهضة المصریہ سے شائع ہوئی ہے۔

11. آثار الحرب في الفقه الاسلامی، دراسة مقارنة:

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کی یہ کتاب دوسری مرتبہ بڑے سائز کی ایک جلد میں دمشق کے مکتبہ حدیثیہ سے 1385ھ میں شائع ہوئی ہے۔ ڈاکٹر وہبہ کی ایک کتاب ”الفقه الاسلامی فی اسلوبہ الجدید“ دو جلدوں میں چھپی ہے۔ پہلی جلد میں بیع، ایجار، شرکات، ایمان، نذور اور کفارات پر بحث کی گئی ہے۔ اور دوسری جلد میں عقود، امانات، مصالحت، عقود التوثیق، عقود شرعیہ، قضاء، طرق الاثبات، جہاد اور اس کے توابع پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب دمشق کے دارالکتب سے 1387ھ میں شائع ہوئی تھی۔ مولف مذکور کی ایک کتاب ”نظریۃ الضرورة الشرعیة“ اور ایک کتاب ”نظریۃ الضمان أو احکام المسئولية المدنية والجنائية في الفقه الاسلامی والقانون الوضعی“ بھی ہے جو دمشق سے 1379ھ میں شائع ہوئی تھی۔

12. الحق ومدى سلطان الدولة في تقييده، ونظرية التعسف في استعمال الحق بين الشريعة والقانون:

ڈاکٹر فتحی الدربینی کی یہ کتاب بڑے سائز کی ایک جلد میں جامعہ دمشق کے مطبعہ سے 1386ھ میں شائع ہوئی تھی۔

13. الدرر المباحة في الحظر والإباحة:

شیخ خلیل بن عبدالقادر الشیبانی النخلاوی کی یہ کتاب محمد سعید برہانی (م 1967ء) کی تعلیق کے ساتھ دوسری مرتبہ دمشق کے مطبعہ الآداب والعلوم سے شائع ہوئی تھی۔

14. الفرقة بين الزوجين وما يتعلق بها من عدة ونسب:

پروفیسر علی حسب اللہ کی یہ کتاب 1387ھ میں قاہرہ کے دارالفکر العربی سے شائع ہوئی۔

15. الحج والعمرة في الفقه الإسلامي:

ڈاکٹر نور الدین عتر کی ایک انتہائی عمدہ اور جامع کتاب ہے، جس میں جغرافیائی تصویروں

کے ساتھ وضاحت بھی موجود ہے۔ یہ کتاب حلب کے المکتبہ العربیہ سے شائع ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نور الدین کی ایک اور کتاب ”من ہدی النبی ﷺ فی الصلوات الخاصة الجمعة، الوتر، التراویح، العیدین، المسافر، الاستسقاء، الکسوف، المحاربین، المریض۔ الجنازہ۔ الاستخارہ، التسبیح“ دارالفکر سے 1390ھ میں شائع ہوئی تھی۔ مولف مذکور ہی کی ایک کتاب ”ماذا عن المرأة“ بھی ہے جو حلب کے مکتبہ الہدی سے 1390ھ میں شائع ہوئی تھی۔

16. محاضرات في الفقه المقارن:

ڈاکٹر محمد سعید بوطی کی یہ کتاب دارالفکر سے 1390ھ میں شائع ہوئی تھی۔

17. فقه الزکاة:

ڈاکٹر یوسف قرضاوی کی یہ کتاب بڑے سائز کی دو جلدوں میں ہے۔ آپ ہی کی ایک کتاب ”العبادة في الاسلام“ ایک جلد میں موسسہ الرسالہ سے چھپ چکی ہے۔ مذکورہ بالا کتب کے علاوہ جدید فقہی مباحث میں مصر کے الدار القومیہ نے رسائل کی شکل میں مندرجہ ذیل اہم کتب کی اشاعت کی ہے:

18. احکام الأولاد في الاسلام، شیخ زکریا بری:

19. التكافل الاجتماعي في الاسلام، شیخ محمد أبو زہرہ:

20. الميراث والوصية في الاسلام، محمد زکریا بردیسی:

21. العلاقات الدولية في الاسلام:

شیخ محمد ابو زہرہ کی یہ کتاب 1384ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔

اصول فقہ اور تاریخ تشریح کی اہم کتب:

1. الرسالة:

امام محمد بن ادریس شافعی علیہ الرحمہ (150-204ھ) کی یہ کتاب شیخ احمد محمد شاکر کی تحقیق

کے ساتھ مصر سے شائع ہوئی ہے۔

2. كشف الأسرار على أصول البزدوی:

عبدالعزیز بخاری (م 330ھ) کی یہ کتاب 1307ھ میں چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

3. کتاب المعتمد فی أصول الفقه:

ابوالحسین محمد بن علی بن طیب بصری معتزلی (م 426ھ) کی یہ کتاب محمد حمید اللہ، محمد بکر اور حسن خفنی کی تحقیق کے ساتھ دمشق کے المعهد العلمی الفرنسی للدراسات العربیة سے بڑے سائز کی دو جلدوں میں (1384، 1385ھ) میں شائع ہوئی تھی۔

4. الأحکام فی أصول الأحکام:

محمد بن علی ابن حزم کی یہ کتاب شیخ احمد محمد شاکر کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں 1345ھ میں شائع ہوئی تھی۔

5. المستصفی من علم الأصول:

امام ابو حامد غزالی کی یہ کتاب قاہرہ سے 1356ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اسی طرح مولف مذکور کی "المنحول من تعلیقات الأصول" پہلی مرتبہ شیخ محمد بیوکی کی تحقیق کے ساتھ 1390ھ میں شائع ہوئی تھی۔

6. الإحکام فی أصول الأحکام:

علی بن محمد آدمی (م 631ھ) کی یہ کتاب 1322ھ میں چار جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

7. المسودة فی أصول الفقه:

مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن عبداللہ بن تیمیہ (م 652ھ) کی اس کتاب میں ان کے بیٹے شیخ شہاب الدین عبدالعلیم بن عبدالسلام (م 682ھ) اور پوتے شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبدالعلیم ابن تیمیہ (661-728ھ) بھی شریک ہیں۔ یہ کتاب پروفیسر محمد الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ 1384ھ میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

8. قواعد الأحکام فی مصالح الأنام:

عزالدین عبدالسلام (م 660ھ) کی یہ کتاب ایک جلد میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

9. أصول الفقه:

شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ (م 728ھ) کی یہ کتاب ان کے جملہ فتاویٰ کے ساتھ بڑے سائز کی دو جلدوں میں 1382ھ میں شائع ہوئی تھی۔

10. إعلام الموقعین عن رب العالمین:

محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ (م 751ھ) کی یہ کتاب مصر سے چار اجزاء میں 1374ھ میں شائع ہوئی۔

11. الموافقات فی أصول الشریعة:

امام ابواسحاق ابراہیم ابن موسی شاطبی (م 790ھ) کی یہ کتاب چار جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی تھی

12. مسلم الثبوت:

محب اللہ بن عبدالشکور (م 1119ھ) کی یہ کتاب مصر سے دو بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

13. إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول:

محمد بن علی بن محمد شوکانی (م 1250ھ) کی یہ جامع اور مختصر کتاب ایک جلد میں 1349ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔

14. تاریخ التشریع الإسلامی:

پروفیسر عبداللطیف سبکی، محمد علی سالیس اور محمد یوسف بریری کی یہ کتاب تیسری مرتبہ قاہرہ کے مطبعہ الاستقامہ سے 1365ھ میں شائع ہوئی تھی۔

15. تاریخ التشریع الاسلامی:

چودھویں صدی کے معروف عالم شیخ محمد خضریٰ کی یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہوئی۔ تیسری بار مصر سے 1358ھ میں شائع ہوئی تھی۔

16. مصادر التشریع الإسلامی فیما لانص فیہ:

استاذ شیخ عبدالوہاب خلاف کی یہ کتاب مصر کے دارالکتب العربیہ سے 1955ء میں شائع ہوئی تھی۔ دراصل یہ کتاب ان کے ایسے لیکچرز کا مجموعہ ہے جو انہوں نے معہد الدراسات العربیہ عالیہ کے طلبہ کو 1954ء میں دیئے تھے۔ مولف مذکور کی اصول فقہ میں لکھی ہوئی کتاب "خلاصۃ تاریخ التشریع الاسلامی" بھی کئی بار چھپ چکی ہے۔ اس کا ساتواں ایڈیشن 1376ھ میں مصر سے چھپا تھا۔ اس کتاب کی آسانی اور تعبیر کی سہولت کے پیش نظر اسے مہندسین کے لئے بہترین شمار کیا جاتا ہے۔

یہ کتاب دمشق کے مطبعہ تعاونیہ سے 1391ھ میں علی رضا تیونس کے تعاون سے شائع ہوئی تھی۔

22. النسخ فی القرآن الکریم:

ڈاکٹر مصطفیٰ زید جو جامعہ قاہرہ کے کلیہ دارالعلوم میں استاد ہیں، ان کی یہ جامع کتاب مصر کے دارالفکر سے 1383ھ میں بڑے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

23. مدخل الفقہ الاسلامی:

ڈاکٹر محمد سلام مذکور جو جامعہ قاہرہ کے کلیہ الحقوق کے استاذ ہیں، انہوں نے اس کتاب میں شریعت اسلامیہ اور اس کی خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے فقہ اسلامی کے اطوار و مراحل اور فقہ اسلامی میں مصادر احکام اور ان سے احکامات کے استنباط کے طریقوں پر بحث کی ہے۔ اس کتاب کا ایک باب احکامات شرعیہ کا انسانی مصالح اور معتبر مصالح کے ساتھ ارتباط کا بیان بھی ہے۔ یہ کتاب قاہرہ کے الدار القومیہ للطباعة والنشر سے 1374ھ میں شائع ہوئی۔

24. تفسیر النصوص فی الشریعة الاسلامیة:

جامعہ دمشق کے کلیہ الشریعہ کے استاذ ڈاکٹر محمد ادیب صالح کی یہ کتاب وسیع اور عمیق تحقیق کی حامل ہے، اور اس میں اصولیین کے نزدیک الفاظ کی دلالت پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب 1964 میں دمشق سے شائع ہوئی تھی۔

25. مصادر التشريع الإسلامی و مناهج الاستنباط:

مؤلف مذکور کی یہ کتاب 1967ء میں دمشق کے مطبعہ تعاونیہ سے شائع ہوئی تھی۔

26. ضوابط المصلحة فی الشریعة الاسلامیة:

جامعہ دمشق کے استاذ ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی کی یہ کتاب دمشق کے المکتبہ الامویہ سے 1386ھ میں شائع ہوئی تھی۔

27. أصول الفقہ:

جامعہ دمشق کے استاذ ڈاکٹر عبدالرحمن صابونی کی یہ کتاب جامعہ حلب کے کلیہ الحقوق کے طلبہ کے لئے شائع ہوئی تھی۔

17. أصول الفقہ:

شیخ محمد ابوزہرہ کی یہ کتاب مصر سے 1377ھ میں شائع ہوئی۔

18. أصول التشريع الإسلامی:

استاذ علی حسب اللہ کی یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا تیسرا ایڈیشن مصر کے مکتبہ دارالمعارف سے 1383ھ میں شائع ہوا تھا۔

19. محاضرات فی تاریخ الفقہ الإسلامی:

ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ نے یہ لیکچرز معہ الدراسات العربیہ العالیہ کے طلبہ کو جامعہ الدول العربیہ میں دیئے تھے۔ یہ لیکچرز 1955ء میں شائع ہوئے تھے۔ دراصل یہ لیکچرز ہی ان کی کتاب "تاریخ الفقہ الاسلامی" کی اساس بنے جو قاہرہ کے دارالکتب سے 1378ء میں شائع ہوئی تھی۔

20. محاضرات فی أسباب اختلاف الفقہاء:

استاذ شیخ علی الخفیف کے ان لیکچرز کا مجموعہ ہے جو انہوں نے جامعہ الدول العربیہ کے طلبہ کو دیئے تھے۔ یہ کتاب 1375ھ میں قاہرہ سے درمیانے سائز کی ایک جلد میں شائع کی گئی ہے۔

21. الشریعة الإسلامیة صالحة لكل زمان ومكان:

جامعہ ازہر کے شیخ محمد خضر حسین (1874-1958ء) نے اس کتاب میں انتہائی دقیق اور علمی بحثیں کی ہیں۔ اس میں انہوں نے من جملہ دوسرے موضوعات کے مندرجہ ذیل موضوعات پر قلم اٹھایا ہے:

۱. الاجتهاد فی احکام الشریعة

۲. بناء الشریعة علی حفظ المصالح ودرء المفسد

۳. الأصول النظریة الشرعیة: القیاس، الإستصحاب، مراعاة العرف، سد

الذرائع، المصالح، الاستحسان.

۴. حکمة التشريع.

۵. النسخ فی الشریعة

۶. صحیح البخاری و أثره فی حفظ الشریعة

عربی لغات

Arabic Dictionaries

1. کتاب العین:

خلیل بن احمد فراہیدی (م 160ھ) کی یہ کتاب عربی زبان کی سب سے پہلی ڈکشنری ہے۔ مولف نے اس لغت میں کوشش کی ہے کہ تمام الفاظ عربیہ کا احاطہ کیا جائے۔ انہوں نے اس معجم کی تنظیم کے سلسلہ میں تین بنیادی اصولوں کو سامنے رکھا ہے:

اصول اول) الفاظ لغت کی حروف کے مطابق ترتیب:

انہوں نے اپنی طرف سے ایک نظام صوتی وضع کیا ہے۔ حروف کا یہ صوتی نظام ان کے مخارج کے مطابق اقصیٰ حلق سے ہونوں تک ہے۔ انہوں نے کتاب کا اختتام حروف علت پر کیا ہے۔ کتاب العین میں حروف کی ترتیب نظام صوتی کے مطابق مندرجہ ذیل طریقہ پر ہے: "ع ح خ غ ق ک ج ش ض ص س ز ط ت ظ ذ ث ر ل ن ف م و ا ی ء" امام خلیل نے اپنی کتاب کو ان حروف کی تعداد کے اعتبار سے مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے، اور ان میں سے ہر حرف کا نام کتاب رکھا ہے، اور کتاب کا نام کتاب العین اس وجہ سے رکھا ہے کیونکہ ان کی اس معجم کا آغاز عین سے ہوتا ہے۔

اصول ثانی) یہ صرفی بناؤں کا اصول ہے۔ یعنی الفاظ کے صیغوں کا اصول ہے۔ الفاظ کبھی ثنائی ہوتے ہیں، کبھی ثلاثی، کبھی رباعی اور کبھی خماسی۔

اصول ثالث) یہ مبداً تغلیب ہے۔ یعنی حروف مادہ کی جگہ کو تبدیل کر دینا، مثلاً "کتب" کے مادہ کی تغلیب کے بعد مندرجہ ذیل تراکیب وجود میں آتی ہیں: کبت، بتک، بکت، تکب، تبک۔ کتاب العین کے متعلق علماء نے مختلف قسم کا کلام کیا ہے، اور اس کے بارے میں مختلف قسم کی آراء پیش کی ہیں۔ اس بارے میں بھی بحث ہے کہ یہ امام خلیل کی کتاب ہے یا ان کے شاگرد لیث بن مظفر کی۔ بہر حال عربی زبان میں لکھی گئی لغات پر کتاب العین کا گہرا اثر موجود ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ عربی زبان کی سب سے پہلی لغت ہے۔

2. جمہورۃ اللغۃ:

اس کتاب کو ابو بکر محمد بن حسن بن درید الازدی (م 321ھ) نے تالیف کیا ہے۔ مولف

مذکور کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس کتاب میں عربی زبان کے ان الفاظ کو جمع کر دیں جو کثیر الاستعمال ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے ان الفاظ سے صرف نظر کیا جو لغات نادرہ یا غریبہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ابن درید نے امام خلیل کی کتاب العین کی تالیف کے طویل عرصہ بعد جمہورۃ کو ترتیب دیا۔ وہ امام خلیل کی کتاب العین سے بہت متاثر تھے، لیکن وہ سمجھتے تھے کہ اس میں وضع کردہ الفاظ کی مخارج حروف کے لحاظ سے ترتیب بہت مشکل ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب سہل الاستفادہ نہیں۔ لہذا ابن درید نے اس منج کو آسان کرنے کی غرض سے تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا اور مخارج کے لحاظ سے حروف کے بارے میں امام خلیل کے نظام کو اختیار نہ کیا۔ لہذا آپ نے ترتیب مخرج کو چھوڑ کر ترتیب ہجائی کو اختیار کیا جو لوگوں کے ہاں معروف ہے۔ لیکن وہ کتاب کی جمع و ترتیب، مواد کی کانت چھانٹ اور ابواب کی تقسیم پر امام خلیل کے طرز پر ہی چلے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ابن درید نے دو اصولوں میں امام خلیل کی پیروی کی ہے۔ (1) صرفی صیغوں کے اعتبار سے الفاظ کی مختلف ابواب کثیرہ میں تقسیم (2) ہر مادہ کی تغلیب سے پیدا ہونے والی تراکیب کو ذکر کرنا۔ جمہورۃ اللغۃ حیدرآباد دکن سے 1344ھ سے 1351ھ تک شائع ہوتی رہی۔ اس کا مقدمہ، کرکوی (F. Krenkow) نے لکھا تھا۔

3. مقایس اللغۃ:

ابوالحسن احمد بن فارس بن زکریا (م 395ھ) کی یہ تالیف ہے۔ مولف ابن فارس کے نام سے مشہور ہیں۔ اس معجم کی غرض لغت کے مسائل میں سے ایک دقیق اور مشکل مسئلہ کو ذکر کرنا اور اس کی تحقیق کرنا ہے، اور وہ مسئلہ ہے: "ایک مادہ کے تمام معانی کی درمیان پائی جانے والی ایک اصل مشترک ہے"۔ اس موقع پر ابن فارس کی رائے یہ ٹھہری کہ ایک معنی اساسی ہوتا ہے یا اصل واحد ہوتی ہے یا اکثر اوقات ایک مادہ مختلف معانی اور مختلف صیغوں میں مشترک ہوتا ہے۔ انہوں نے اسی مسئلہ کو لیا، اور اپنی معجم کو اسی مسئلہ پر لکھا، اور اس سلسلہ میں سعی بلیغ فرمائی۔ یہ کتاب اول سے آخر تک ایک علمی برہان ہے، جسے ابن فارس نے "باب الثنائی المضاعف" اور "باب الثنائی" اور "باب ما زاد علی الثنائی" کے اثبات کے لئے پیش کیا ہے۔ ابن فارس نے اس میں مبداً تغلیب کو ترک کیا ہے، جسے امام خلیل نے ایجاد کیا تھا، اور انہوں نے اپنی طرف سے ایک مبداً ایجاد کیا ہے اور وہ ہے: "مقایس کی ہر کتاب میں الفاظ کی ترتیب میں حروف کے ساتھ دوران کا مبداً اور وہ اس طرح کہ انہوں نے ہر کتاب کو ایسے کلمہ سے شروع کیا ہے جس کے شروع میں وہ حرف آتا ہے جس پر اس کتاب کی بنا رکھی گئی ہے، اور اس

کلمہ کا دوسرا حرف وہ ہے جو حرف ہجا کی ترتیب کے مطابق اس کے بعد آتا ہے، نہ کہ حرف الف، اور وہ پہلا حرف ہے۔ مثلاً کتاب الحکیم لفظ ”حج“ سے شروع ہوتی ہے، یعنی اس لفظ سے جس کا پہلا حرف ”جیم“ اور دوسرا حرف ”حا“ ہے، پھر وہ لفظ لائے جس کا پہلا حرف جیم اور دوسرا حرف دال ہے۔ ابن فارس اسی طریقہ پر چلے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ حرف ”یا“ پر پہنچے تو پھر عود کیا اور ایسے کلمات لائے جن کا پہلا حرف ”جیم“ اور دوسرا حرف ”الف“ ہے، پھر وہ الفاظ لائے جن کا دوسرا حرف ”باء“ اور پھر وہ جن کا دوسرا حرف ثاء ہے، اور اسی طرح یہ دور مکمل کیا ہے۔ معجم مقاییس اللغہ پہلی مرتبہ 1371ھ میں استاذ عبدالسلام محمد ہارون کی تحقیق کے ساتھ چھ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

4. الصحاح:

ابونصر اسماعیل بن حماد الجوهری (م 397ھ) کی یہ معجم ”تاج اللغة و صحاح العربیة“ کے نام سے موسوم ہے اور اختصاراً اسے ”صحاح“ کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ بکسر الصاد بھی منقول ہے۔ اس صورت میں ”صحیح“ کی جمع ہوگا اور فتح الصاد بھی۔ اس صورت میں یہ صحیح کے معنی میں ہوگا۔ علامہ جوہری نے اس کتاب میں صرف ان الفاظ کو جگہ دی ہے جو خالصتاً عربی ہیں۔ اور جن کی صحت ثابت شدہ ہے۔ اور دوسرے الفاظ کے ذکر سے اعراض کیا ہے، اسی وجہ سے اس لغت کا حجم بہت چھوٹا ہے۔ امام جوہری نے صحاح کو حروف ہجا کی بنیاد پر ترتیب دیا ہے، اور اسے حروف ہجا کی ترتیب کے مطابق اٹھائیس ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ان سے ہر حرف ایک باب ہے اور پھر تمام ابواب کو اٹھائیس فصول میں تقسیم کیا ہے، پس الف مہوز اس کا پہلا باب ہے اور ”یا“ کتاب کا آخری باب ہے۔

اس کتاب کے بارے میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ علامہ جوہری نے الفاظ کو ہر باب میں ان کے آخری حرف کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے نہ کہ پہلے حرف کے اعتبار سے۔ یعنی وہ ترتیب میں آخری حرف کو دیکھتے ہیں نہ کہ پہلے حرف کو، جیسے کہ ان سے پہلے حضرات کا طرز عمل تھا۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ صحاح میں لفظ ”قرا“ باب ہمزہ میں ہے نہ کہ باب قاف میں۔ اور لفظ ”کتب“ باب باء میں ہے نہ کہ باب کاف میں۔ لفظ ”أخذ“ باب ذال میں ہے نہ کہ باب ہمزہ میں۔ یہ طرز امام جوہری کی ایجاد ہے۔ صحاح پہلی مرتبہ دو جلدوں میں قاہرہ کے مطبعہ بولاق سے 1292ھ میں شائع ہوئی تھی۔ پھر دوسری مرتبہ احمد عبدالغفور عطار کی تحقیق کے ساتھ 1952ھ اور 1957ھ میں شائع ہوئی تھی۔

5. لسان العرب:

یہ لغت جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم (م 711ھ) کی ہے جو ابن منظور افریقی کے نام سے معروف ہیں۔ ان کی معجم لسان العرب عربی زبان کی سب سے زیادہ جامع اور شواہد سے بھرپور معجم ہے۔ ان کی اس لغت کی خصوصیات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ روایات متعارضہ کو ذکر کرتے ہیں اور پھر اقوال کو ترجیح دیتے ہیں۔

اصل کے ساتھ ساتھ وہ الفاظ سے مشتق ہونے والے اسماء اشخاص، اسماء قبائل اور اسماء امکانہ کو بھی فراموش نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے اس لغت کو لغوی و ادبی انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ اس کا علمی مواد، اس کا احاطہ الفاظ اور جامعیت و وسعت بے مثال ہے۔

ابن منظور افریقی نے اپنی معجم کو ابواب و فصول میں تقسیم کیا ہے۔ انہوں نے حروف ہجا کو باب بنایا، لہذا پہلا باب ہمزہ ہے اور آخری باب الف لین کا ہے۔ انہوں نے حروف ہجا کے اعتبار سے ہر باب میں فصول مقرر کی ہیں اور ایک باب اور فصل کے دوسرے حرف کو ذکر کرنے میں حروف ہجا کی ترتیب کا خیال رکھا ہے۔ امام افریقی نے اپنی معجم کے کلمات میں آخری حروف کا اعتبار کیا ہے، لہذا جس کلمہ کا آخری حرف لام ہے، ہم اسے باب اللام میں پائیں گے، لہذا ”ابیل، اتل، ائل، اجل اور ادل“ جیسے الفاظ آپ کو باب اللام میں ملیں گے۔ پس باب اللام میں فصول باب کے ہر کلمہ میں حروف ہجا کی ترتیب پر آئیں گی، اور ہم ایک باب اور ایک فصل میں حرف ثانی کو بھی حروف ہجا کی ترتیب کے مطابق پائیں گے۔ باب اللام فصل الالف میں اس کی مثال یہ ہے کہ ہم ان مادوں کو دیکھتے ہیں: ”ابیل، اتل، ائل، اجل، ادل، ازل، اسل، اصل، اہل، ایل“ اور کلمات رباعیہ میں دوسرے حرف کی ترتیب کے بعد تیسرے حرف کی ترتیب کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ پس مادہ ”بجل“ میں بجدل، بختل اور بختل جیسے الفاظ بھی مل جائیں گے۔ اسی طرح ہم کسی معنی کی تلاش کے لئے لفظ کو اس کے ثلاثی کی طرف لوٹانے کے محتاج ہیں۔ اور پھر ہم اس کے باب اور فصل کو دیکھیں گے۔

لسان العرب پہلی مرتبہ قاہرہ کے علاقہ بولاق کے مطبعہ امیر یہ سے 1308ھ میں بیس جلدوں میں شائع ہوئی تھی، پھر بیروت سے 1955ء میں پندرہ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ اسی طرح بیروت سے ہی 1969ء میں دار لسان العرب سے شائع ہوئی تھی۔

محمد الدین ابوطاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی (م 816ھ) نے یہ کتاب یمن کے علاقے زبید میں ترتیب دی۔ پھر اسے یمن کی دولت رسولیہ کے بادشاہ اسماعیل بن عباس کی خدمت میں پیش کیا۔ فیروز آبادی پہلے تو ایک مفصل اور جامع معجم لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے، پھر ان سے گزارش کی گئی کہ وہ اس کو مختصر انداز میں لکھیں، لہذا انہوں نے اس کتاب کو تالیف کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ الفاظ کو جمع کریں اور الفاظ کا احاطہ کریں۔ اس کتاب میں وہ تمام الفاظ آجاتے ہیں جو لسان العرب میں موجود ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب میں مولف نے لغت کی دو مشہور کتابوں کو سامنے رکھا ہے، ایک ابن سیدہ کی ”کتاب الحکم“ اور دوسری صفحانی لاہوری (م 650ھ) کی کتاب ”العباب الزاخر“۔ علامہ فیروز آبادی نے اس کتاب کی ترتیب میں علامہ جوہری کی اتباع کی ہے، لیکن ان کا خیال یہ تھا کہ اس کتاب میں اختصار کو مد نظر رکھا جائے، لہذا انہوں نے اپنی اس معجم کو عربی اشعار، کہاوتوں، آیات و احادیث سے خالی رکھا۔ اسی طرح انہوں نے ان کلمات میں اختصار سے کام لیا جن کا شرح قاموس میں تکرار ہو رہا تھا، اور ان کے لئے رموز کا استعمال کیا مثلاً لفظ ”موضع“ کی جگہ حرف ”ع“ کو بطور رموز کے استعمال کیا، حرف دال کو ”بلد“ کی جگہ استعمال کیا، حرف ”ة“ کو قریہ کی جگہ استعمال کیا، حرف ”ج“ کو جمع کی جگہ استعمال کیا، حرف ”م“ کو معروف کی جگہ استعمال کیا اور حرف ”جج“ کو جمع الجمع کی جگہ استعمال کیا۔

فیروز آبادی کی قاموس کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں کہ انہوں نے اس میں پودوں، طبی جڑی بوٹیوں اور مختلف علوم کی اصطلاحات مثلاً صرف و نحو و فقہ و عروض وغیرہ کی وضاحت کر دی ہے۔ اسی طرح صاحب قاموس نے صحابہ، تابعین، محدثین اور فقہاء وغیرہ کا تعارف بھی کروایا ہے، جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ اس سے پہلے اصحاب لغات صرف شعراء اور بادشاہوں کے ذکر پر ہی اکتفا کرتے تھے۔ اس معجم میں اماکن اور شہروں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ علماء نے ”قاموس“ کو بہت اہمیت دی اور اسی کی مختلف شروحات اور تعلیقات بھی لکھی ہیں۔ ان میں سب سے ممتاز نام احمد فارس الشد یاق (م 1887ء) ”الجاموس علی القاموس“ کا ہے، اور اس کی سب سے بڑی شرح فرزند برصغیر پاک و ہند سید محمد تقی زبیدی کی ”تاج العروس“ ہے۔ القاموس المحیط بولاق سے 1272ھ میں اور 1302ھ میں اور حلب میں اور چوتھی مرتبہ قاہرہ کے مکتبہ تجاریہ سے 1954ھ میں شائع ہوئی تھی۔

یہ کتاب محبت الدین، ابوالفیض، محمد تقی حسینی بگرا می زبیدی کی ہے۔ ان کی نسبت زبیدہ کی طرف ہے جو یمن کا ایک شہر ہے۔ محمد الدین فیروز آبادی کا مسکن بھی یہی تھا اور انہوں نے اسی جگہ قاموس محیط لکھی تھی۔ سید محمد تقی زبیدی کا اصل وطن ہندوستان کا علاقہ بگرا می تھا۔ پھر آپ یمن چلے گئے، اور ایک عرصہ تک زبید میں قیام پذیر رہے اور اسی کی طرف منسوب ہوئے، پھر مصر تشریف لائے اور قاہرہ میں سکونت اختیار فرمائی اور یہاں ”تاج العروس من جواهر القاموس“ کو ترتیب دیا اور 1205ھ (1790ء) میں یہیں انتقال فرمایا۔ زبیدی متاخر الزمان ہیں اور آپ کی معجم لغات قدیمہ میں سب سے آخری اور بڑی لغت شمار ہوتی ہے۔

زبیدی نے القاموس المحیط کا منہج و طریقہ اور ترتیب کو اختیار کیا۔ اس نے قاموس کے متن کو قوسین کے درمیان نقل کیا ہے، اور پھر شواہد و روایات اور اضافات کی کثرت کے ساتھ اس کی شرح کی ہے۔ ابن منظور کی لسان العرب زبیدی کے لئے ایک بڑا مرجع تھی۔ زبیدی اپنی تاج العروس میں ایک بہت بڑے لغوی عالم کی حیثیت سے نمودار ہوتے ہیں، اور ان کی تاج العروس اپنی ضخامت، مواد کی کثرت، احاطہ مفردات، فنون و معارف اور علوم کی جامعیت میں لسان العرب سے فائق نظر آتی ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ عرب علماء صاحب تاج کو کسی طرح فرزند برصغیر ماننے پر تیار نہیں۔

پہلی مرتبہ ”تاج العروس“ 1287ھ میں مطبعہ وھبیہ، مصر سے ناقص صورت میں پانچ جلدوں میں شائع کی گئی۔ دوسرا طبعہ دس جلدوں میں مطبعہ خیر یہ سے 1307ھ میں شائع ہوا۔ پھر کویت سے استاذ عبدالستار احمد فراج کی تحقیق کے ساتھ بائیس جلدوں میں 1965ء میں اور استاذ علی شیری کی تحقیق کے ساتھ دارالفکر، بیروت سے 1994ء میں شائع ہوئی۔

فقه اللغة کی اہم کتب:

1. إصلاح المنطق:

اس کتاب کو ابو یوسف یعقوب بن اسحاق المعروف بہ ابن سکیت (م 244ھ) نے تالیف کیا ہے۔ آپ کے والد ”سکیت“ کے لقب سے مشہور تھے کیونکہ وہ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ کتاب کا نام کتاب کے مقصد کی طرف اشارہ کرتا ہے، یعنی زبان کی اصلاح کرنا، بول چال میں

درست اسلوب کی طرف رہنمائی کرنا اور لُحْن اور کلام میں اغلاط کی اصلاح کرنا۔ انہوں نے اپنی کتاب کو ایک باب سے شروع کیا جس کا نام ”باب: فَعْلٌ و۔ فِعْلٌ باختلاف معنی“ رکھا اور باب کے شروع میں لکھا: ”الْحَمْلُ: وہ چیز جو بطنِ مادر میں یا درخت پر لگے ہوئے پھل کی صورت میں ہو، اس کی بیج اجمال ہے اور ”الْحَمْلُ: وہ چیز جو پشت پر یا سر پر لادی جائے“۔

ابن سبکتی صرف کے صیغوں سے اسماء اور افعال کے اوزان بناتے ہیں، اور پھر انہوں نے اسی انداز میں کتاب کے ابواب و فصول کو ترتیب دیا ہے، وہ الفاظ لغت کو جمع کرتے ہیں اور پھر انہیں ان ابواب و فصول کے گرد گھماتے ہیں، یہ کتاب پہلی مرتبہ قاہرہ سے احمد محمد شاہ اور عبدالسلام محمد ہارون کی تحقیق کے ساتھ 1969ء میں شائع ہوئی۔

2. الخصائص:

ابوالفتح عثمان بن جنی الازدی (م 392ھ) کی تالیف ہے، ابن جنی کو علم التصریف میں امام و حجت مانا جاتا ہے۔ آپ کے علمی رسوخ کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے امام خلیل کی کتاب العين اور ابن درید کی جمہورۃ اللغۃ میں پیش آمدہ غلطیوں کی اصلاح کی ہے۔ کتاب الخصائص کے نام سے ظاہر ہے کہ اس میں عربی زبان کے خصائص سے متعلق بحث کی گئی ہے، اگرچہ اس میں ایسی ایسٹاتس بھی ہیں جن کا تعلق عمومی صفت لغت سے ہے، جیسے قول اور کلام کے درمیان فرق کی بحث۔ اسی طرح یہ بحث کہ لغت ایک اصطلاحی چیز ہے یا الہامی، ان کے علاوہ باقی ایسٹاتس عربی زبان، اس کے فلسفہ اور اس کے مسائل کے ساتھ خاص ہیں۔ مولف نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اس کتاب کی تالیف سے ان کا مقصد لغت کے جزئی مسائل کو حل کرنا نہیں بلکہ وہ لغت کے بنیادی اور کلی مسائل یعنی اس کے فلسفہ کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔

جب ابن جنی کسی صرفی یا لغوی مسئلہ میں بحث کرتے ہیں تو اس میں بحث اس کی ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اسے ایک دوسرے لغوی مسئلے تک پہنچنے کے لئے ذریعہ بناتے ہیں مثلاً انہوں نے کلام اور قول کے درمیان فرق کو بیان کرنے کی بحث کا آغاز ”قول“ کے مادہ کی تصریف کے ساتھ کیا، پھر اسکی تقلیبات کو ذکر کیا۔ یہ تقلیبات: ”قول، قول، قول، لوق، لوق، لوق، اور لوق“ میں منحصر ہیں۔ پھر انہوں نے عربی ادب کو سامنے رکھ کر ان الفاظ کی شرح شروع کر دی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان تمام الفاظ میں ”حرکت“ کا معنی موجود ہے۔ پھر انہوں نے لفظ ”کلم“ کی تصریفات و تقلیبات کو ذکر کیا جیسے:

”کلم، کمل، کم، مکمل، اور ملک“ اور پھر ان تمام کا مشترک معنی ”شدت و صلابت“ کی صورت میں نکالا۔

ابن جنی نے اس تحلیل و تجزیہ کا یہ خلاصہ نکالا کہ کلام وہ لفظ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے مستقل ہو اور معنی کا فائدہ دے اور نحوی اسے ”جمل“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور قول کی اصل یہ ہے کہ وہ ایسا کلمہ ہے جس کی ادائیگی کے وقت زبان کو حرکت ہو خواہ وہ مکمل ہو یا ناقص، اسی بنا پر قرآن مجید کو کلام اللہ کہا جاتا ہے، قول اللہ نہیں کہا جاتا۔ کتاب الخصائص اپنے لغوی موضوعات کی گہرائی، تحقیق میں منطقی اسلوب کی آمیزش اور مولف کی ثقافت و حفظ کی بنیاد پر فقہ اللغۃ کی کتابوں میں ایک عظیم مقام کی حامل ہے اور عصر حاضر میں یورپ میں کی جانے والی لسانی تحقیقات اور لغوی ایسٹاتس کا مقابلہ کرتی ہے۔ کتاب الخصائص کا جزء اول 1913ء میں قاہرہ سے شائع ہوا تھا اور پھر دارالکتب سے محمد علی نجاری کی تحقیق کے ساتھ 1952ء سے 1955ء تک تین اجزاء میں یہ کتاب شائع ہوتی رہی۔

3. المنصف:

ابوالفتح عثمان بن جنی ازدی (م 392ھ) نے اس کتاب میں ابو عثمان مازنی بکیر بن بقیہ (م 236ھ) کی کتاب التصریف کی شرح کی ہے۔ ابراہیم مصطفیٰ اور عبداللہ امین نے اس کتاب پر تحقیق کی ہے، اور یہ 1954ء میں مصر کے مطبعہ حلبی سے شائع ہوئی تھی۔

4. الفروق اللغویة:

ابوہلال حسن بن عبد اللہ بن سہل عسکری (م 395ھ) نے اپنی اس کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کروایا ہے: ”میں نے علوم کی ہر نوع اور آداب کے ہر فن میں تصنیف کی گئی ایسی کتابوں کو دیکھا ہے جو اس علم و فن کی اطراف و جوانب کا احاطہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ لیکن مختلف قریب المعنی الفاظ کے فرق پر مجھے ایسی کوئی کتاب نہیں مل سکی، مثلاً: علم و معرفت، فطانت و ذکاوت، ارادہ و مشیت، غضب و خطہ، خطا و غلط، کمال و تمام، حسن و جمال اور اس قسم کے دوسرے الفاظ کے درمیان باہمی فرق کیا ہے۔ میں نے اس کتاب میں تطویل و تقصیر کو نظر انداز کر کے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے، اور میں نے اس میں ان الفاظ کو ذکر کیا ہے جو قرآن مجید میں، فقہاء و متکلمین کی عبارتوں میں اور لوگوں کی باہمی گفتگو میں استعمال ہوتے ہیں۔ لہذا میں نے غریب اور نادر الفاظ کو ذکر کر کے اس کتاب کو بے جا تطویل نہیں بنایا تاکہ کتاب درمیانی حالت میں رہے اور بہترین امور درمیان ہی ہوتے ہیں۔“

یہ کتاب 1353ھ میں قاہرہ سے اور 1393ھ/1973ء میں بیروت سے شائع ہوئی تھی۔

5. کتاب الصناعيتين:

ابولہلال حسن بن عبداللہ بن ہبل عسکری (م 395ھ) نے اس کتاب میں ادب کی دو اہم اصناف شاعری وانشاء پر دازی کا ذکر کیا ہے، اس میں انہوں نے بلاغی موضوعات، بحسنات بدیعہ اور ان کے وجوہ و فنون کا جائزہ لیا ہے اور اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ انہوں نے اس بات کو تاکید سے بیان کیا ہے کہ اس میں ان کی غرض متکلمین کے طرز سے دور رہتے ہوئے شعراء اور ادباء کے انداز کلام کی صنعتوں کو اجاگر کرنا ہے، یہ کتاب آستانہ سے 1320ھ میں محمد علی البجاوی اور محمد ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی، اسی طرح دار احیاء الکتب العربیہ سے 1953ء اور 1971ء میں شائع ہو چکی ہے۔

6. الصحابي في فقه اللغة و سنن العرب في كلامها:

احمد بن فارس بن زکریا البوہلی (م 395ھ) نے اس کتاب کو صاحب بن عباد الوزیری کے لئے تالیف کیا اور انہی کے نام سے اسے موسوم کیا، یہ کتاب فقہ اللغة پر لکھے گئے مختلف موضوعات کا مجموعہ ہے، یہ ”فقه اللغة“ کے عنوان سے پہلی عربی تالیف ہے، ثعالبی نے بھی اپنی کتاب ”فقه اللغة و سر العربیة“ میں انہی کا طرز اختیار کیا ہے۔ ابن فارس نے اپنی اس کتاب میں کسی قسم کی جدت کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ وہ اعتراف کرتے ہیں کہ یہ متفرق مواد کی جمع مشکل مقام کی شرح، مختصر جگہوں کی تفصیل اور تفصیلی مقامات کے اختصار سے عبارت ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ علم عربیت دو اقسام کا ہوتا ہے، ایک قسم فرعی ہے جو کلمات و مفردات کے ساتھ خاص ہے، اور دوسری قسم اصلی و اساسی ہے اور اس کا موضوع نحو و صرف، فقہ اللغة، بلاغت اور بیان ہے۔ قسم فرعی کے بارے میں بعض اجزاء میں نقص و اہمال درست ہے، البتہ قسم اصلی و اساسی میں مطلقاً ذرہ برابر غفلت و اہمال جائز نہیں کیونکہ اس کے بغیر قرآن و حدیث کو سمجھنا ممکن نہیں۔ ابن فارس ایک لغوی فقیہ ہیں۔ وہ ہمارے لئے عربوں کا طریقہ کار ان کے کلام سے اخذ کر کے بیان کرنا چاہتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس حقیقت کو نمایاں کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ قرآن مجید عربوں کے کلام کے موافق نازل ہوا، اور یہ کہ اس میں تعبیر و اسلوب کے اختیار میں عربوں کی ذہنی سطح اور لغوی رجحان کا خیال رکھا گیا۔

اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، قسم اول ایسے موضوعات کے ساتھ خاص ہے

جو عربی زبان کے ساتھ عمومی طور پر متصل ہیں۔ قسم ثانی علم صرف اور صوتی ابجاث کے لئے خاص ہے۔ قسم ثالث تراکیب اور تعبیر کے طریقوں کے بیان پر مشتمل ہے اور قسم رابع میں شاعری کا بیان ہے۔ یہ کتاب اپنے اختصار کے باوجود بنیادی موضوعات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ سیوطی نے اس کتاب کی قدر و قیمت کا حق ادا کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب ”المرہر“ کے مقدمہ کے لئے ابن فارس کی اس کتاب سے بہتر مقدمہ نہیں پایا۔ لہذا انہوں نے اسے ہی من و عن نقل کر دیا، اسی طرح انہوں نے اپنی کتاب کے بعض ابواب میں اس کتاب کی بعض ابجاث کو نقل کیا ہے، یہ کتاب مصر کے مطبعہ المؤید سے 1328ھ میں شائع ہوئی تھی، پھر محبت الدین خطیب نے اسے ڈاکٹر مصطفیٰ شویبی کی تحقیق و تقدیم کے ساتھ 1963ء میں بیروت سے شائع کیا۔

7. فقه اللغة و سر العربیة:

ابو منصور عبدالملک بن محمد بن اسماعیل ثعالبی (م 429ھ) نے امیر ابوالفضل عبید اللہ بن احمد میکالی کے کہنے پر اسے تالیف کیا۔ مولف نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں قدیم علماء لغت کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کی کتابوں کو انہوں نے ماخذ بنایا ہے۔ مولف نے اپنی کتاب کو تیس ابواب میں تقسیم کیا ہے، یہ ابواب معانی عامہ پر مشتمل ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کے ہر باب کو کئی چھوٹی فصول میں تقسیم کیا ہے، ان فصول میں الفاظ لغت کو ان کی شرح کے ساتھ ذکر کیا ہے، امام ثعالبی نے ان فصول میں مترادفات کے درمیان فرق کو بھی بیان کیا ہے، اسی طرح متقارب و مشترک الفاظ کے باہمی فرق کو بھی نظر انداز نہیں کیا، امام ثعالبی نے معانی کے شواہد کو کثرت کے ساتھ بیان نہیں کیا، البتہ بعض مقامات پر قرآن و حدیث اور اشعار سے استدلال کیا ہے۔ یہ کتاب بیروت اور قاہرہ سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے، اس کی سب سے قدیم اور عمدہ طباعت قاہرہ کے المطبعة الادبیة سے 1312ھ میں ہوئی۔

8. المزهر في علوم اللغة و أنواعها:

امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی (م 911ھ) کی یہ کتاب فقہ اللغة پر تالیف کی گئی کتب میں سب سے جامع کتاب ہے۔ المكتبة الأزهريّة سے شائع ہوئی، اور محمد احمد جاد المولیٰ، علی محمد البجاوی اور محمد ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ دار احیاء الکتب العربیہ سے 1378ھ بمطابق 1985ء میں شائع ہوئی تھی۔

9. کتاب الاشتقاق و التعریب:

مشہور ادیب اور ماہر لغت شیخ عبدالقادر بن مصطفیٰ مغربی (م 1375ھ) کی یہ کتاب 1366ھ بمطابق 1937ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔

10. فقہ اللغة:

ڈاکٹر علی عبدالواحد وانی کی یہ کتاب دورِ جدید میں فقہ اللغة پر لکھی گئی کتابوں میں سب سے جامع کتاب ہے۔ یہ کتاب 1944ء میں مصر کے مطبعہ الاعتدال سے طبع ہوئی تھی، پھر دوبارہ 1950ء میں بھی شائع ہوئی تھی۔

11. الأصوات اللغویة:

یہ ڈاکٹر ابراہیم انیس کی کتاب ہے، اس کے علاوہ ان کی کتابیں ”دلالة اللفاظ“، ”اسرار العربیة“ اور ”لہجات عربیة“ بھی مصر سے شائع ہو چکی ہیں، یہ کتابیں اپنے موضوع کی قیمتی ابحاث پر مشتمل ہیں۔

12. فقہ اللغة و خصائص العربیة:

پروفیسر محمد مبارک نے اس کتاب میں کلمات عربیہ کا تجلیلی و تقابلی مطالعہ کیا ہے، اور تجدید و تولید کے بارے میں عربی زبان کے بنیادی منج کو پیش کیا ہے۔ یہ کتاب لبنان کے دارالفکر سے 1964ء میں شائع ہوئی تھی۔

13. دراسات فی فقہ اللغة:

ڈاکٹر صبحی صالح کی یہ کتاب موجودہ دور میں فقہ اللغة پر لکھی گئی کتابوں میں جامع ترین کتاب ہے۔ یہ بیروت کے المكتبة الأهلیة سے 1962ء میں پہلی مرتبہ اور پھر دارالعلم للملایین سے 1968ء میں شائع ہوئی تھی۔

نحو و صرف کے مصادر

1. الكتاب:

یہ کتاب ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر مولیٰ بنی الحارث بن کعب ملقب بہ سیبویہ کی تالیف ہے۔ سیبویہ فارسی میں چھوٹے سیب یا سیب کی خوشبو کو کہا جاتا ہے۔ ہمیں سیبویہ کے مفصل تعارف کی

ضرورت نہیں ہے، ان کی شہرت تو مغرب و مشرق اور عرب و عجم میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان کی تاریخ پیدائش و وفات کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ امام سیبویہ شیراز کی ایک ہستی بیضاء میں پیدا ہوئے اور تقریباً 180ھ میں شیراز ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی عمر تیس سے چالیس سال کے درمیان تھی۔ بچپن میں بصرہ کا سفر کیا اور بلاد عرب میں نشوونما پائی۔ مختلف شیوخ مثلاً خلیل بن احمد، یونس بن حبیب، عیسیٰ بن عمر اور ابوالخطاب انخس الاکبر وغیرہ سے عربی زبان کا علم حاصل کیا۔ سیبویہ کی یہ کتاب عربی گرامر کی اولین کتاب ہے، اور اس وقت نحو کی سب سے قدیم کتاب بھی ہے۔ اس کی شہرت نے آسمان کی بلندیوں کو چھوا، علماء نحو نے اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا، اس کی شروحات لکھیں اور مشرق و مغرب میں مختلف ادوار میں اس کے شواہد کی شرح بھی کی گئی۔ اس کی شرح لکھنے والوں میں ممتاز نام ابوسعید السیرانی (م 368ھ) اور ان کے ہم عصر ابوعلی فارسی کا ہے۔ سیبویہ کی یہ کتاب علماء کے درمیان ”الکتاب“ کے عنوان سے معروف ہے۔ جب کوئی عالم کہے ”قال فی الکتاب“ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ بات امام سیبویہ نے اپنی کتاب ”الکتاب“ میں کہی ہے۔

امام مازنی کا قول ہے کہ جو شخص سیبویہ کے بعد نحو میں کوئی بڑی کتاب لکھنا چاہے تو اسے شرم و حیا میں رہنا چاہیے۔ علماء نے اس کتاب کو سمندر سے تشبیہ دی اور اس کی تعریف میں اس حد تک مبالغہ کیا کہ اسے ”نحو کا قرآن“ تک قرار دیا اور اس تشبیہ سے مقصد محض اس کی اہمیت کو بیان کرنا ہے۔ ڈیرن بورج (Derenbourg) نے 1881ء میں پیرس سے اسے شائع کیا تھا، پھر 1316ھ میں بولاق سے شائع کی گئی، اس کے حاشیہ میں ابوسعید الحسن بن عبداللہ سیرانی (م 368ھ) کی تعلیقات ہیں، علاوہ ازیں اس کے ساتھ ابوالحجاج یوسف بن سلیمان اعلم شامتری (م 476ھ) کی الکتاب کے شواہد پر مشتمل کتاب ”تحصیل عین الذہب من معدن جوہر الادب فی علم مجازات العرب“ شائع ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ کتاب بیروت سے 1966ء میں شائع ہوئی، دوسری مرتبہ عبدالسلام ہارون کی تحقیق کے ساتھ 1968ء سے 1973ء تک شائع ہوتی رہی۔ دنیا کی مختلف دوسری زبانوں جیسے جرمن اور ہسپانوی زبان میں اس کے ترجمے بھی کئے گئے ہیں۔

2. شرح ابن عقیل علی ألفیة ابن مالک:

ابوعبداللہ محمد جمال الدین ابن مالک الطائی الاندلسی (م 672ھ) نے نحو میں اپنی مشہور کتاب ”الافیة“ تحریر کی۔ بہت سے علماء نے اس کی شروحات لکھیں لیکن ان میں سب سے زیادہ

مشہور امام عبداللہ بہاء الدین مصری (م 769ھ) کی شرح ہے، یہ ابن عقیل کی کنیت سے مشہور ہیں۔
 شرح ابن عقیل اور اس کے ساتھ محمد محی الدین عبدالحمید کی "منحة الجلیل بتحقیق شرح ابن عقیل" شائع ہوئی تھی۔ اس کا چودھواں ایڈیشن 1965ء میں دو بڑی جلدوں میں شائع ہوا تھا۔
 صاحب المغنی ابن ہشام نے بھی "الفیہ" کی شرح لکھی ہے جس کا نام "أوضح المسالك الی الفیہ بن مالک" ہے، اسی طرح مصر کی وزارت تربیت و تعلیم کے نگران پروفیسر محمد عبدالعزیز النجار نے بھی "التوضیح والتکمیل لشرح ابن عقیل" کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے جو 1966ء میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

3. الانصاف فی مسائل الخلاف بین النحویین البصریین والکوفیین:

ابوالبرکات، کمال الدین، عبدالرحمن بن محمد الانباری (م 577ھ) نے اس کتاب میں کوفہ اور بصرہ کے نحو یوں کے مابین پائے جانے والے ایک سو بیس اختلافی مسائل جمع کئے ہیں۔ اس میں انہوں نے دلکش اسلوب اور منظم باب بندی کو مد نظر رکھا ہے، یہ کتاب 1913ء میں لائبریری سے اور 1945ء میں مصر کے مطبعہ الاستقامة سے شائع ہوئی، پھر 1955ء میں محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ مطبعہ السعادة سے شائع ہوئی تھی۔

4. مغنی اللیب عن کتب الأعراب:

جمال الدین، عبداللہ بن یوسف بن احمد (ابن ہشام انصاری) (م 761ھ) نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلا حصہ عربی زبان کے حروف اور ان کے عامل وغیر عامل ہونے کی بحث پر مشتمل ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اشعار و امثال کو ان کے معانی اور احکام کے بارے میں بطور استشہاد پیش کیا ہے۔ دوسری قسم مفردات (افعال، اسماء) جملہ، اقسام جملہ، احکام جملہ، شبہ جملہ، احکام شبہ جملہ اور اعراب کی کیفیت پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب 1372ھ میں قاہرہ کے المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ سے دو بڑی جلدوں میں شائع ہوئی تھی، اس پر محمد امیر ازہری کا حاشیہ بھی تھا، اسی طرح استاذ سعید افغانی اور ڈاکٹر مازن مبارک کی تحقیق کے ساتھ 1965ء میں دمشق کے دارالفکر سے بھی شائع ہوئی تھی۔

5. شرح شذور الذهب فی معرفة کلام العرب:

یہ کتاب بھی مولف مذکور کی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ انہوں نے اپنی ہی کتاب "شذور الذهب فی معرفة کلام العرب" کی شرح کی۔ اس کے شواہد کو مکمل کیا اور اس کی عبارت کو واضح کیا۔ ہر مسئلہ کے اختتام پر اس سے متعلق آیت کو ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد ضروری اعراب تفسیر اور تاویل کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ یہ کتاب "منتہی الارب بتحقیق شرح شذور الذهب" کے ساتھ مصر کے مطبعہ السعادة سے محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ 1953ء میں شائع ہوئی تھی۔

6. المفصل فی صناعة الإعراب:

محمود بن عمر مخشری، جار اللہ (م 538ھ) کی یہ کتاب اسکندر یہ سے 1291ھ میں اور قاہرہ سے 1313ھ میں شائع ہوئی تھی۔

7. شرح المفصل للزمخشری:

ابن یعیش موفق الدین (م 643ھ) کی یہ شرح 1882ء میں لپزگ سے اور پھر مصر کے المکتبۃ النبویۃ سے دس اجزاء میں طبع ہوئی تھی۔

8. جامع الدروس العربیۃ:

شیخ مصطفیٰ بن محمد غنائینی (م 1364ھ) جو لبنان کے اکابر علماء میں سے تھے، ان کی یہ کتاب املاء، نحو اور صرف میں عربی زبان کے بنیادی قوانین کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب تین حصوں میں ہے اور کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس کا دسواں ایڈیشن 1385ھ بمطابق 1966ء میں شائع ہوا۔

9. النحو الوافی:

جامعہ قاہرہ کے کلیۃ دارالعلوم میں شعبہ نحو، صرف اور عرض کے چیئر مین پروفیسر عباس حسن نے اس کتاب میں نحو کی جملہ ابحاث کا استیعاب کیا اور اس کی تقسیم اور باب بندی کو اعلیٰ معیار تک پہنچایا۔ انہوں نے اپنی کتاب کے ہر جزء کو دو حصوں میں تقسیم کیا، پہلے حصہ میں مختصر انداز میں طلبہ کے لئے علمی مواد کو پیش کیا، پھر اس قسم کو مستقل عنوان "زیادۃ و تفصیل" کے ساتھ اس انداز میں پیش کیا جو اساتذہ اور ماہرین عربی زبان کے لئے مناسب ہے۔ اس طرح اس کتاب میں عربی زبان میں دلچسپی رکھنے والا ہر شخص اپنا مطلوب و مقصود حاصل کر سکتا ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہوئی، اس کا دوسرا ایڈیشن چار حصوں میں قاہرہ کے دارالمعارف سے 1968ء میں شائع ہوا تھا۔

دمشق اور لبنان کی جامعات میں عربی زبان کے پروفیسر سعید افغانی کی یہ کتاب عربی زبان کے قواعد، ان کی گرامر اور علماء کی جامع ہے۔ یہ کلام عرب کے شواہد سے لبریز ہے، انہوں نے اس میں راج اور قوی مذاہب کو ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب عرب یونیورسٹیز کے طرز تعلیم کی عکاسی کرتی ہے اور اس میں عرب دنیا کی تمام جامعات کے نصابات و مناہج کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ 1390ھ / 1970ء میں بیروت کے دارالفکر سے شائع ہوئی۔

عربی شاعری کے مجموعے

1. المعلقات:

عرب کے نامور شاعر کے کلام کا یہ انتخاب ”المعلقات“ کے نام سے موسوم ہے۔ ان شعراء کو اصحاب المعلقات کہا جاتا ہے۔ ہر معلقہ ان شعراء کے کلام کا بہترین انتخاب ہے۔ ان سات معلقات کو مذہبات، السبع الطوال اور السموط بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارے پاس موجود شعری مجموعوں میں عرب شعراء کا سب سے قدیم مجموعہ یہی ہے۔ ان قصائد کو جمع کرنے والے اور عربوں سے نقل کرنے والے حماد الراوی ہیں۔ اصحاب معلقات کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ امرؤ القیس
- ۲۔ طرفہ بن العبد
- ۳۔ زہیر بن ابی سلمی
- ۴۔ عنترہ بن شداد العبسی
- ۵۔ عمرو بن کلثوم التغلبی
- ۶۔ حارث بن حلزہ الیشکری
- ۷۔ لبید بن ربیعہ العامری

ابوبکر ابن الانباری نے اپنی کتاب ”شرح القصائد السبع الطوال“ میں اسی ترتیب سے ان معلقات کو ذکر کیا ہے۔ پانچویں صدی میں خطیب تبریزی نے حماد اور ابو عبیدہ کی روایتوں کو جمع کیا، اس طرح یہ معلقات نو (9) ہو گئے اور پھر دس پورے کرنے کے لئے لبید بن ابرص کے قصیدہ کو ملا یا، پھر ان دس قصیدوں کا نام خطیب تبریزی نے ”القصائد الطوال“ رکھا۔ معلقات کے اشعار کو لغت، نحو اور بلاغت وغیرہ کی کتابوں میں استشہاد، نمونہ اور مثالوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اور اس سے مشہور لغت کی تصحیح اور قواعد عربیہ کا اثبات ہوتا ہے۔ معلقات کی سب سے مشہور شرح ابوبکر ابن انباری (م 328ھ) کی ہے جو کہ ”شرح القصائد السبع الطوال الجلیلیات“ کے نام سے مشہور ہے، اور 1963 میں عبدالسلام

ہارون کی تحقیق کے ساتھ دارالمعارف، قاہرہ سے چھپی تھی۔ اسی طرح قاضی ابو عبداللہ حسین بن احمد البرزونی (م 486ھ) کی شرح ”شرح المعلقات السبع“ بھی کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن محمد علی حمد اللہ کی تحقیق کے ساتھ دمشق کے المکتبۃ الامویۃ سے 1963ء میں شائع ہوا تھا۔

2. المفضلیات:

یہ شعری مجموعہ عرب کے قدیم جاہلی اور اسلامی شعراء کے قصائد کے انتخاب پر مشتمل ہے۔ اس کا یہ نام مشہور راوی عالم مفضل بن محمد الضحی الکوفی (م 168ھ) کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے۔ عباسی خلیفہ منصور نے انہیں اپنے بیٹے ولی عہد محمد المہدی کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کیا تھا، اور ان سے خواہش کی تھی کہ وہ اس لڑکے کو عربوں کے اشعار کا بہترین انتخاب سکھائیں اور اسے باادب بنائیں۔ چنانچہ مفضل نے قصائد کا انتخاب کیا جو اس کتاب میں موجود ہیں اور مفضلیات کے نام سے موسوم ہیں۔ اس کتاب میں 67 شاعروں کے ایک سو تیس (130) قصیدے ہیں، ان میں سے 47 شاعر جاہلی ہیں، چودہ مختصر مین میں سے ہیں اور چھ شاعر اسلامی ہیں۔ قصائد مفضلیات قدیم شعراء کے عمدہ ترین اور بہترین کلام کا مجموعہ ہیں، اسی وجہ سے یہ لغت کے شیوخ، نحو کے علماء اور ادب کے ماہرین کا اساسی مصدر ہے۔ وہ اپنی کتابوں میں اس کے شواہد کو بکثرت پیش کرتے ہیں۔ مفضلیات کی سب سے مشہور شرح ابو محمد الانباری (م 305ھ) کی ہے اور ایک مستشرق لائل (Lyal) کی تحقیق کے ساتھ 1920ء میں بیروت کے کیتھولک پریس سے شائع ہوئی تھی۔ مفضلیات مصر اور یورپ سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا سب سے بہترین طبعہ احمد محمد شاہ اور عبدالسلام محمد ہارون کی تحقیق کے ساتھ 1943ء میں قاہرہ کے دارالمعارف سے شائع ہوا تھا۔

3. الأصمعیات:

القصائد المفضلیات کی طرح یہ بھی قدیم اشعار کا مجموعہ ہے جسے ابو سعید عبدالملک بن قریب الاصمعی (م 216ھ) نے جمع کیا ہے۔ انہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس مجموعہ کو ”اصمعیات“ کہا جاتا ہے۔ اصمعی نے اس مجموعہ میں جاہلیت اور اسلام کے بہترین لیکن کم گو شعراء کے کلام کو جمع کیا ہے۔ اس میں اکبتر (71) شعراء کے بانوے (92) قصائد ہیں۔ مفضلیات کی طرح اصمعیات بھی قدیم شعراء کے کلام کا بہترین انتخاب ہے۔ اس میں لغت، امثال اور جاہلیت کے عربی اخلاق و اقدار کا بے بہا خزانہ موجود ہے۔ اصمعیات پہلی مرتبہ ایک مستشرق آلورد کی تحقیق کے ساتھ 1902ء میں جرمنی

سے شائع ہوئی۔ پھر احمد محمد شاہ اور عبدالسلام کی تحقیق کے ساتھ 1955ء میں قاہرہ کے دارالمعارف سے طبع ہوئی تھی۔

4. جمہرة أشعار العرب:

زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کے نامور شعراء کے منتخب قصائد کا یہ مجموعہ چوتھی صدی ہجری کے ایک راوی عالم ابو زید محمد بن ابی الخطاب القرشی نے تیار کیا تھا۔ اس کتاب کو سات اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ المعلقات، ۲۔ المجمعرات، ۳۔ المنتقیات، ۴۔ المذہبات، ۵۔ المرثی، ۶۔ المشوبات، ۷۔ الملحمات

معلقات، مجمرات اور منتقیات کے شعراء سارے کے سارے جاہلی شعراء ہیں۔ مشوبات کے تمام شعراء خضر مین میں سے ہیں اور ملحمات کے سب شعراء اسلامی ہیں۔ جمہرہ میں بعض اشعار ایسے بھی ہیں جو ہمیں اس کے علاوہ کہیں نہیں ملتے۔ یہ اس کتاب کی ایسی خصوصیت ہے جو اسے دوسری کتابوں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ جمہرہ پہلی مرتبہ قاہرہ کے مطبعہ بولاق سے 1308ھ میں شائع ہوئی اور پھر 1967ء میں قاہرہ سے علی محمد بجادی کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

5. دیوان الحماسة:

ابوتام حبيب بن اوس الطائی (م 231ھ) کی یہ کتاب عربی اشعار کا مشہور ترین مصدر ہے اور جاہلی و اسلامی شاعری کا اہم ترین مجموعہ ہے۔ یہ ہر تحقیق کرنے والے اور پڑھنے والے کے لئے بہترین ادبی غذا ہے۔ حماسہ میں کل دس ابواب ہیں: ۱۔ الحماسہ، ۲۔ المرثی، ۳۔ الادب، ۴۔ التشبيب، ۵۔ الهجاء، ۶۔ الاضياف و المديح، ۷۔ الصفات، ۸۔ السیر و النعاس، ۹۔ الملح، ۱۰۔ مذمة النساء۔ ابوتام کی یہ کتاب پہلے باب کی نسبت سے مشہور ہے۔ علماء نے دیوان حماسہ کی اہمیت کے پیش نظر اس کی شروحات لکھیں اور اس کی تلخیص بھی کی۔ اس کی مشہور ترین شرح علی بن احمد مرزوقی کی شرح ہے جو احمد امین اور عبدالسلام ہارون کی تحقیق کے ساتھ 1371ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔ اسی طرح ایک شرح امام تبریزی کی بھی ہے۔ ڈاکٹر محمد عبدالمنعم خفاجی نے اس کا اختصار کیا ہے جو 1374 بمطابق 1955ء میں دوحصوں میں مصر سے شائع ہوا تھا۔ برصغیر پاک و ہند کے علماء میں سے مولانا اعجاز علی دیوبندی اور شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی کے بانی صدر شعبہ علامہ فیض الحسن

سہارنپوری نے بھی دیوان حماسہ کی شرح لکھی ہیں۔

6. کتاب الحماسة للبحتري:

ابوتام کے حماسہ نے اہل علم حضرات اور ادباء کو بہت متاثر کیا، لہذا انہوں نے ابوتام کے طرز پر اس قسم کے شعری مجموعے تیار کیئے اور اپنے ایسے انتخابات کو اسی کے نام سے موسوم کیا۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور ابو عبادہ ولید بن عبید نختری (م 284ھ) کا حماسہ ہے۔ اہل عرب کے بہترین اشعار کو اس میں جمع کیا۔ یہ کتاب کمال مصطفیٰ کی تحقیق کے ساتھ 1929ء میں مصر سے شائع ہوئی۔

7. الحماسہ:

شريف ضياء الدين ابو السعادات بهتہ اللہ بن علی البغدادی المعروف بابن الطحری (م 542ھ) نے اس کتاب میں ابوتام کے طرز کی پیروی کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کو نو (9) ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ یہ کتاب حیدرآباد دکن سے 1345ھ میں شائع ہوئی تھی۔

8. الحماسة البصرية:

ابوالحسن علی بن ابی الفرج البصری (م 659ھ) بھی اپنے حماسہ میں ابوتام کے طرز پر چلتے ہیں، البتہ انہوں نے اپنے حماسہ میں ابوتام کی بہ نسبت چار ابواب کا اضافہ کیا ہے۔ یہ حماسہ انتہائی عمدہ اشعار پر مشتمل ہے اور ڈاکٹر مختار الدین کی تحقیق کے ساتھ 1964ء میں حیدرآباد دکن کے دائرۃ المعارف العثمانیہ سے شائع ہوا تھا۔

ادبی انسائیکلو پیڈیا

1. البيان والتبيين:

یہ ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ (م 255ھ) کی تالیف ہے، جو عربی زبان و ادب کے امام شمار کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں "بیان" کی انواع کو پیش کیا ہے اور اس سے مراد کلام عربی کی مختلف انواع مثلاً خطابت، شاعری اور کتابت کو پیش کیا۔ اس طرح "تبيين" کو بھی پیش کیا ہے، تبیین سے مراد یہ ہے کہ مافی الضمیر کو خوبصورت اسلوب اور عمدہ وضاحت و تفصیل کے ساتھ بیان کرنا، اور خطیب، کاتب اور شعراء کے لئے رہنمائی فراہم کرنا کہ وہ کس طرح اعلیٰ ادبی معیار اپنا سکتے ہیں۔ جاحظ نے اس کتاب میں فصاحت و بلاغت اور الفاظ کی خوبصورتی کا فیضان عام کیا ہے اور ہر

حرف کو اس کا حق دینے کے ساتھ حروف کے مخارج کا بھی خیال رکھا ہے۔ نیز لفظ و تکلم کے مختلف عیوب پر بحث کی اور آیات قرآنیہ اور اشعار کثیرہ کے ذریعے فصاحت کی فضیلت کو بھی سراہا۔ انہوں نے ادائیگی کے طریقہ سے بھی بحث کی ہے اور ادائیگی میں لحن اور غلطی کرنے والے بعض بلغاء کا بھی ذکر کیا ہے۔ بیشتر مقامات پر جاہل نے عربوں کی فصاحت و بلاغت کی بلندیوں کا تذکرہ کیا اور بعض عادات خطابت و کتابت میں ان پر تنقید کرنے والوں کا رد کیا۔ جاہل کی یہ کتاب عربی ثقافت کے ایسے اصول و مصادر میں شمار کی جاتی ہے کہ کوئی بھی محقق اس کی طرف رجوع کرنے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ابن خلدون نے اس کتاب کی بنیادی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے کہا تھا ”ہم نے تعلیم کی مجلس میں اپنے شیوخ سے سنا ہے کہ فن ادب کے بنیادی ارکان چار ہیں:

۱۔ ابن قتیبہ کی ادب الکاتب ۲۔ مبرد کی کتاب الکامل ۳۔ جاہل کی البیان والتبيين ۴۔ ابوعلی القالی البغدادی کی کتاب النوادر۔ ان چار کے علاوہ باقی سب انہی کے تابع ہیں۔ البیان والتبيين مصر سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے، اس کا سب سے بہترین نسخہ عبدالسلام ہارون کی تحقیق کے ساتھ 1948ء میں مصر سے چار حصوں میں شائع ہوا تھا۔

2. ادب الکاتب:

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری (م 276ھ) نے اس کتاب کو نئے لکھاریوں کی رہنمائی اور مبتدئین کی تعمیر کو پختہ کرنے اور ان کے لسانی ملکہ کو مضبوط کرنے کے لئے تالیف کیا۔ اس میں انہوں نے قرآن کریم، لغت اور اشعار کے اہتمام کے ساتھ ساتھ الفاظ کے انتخاب میں ان کے اسلوب کو عمدہ بنانے کا بھی خیال رکھا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے خطا اور لحن سے حتی الامکان دور رہنے کے طریقے سکھائے اور بعض عوام میں زبان زد عام اغلاط پر متنبہ کیا۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں فقہ، لغت، نحو، اس کے شواہد اور املاء کے اصول بھی جمع کئے۔ ایک مستشرق جروز نے اس کی اشاعت کا بیڑ اٹھایا اور یہ قاہرہ سے 1300ھ میں شائع ہوئی اور پھر جولیت کی شرح کے ساتھ مصر کے مطبعہ القدسی سے 1350ھ میں شائع ہوئی تھی اور پھر محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ مصر سے 1958ء میں شائع ہوئی تھی۔

3. الکامل فی اللغة والأدب:

ابوالعباس محمد بن یزید الازدی المبرد (م 285ھ) نے اس کتاب کو تالیف کیا، مبرد لغت اور

نحو میں اہل بصرہ کے امام تھے اور ان کی کتاب ”الکامل“ ادب کی بنیادی کتابوں میں سے ایک ہے۔ یہ کتاب عربوں کے اشعار و امثال، ان کے خطبات اور اقوال فصیحہ کا بہترین مجموعہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آیات قرآنیہ کے اضافے اور احادیث کے جملوں نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ یہ کتاب لغت و نحو کے بہت سے مسائل پر مشتمل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مولف لغت اور نحو کے بہت بڑے عالم ہیں۔ لہذا ان کی کتاب ان کے علم اور میاں کی عکاسی کرتی ہے۔ اس کتاب میں مبرد کا منہج و اسلوب انتہائی واضح اور سادہ ہے۔ پہلے وہ ایک ادبی شاہکار کو پیش کرتے ہیں، پھر اس کی نصوص میں وارد ہونے والے الفاظ و عبارات کی ایسی تشریح کرتے ہیں جس سے معنی واضح اور آسان ہو جاتا ہے، یا پھر اس پر تعلق و تہرہ کرتے ہیں یا بعض ایسے عمدہ واقعات و ادبی اقوال پیش کرتے ہیں جو اس نصوص کے ارد گرد گھومتے ہیں اور اس کے فہم اور مقصود کے ادراک میں مدد دیتے ہیں۔ مبرد کی کتاب الکامل خالص عربی ثقافت کے ان رموز و اسرار سے آگاہ کرتی ہے جو تیسری صدی ہجری میں پڑھے لکھے لوگوں کے درمیان رائج تھے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس نے کتاب میں صرف عربوں کے آداب ہی کو بیان کیا ہے۔ ان خصوصیات کی وجہ سے اس طویل عرصہ میں مبرد کی یہ کتاب اہل علم کا مرجع اور عربی ادب کے طلبہ کے لئے نصابی و درسی کتاب رہی ہے۔ اس کی اہمیت کی بنا پر ابن خلدون نے اسے عربی زبان و ادب کی چار بنیادی کتب میں شمار کیا ہے۔ کتاب الکامل یورپ اور عربی ممالک سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن ایک مستشرق ”رائٹ“ نے جرمنی سے 1864ء، 1881ء میں شائع کیا تھا۔ یہ کتاب مصر سے زکی مبارک کی تحقیق کے ساتھ 1307ھ میں اور محمد ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ 1936ء میں شائع ہوا تھا۔

4. العقد الفرید:

ابو عمر احمد بن عبد ربہ اندلسی (م 327ھ) کی یہ کتاب ایک ادبی مجموعہ ہے۔ اس میں انہوں نے سابق ماہرین ادب جیسے جاہل، مبرد، ابن قتیبہ اور ابن مقفع وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔ اور ابن قتیبہ کی عیون الاخبار کے طرز کو اپنایا ہے اور ابواب بندی اور مواد کے جمع کرنے میں انہی کے طریقہ کو اختیار کیا ہے۔ العقد الفرید میں ابن عبد ربہ کی اپنی کوئی چیز نہیں جیسا کہ عیون الاخبار میں ابن قتیبہ کی اپنی کوئی چیز نہیں۔ بلکہ یہ تو ادبی اخبار و حکم، نوادرات، اشعار اور عربی ادب کی امثال کا مجموعہ ہے، جنہیں مولف نے جمع کیا، اور اپنی کتاب میں نقل کر دیا، اور اپنی طرف سے کچھ بھی اضافہ نہ کیا، اور اسی طرح اس میں

اندلسی ادب کا بھی بہت کم ذکر کیا، بلکہ یہ تو مشرقی عربوں کا ادب تھا جسے ہو بہو نقل کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے مشہور وزیر اور ادیب صاحب بن عباد نے العقد الفرید کا مطالعہ کیا تو تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ”هذه بضاعتنا ردت إلینا“۔۔۔۔۔۔ ”یہ ہماری پونجی ہے جو ہماری طرف لوٹائی گئی ہے، میرا خیال تھا کہ یہ کتاب ان کے ملک کے ادبی حالات پر مشتمل ہوگی لیکن یہ تو ہمارے ملک کے حالات پر مشتمل ہے، اس کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں“۔ ابن عبد ربہ نے اس کتاب کو پچیس بڑے ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب کا نام ہمارے موتیوں میں سے ایک موتی کے نام پر رکھا ہے، اور اپنی کتاب کو جو اہرات سے بنے ہمارے ساتھ تشبیہ دی اور اس کا نام العقد الفرید رکھا۔ یہ کتاب قاہرہ کے مطبعہ لجنہ تالیف و ترجمہ و نشر سے 1940ء سے 1949ء تک سات جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کی تحقیق کی ذمہ داری احمد امین، احمد زین اور ابراہیم ایاری نے سرانجام دی۔

5. کتاب الآمالی:

ابو علی اسماعیل بن قاسم القالی البغدادی (م 356ھ) کی نسبت ارمیہ کے شہر ”قالی قلا“ کی طرف ہے۔ ان کی یہ کتاب عربی اخبار و اشعار، امثال، آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا بہترین انتخاب ہے۔ اس میں عربی زبان کے غرائب و خصائص کا ذخیرہ موجود ہے۔ نیز مستند اور قیمتی لغوی تعلیقات اور شروحات کی کثرت ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع میں مبرد کی ”کامل فی اللغة“ کے مشابہ ہے۔ البتہ قالی نے لغت اور خصائص لغت کا خصوصی اہتمام کیا ہے جبکہ مبرد کا زیادہ میلان نحو اور اس کے مسائل کی طرف ہے۔ امام قالی نے اس کتاب کو اپنی یادداشت سے دروس کی شکل میں الماکروایا۔ یہ ان دروس کا مجموعہ ہے جو وہ اندلس کے شہر قرطبہ کی جامع مسجد میں ہر جمعرات کو دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اسے کتاب الآمالی کہا جاتا ہے۔ قالی نے یہ کتاب ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف بغیر کسی ربط کے منتقل ہوتے ہوئے ”سکف ما اتفق“ الملاء کروائی ہے۔ قالی نے اپنی کتاب کو ابواب میں تقسیم نہیں کیا بلکہ کتاب کے مواد کو پے در پے امالی کی شکل میں ترتیب دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتاب الامالی کو عربی ذخیرہ ادب میں طلبہ اور علماء کے لئے بنیادی مرجع اور اساسی مصدر ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ ابن خلدوں نے اسے عربی ادب کی چار بنیادی کتابوں اور ارکان ادب میں شمار کیا ہے۔ ابو عبید بکری اندلسی (م 487ھ) نے اس کی ایک شرح لکھی اور اسے ”اللالی فی شرح أمالی القالی“ کے نام سے موسوم کیا۔ یہ علامہ عبدالعزیز مبینی، سابق صدر شعبہ

عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور، کی تحقیق کے ساتھ 1936ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔ کتاب الامالی پہلی مرتبہ قاہرہ کے مطبع بولاق امیر یہ سے 1322ھ میں اور پھر دار کتب مصر یہ سے 1926ء میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی، پھر اس کا دوسرا ایڈیشن 1953ء میں قاہرہ کے مطبعہ سعادت سے شائع ہوا تھا۔

6. غرر الفوائد و درر القلائد:

شریف المرتضیٰ ابوالقاسم علی بن الحسن (م 436ھ) کی یہ کتاب امالی المرتضیٰ کے نام سے معروف ہے۔ لغت و ادب کی یہ کتاب، کتاب الکامل اور کتاب الامالی کے مشابہ ہے۔ اس میں منتخب اشعار، نادراخبار، ایام العرب کے واقعات، قرآن کی مشکل آیات اور احادیث کے جملے شرح و تفسیر کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 1273ھ میں طہران سے، پھر 1325ھ میں قاہرہ سے، پھر ابو الفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ 1954ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

7. زهر الآداب و ثمر الألباب:

ابو اسحاق ابراہیم بن علی حصری قیروانی (م 453ھ) کی یہ کتاب زمانہ قدیم سے لے کر مولف کے زمانہ تک بڑے شعراء و نصحاء کے اشعار و نثر کے انتخاب کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب علی محمد بجاوی کی تحقیق کے ساتھ 1953ء میں دو حصوں میں شائع ہو چکی ہے۔

8. نهاية الأرب فی فنون الأدب:

شہاب الدین ابو العباس احمد بن عبدالوہاب مصری نویری (م 732ھ) کی یہ کتاب عام ثقافت عرب کا ضخیم مجموعہ ہے۔ اس میں ہر فن کا علمی سرمایہ موجود ہے۔ جس کی وجہ سے یہ کتاب ادب، تاریخ، طب، علم الحیوان، جغرافیہ، طبیعیات، اور نباتات کے علم کا بہت بڑا مصدر و مرجع ہے۔ 1923ء میں قاہرہ کے دارالکتب مصریہ سے شائع ہو چکی ہے۔

9. صبح الأعشى فی صناعة الإنشاء:

یہ کتاب شیخ ابو العباس احمد بن علی مصری المعروف بہ قلشنندی (م 821ھ) کی ہے جو ادب کا بہت بڑا دیوان ہے۔ ان کی یہ کتاب اسلام اور قبل از اسلام عربی زبان کی حالت اور سلطنت اسلامیہ کے عروج میں عربی زبان کے مقام کی عکاسی کرتی ہے، اور اس میں اس زبان کی اس زبوں حالی کا بھی

ذکر ہے جو اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد حاصل ہوئی۔ سلطنت اسلامیہ کے اس اتار چڑھاؤ پر بحث کرتے ہوئے فاضل مصنف نے مشرق و مغرب کی مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور ان کے ولایوں اور حکمرانوں کا ذکر کیا، اور وہاں کے نادر واقعات کو قلمبند کیا۔ مختلف علاقوں اور دریاؤں کا تعارف بھی درج کیا ہے۔ اس اعتبار سے ان کی یہ کتاب ایک ایسا ادبی علمی انسائیکلو پیڈیا بن گئی ہے جس میں تاریخ و سیر، لغت و ادب، فقہ، تفسیر، حدیث، عربی زبان کی ضرب الامثال اور حکمت بھری باتیں، نظام حکومت اور خاص طور پر مصر کے نظام حکومت کے متعلق جمع کردہ معلومات کا بیش قیمت مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جو ہمیں اس کے علاوہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتیں۔ یہ کتاب دارالکتب مصریہ سے چودہ جلدوں میں 1913ء میں شائع ہو چکی ہے۔

سیرت نبوی ﷺ کی اہم کتب

1. مغازی رسول اللہ ﷺ:

ابو عبد اللہ محمد بن عمرو اقدی (م 207ھ) نے اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کے غزوات کی تاریخ بیان کی اور آپ ﷺ کی وفات تک کے واقعات کو قلم بند کیا، یہ کتاب 1367ھ / 1948ء میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

2. سیرة النبی ﷺ:

ابو محمد عبد الملک بن ہشام (م 218ھ) کی یہ سیرت، ابن اسحاق (م 151ھ) کی سیرت کا خلاصہ ہے۔ ابن ہشام کی سیرت کو جامع ترین اور قدیم ترین سیرت شمار کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب محمد مٹی الدین عبد الحمید کی تحقیق کے ساتھ 1937ء میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

3. الطبقات الکبریٰ:

محمد بن سعد (م 230ھ) نے اس کتاب کو تالیف فرمایا۔ طبقات کا جزء اول اور جزء ثانی کا اکثر حصہ نبی کریم ﷺ کی سیرت پر مشتمل ہے۔ مولف نے نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ اور آپ کی زندگی کے تمام مراحل کو آپ کی ولادت سے وفات تک مکمل طور پر مستند روایات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سیرت کو اس علم میں لکھی گئی کتابوں میں سب سے زیادہ با اعتماد شمار کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب لائینڈن سے شائع ہوئی، پھر 1958ء میں بیروت سے آٹھ اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

4. الشمالی النبویة والخصائل المحمدیة:

ابویسی محمد بن یسی ترمذی (م 279ھ) کی یہ کتاب نبی کریم ﷺ کی صفات و عادات اور شمائل و خصائل پر لکھی گئی۔ کتابوں میں سب سے جامع کتاب ہے۔ اس کی ایک خوبصورت، جامع، ضخیم اور مستند شرح ابن حجر عسقلانی (م 975ھ) نے (اشرف الوسائل الی فہم الشمالی) کے نام سے تحریر کی جسے ڈاکٹر خالق داد ملک نے تنقیدی مطالعہ، تحقیق اور تخریج سے آراستہ کیا ہے۔ شیخ علی بن سلطان قاری (م 1074ھ) (جمع الوسائل فی فہم الشمالی) کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے۔ یہ کتاب محمود ساسی کی تحقیق کے ساتھ 1369ھ / 1950ء میں مصر کے دارطباعہ عامرہ سے شائع ہوئی تھی۔

5. سیرة الرسول ﷺ:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (م 310ھ) نے اس سیرت کو اپنی مشہور کتاب "تاریخ الامم والملوک" میں جمع کیا ہے۔ یہ سیرت نبویہ کا مضبوط ترین ماخذ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن جریر طبری اس فن کی باریکیوں اور تحقیق سے آگاہ تھے۔ ان کی تاریخ کی دوسری جلد سیرت نبویہ پر مشتمل ہے۔

6. أخلاق النبی ﷺ و آدابہ:

حافظ عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان اصفہانی المعروف بابی الشیخ (م 369ھ) نے اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کی تمام صفات و عادات، اخلاق و شمائل اور طرز زندگی کو جمع فرمایا ہے۔ یہ کتاب 1959ء میں محمد صدیق غماری کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

7. دلایل النبوة:

حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی (م 430ھ) کی یہ کتاب حیدرآباد دکن سے مطبعہ مجلس دائرہ معارف عثمانیہ سے 1950ء میں شائع ہو چکی ہے۔

8. الشفاء بتعريف حقوق المصطفى:

قاضی عیاض بن موسیٰ (م 544ھ) کی یہ کتاب انتہائی جامع اور قیمتی سیرت ہے اور 1290ھ میں مطبعہ خلیل افندی سے خلافت عثمانیہ میں شائع ہوئی تھی۔ امام سیوطی نے اپنے ایک رسالہ "مناهل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء" میں اس کی احادیث کی تخریج کی ہے۔ شیخ علی بن سلطان قاری (م 1014ھ) نے اس کی شرح لکھی جو 1316ھ میں دو حصوں میں شائع ہوئی۔ اس کی ایک شرح شہاب الدین احمد بن محمد

خفاجی (1069ھ) نے "نسیم الرياض فی شرح شفاء القاضی عیاض" کے نام سے بھی کی ہے جو کہ 1267ھ میں مصر کے دارطباعہ عامرہ سے چار حصوں میں شائع ہوئی تھی۔

9. جوامع السیرة:

امام ابو محمد علی بن احمد المعروف بہ ابن حزم اندلسی (م 456ھ) کی یہ کتاب ڈاکٹر احسان عباس اور ڈاکٹر ناصر الدین الاسدی کی تحقیق کے ساتھ مصر کے دار معارف سے شائع ہوئی تھی۔

10. الروض الأنف:

امام عبدالرحمن بن عبداللہ سیہلی (م 581ھ) نے اس میں ابن ہشام کی سیرت کی شرح کی، اس کا حاشیہ لکھا اور اس کی تحقیق کی۔ یہ کتاب 1914ء میں مصر سے بڑے سائز کی دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

11. زاد المعاد فی ہدی خیر العباد:

امام ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بہ ابن قیم الجوزیہ (م 752ھ) کی یہ کتاب فقہ السیرة کی قدیم ترین کتاب ہے، کیونکہ مصنف نے محض سیرت کے تمام مراحل بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس سے احکام کا استنباط کیا۔ فقہی مسائل میں علماء کے اقوال ذکر کئے اور بعض احکامات کے اثبات کے لئے انتہائی قیمتی اور جدید احاث کو ذکر کیا اور بعض آراء کی تردید بھی کی۔ یہ علمی تحقیقات اور نادر فوائد علمیہ ابن القیم کی وسعت علمی اور قوت حفظ کی نشاندہی کرتی ہیں کیونکہ ابن القیم نے یہ کتاب اپنے حافظہ کے بل بوتے پر حج کے راستہ میں لکھی تھی۔ یہ کتاب 1399ھ/1979ء میں شیخ شعیب ارنووط اور شیخ عبدالقادر ارنووط کی تحقیق کے ساتھ بیروت کے موسسہ رسالہ سے شائع ہو چکی ہے۔

12. السیرة النبویة:

امام عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (م 774ھ) کی یہ کتاب چار حصوں میں 1965ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

13. السیرة الحلبیة:

اس کا اصل نام "انسان العیون فی سیرة الامین المامون" ہے۔ شیخ علی بن ابراہیم حلبی قاہری شافعی (م 1044ھ) نے اس میں اسانید سے قطع نظر کرتے ہوئے سیرت کو ذکر کیا ہے اور صرف خبر کے راوی کا نام ذکر کیا، بعض مقامات پر انتہائی لطیف اسلوب میں تبصرہ کیا اور ان کی یہ کتاب عام

وخاص کی توجہ کا مرکز ہے۔ 1349ھ میں مصر سے دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

14. فقه السیرة:

ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوہلی کی یہ کتاب فقہ السیرة میں لکھی گئی جدید ترین کتاب ہے۔ مولف نے لطیف عبارات اور عمدہ اسلوب کے ساتھ شریعت کے اہم احکام و اسرار کا استنباط کیا ہے۔ یہ کتاب پہلے 1967ء میں دو جلدوں میں اور پھر لبنان سے 1969ء میں ایک بڑی جلد میں شائع ہوئی تھی۔

15. سیرة خاتم النبیین ﷺ:

شیخ ابوالحسن علی الحسنی ندوی (م 2007ء) نے دور رس نگاہ اور گہرے غور و خوض کے بعد حیات پیغمبر ﷺ کو علمی و تحقیقی انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ کتاب دمشق کے موسسہ رسالہ سے ایک جلد میں شائع ہوئی ہے۔

تاریخ اسلام کے اہم مصادر

1. تاریخ خلیفہ بن خیاط:

محدث و مورخ خلیفہ بن خیاط عصفری (م 240ھ) نے اس تاریخ کو نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے شروع کیا، آپ کی سیرت کا تذکرہ کیا اور مختلف سالوں میں پیش آمدہ واقعات اور بعض شخصیات کا مختصر تعارف 232ھ تک ذکر کیا ہے۔ یہ تاریخ سیہلی زکار کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں 1967ء میں دمشق سے شائع ہوئی تھی۔ پھر ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری کی تحقیق کے ساتھ 1968ء میں نجف میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب ہمارے پاس تاریخ اسلامی کا قدیم ترین مسودہ ہے۔

2. تاریخ الأمم والملوک:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (م 310ھ) نے اس کتاب کو سالوں کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ ہر سال کے واقعات و شخصیات کو ذکر کیا اور تخلیق ارض، تخلیق آدم اور بعد میں آنے والے انبیاء و رسل کے احوال کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کی سیرت کو ذکر کیا، پھر اسلام کے زمانہ ابتداء کے حالات، سلطنت امویہ و عباسیہ کے احوال کو 302ھ تک ذکر کیا۔ یہ کتاب مصر سے آٹھ جلدوں میں 1357ھ میں شائع ہوئی، پھر محمد ابو الفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ مصر کے دار المعارف سے 1966ء میں شائع ہوئی تھی۔

3. کتاب البدء والتاریخ:

مطہر بن طاہر مقدسی (م 355ھ) نے اس کتاب میں توحید سے بحث کا آغاز کیا، پھر بدء خلق کا ذکر کیا اور دولت امویہ اور سلطنت عباسیہ کا اختصار سے جائزہ لیا۔ یہ تاریخ بغداد کے مکتبہ نشی سے 1916ء میں چھ حصوں اور دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

4. المقتبس فی أخبار بلاد الأندلس:

حیان بن خلف قرطبی معروف بہ ابن حبان (م 469ھ) نے اس میں اندلس کی تاریخ کو جمع کیا ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر عبدالرحمن علی جلی کی تحقیق کے ساتھ بیروت کے دارالشفافہ سے 1965ھ میں شائع ہوئی تھی۔

5. المنتظم فی تاریخ الملوک والامم:

ابوالفرج عبدالرحمن بن علی المعروف بابن جوزی نے اس تاریخ کو سالوں کے حساب سے ترتیب دیا ہے اور یہ 1359ھ میں ہندوستان میں طبع ہوئی تھی۔

6. المعجب فی تلخیص أخبار العرب:

مورخ عبدالواحد مراکشی (م 621ھ) نے اس کتاب میں انتہائی باریک بینی کے ساتھ اندلس کی تاریخ کو فتح سے لے کر موحدین کے زمانہ کے اختتام تک بیان کیا ہے اور یہ کتاب ایک جلد میں محمد سعید العریان اور محمد العربی کی تحقیق کے ساتھ 1949ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

7. الكامل فی التاریخ:

امام عزالدین علی بن محمد المعروف ابن الاثیر (م 630ھ) نے اس کتاب کو سالوں کے اعتبار سے ترتیب دیا اور تمام اسلامی ممالک کی 628ھ تک کی تاریخ کو جمع کیا۔ کامل کو اسلامی تاریخ کا اہم مرجع ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ کتاب 1374ھ میں مصر سے 12 اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

8. تاریخ الإسلام وطبقات المشاہیر والأعلام:

حافظ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (م 748ھ) نے اس تاریخ کو سالوں کے اعتبار سے ترتیب دیا اور اکابر علماء کے حالات حروت تہجی کے اعتبار سے ذکر کئے، یہ کتاب مصر سے شائع ہوئی تھی۔

9. البداية والنهاية:

امام ابوالفداء، عماد الدین، اسماعیل بن کثیر (م 774ھ) نے اس کتاب کو سالوں کے اعتبار

سے مرتب کیا اور اکابر علماء کے حالات کو ذکر کیا۔ یہ کتاب 1966ء میں بیروت سے چودہ اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

10. کتاب العبر و دیوان المبتدأ والخبر:

ابوزید ولی الدین، عبدالرحمن بن خلدون (م 808ھ) کی یہ کتاب ان کے تاریخی مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی اور اہل علم کے درمیان ”مقدمۃ ابن خلدون“ کے نام سے معروف ہے۔ ابن خلدون نے اپنی اس تاریخ کو تین کتابوں میں تقسیم کیا۔ قسم اول میں عمرانیات، ملک، سلطان، کسب، معاش، صنایع اور علوم کا بیان ہے اور قسم ثانی و ثالث میں تاریخی روایات جمع کی گئی ہیں۔ یہ کتاب مصر کے شہر بولاق میں 1284ھ میں سات اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

11. نفع الطیب من غصن الأندلس الرطیب:

احمد بن محمد مقرئ تلماسی (م 1041ھ) کی یہ کتاب اندلس کی فتح سے لے کر مسلمانوں کے خروج کی تاریخ تک کی بنیادی اور مستند کتاب ہے۔ مولف نے اپنی کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلے حصہ میں اندلس کے جغرافیہ اور مسلمانوں کی فتح کے ساتھ ساتھ یہاں کے طرز بود و باش، خلفاء، والیوں اور اندلسی ادبیات کا ذکر ہے، اور دوسرے حصہ میں لسان الدین ابن الخطیب کے خانوادے اور اس کے علمی آثار کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب 1279ھ میں مصر کے شہر بولاق سے چار اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔ اور پھر مصر ہی کے مطبعہ سعادت سے محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ 1949ء میں شائع ہوئی تھی۔

12. سمط النجوم العوالی فی أنباء الاوائل والتوالی:

شیخ عبدالملک بن حسین بن عبدالملک عصامی مکی (م 1111ھ) نے اس کتاب میں گیارہویں صدی ہجری کے آخر تک کی تاریخ اسلامی کو ذکر کیا ہے، اس کتاب کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حجاز کی تاریخ کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ کتاب کا آخری حصہ مولف کے مشاہدات یا ان باتوں پر مشتمل ہے جو مولف نے اپنے آباؤ اجداد یا شیوخ سے سماعت کی ہیں۔ اس میں بعض ایسی گراں قدر تفصیلات ہیں جو کسی اور کتاب میں نہیں ملتی۔ یہ قاہرہ کے مطبعہ سلفیہ سے 1379ھ میں چار اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

13. محاضرات تاریخ الأمم الإسلامية:

شیخ محمد بن عقیلی خضریٰ (م 1345ھ) نے اختصار اور باریک بینی کے ساتھ دولت امویہ اور سلطنت عباسیہ کی تاریخ لکھی ہے جو 1382ھ میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

14. تاریخ المسلمین و آثارهم فی الأندلس من الفتح العربی حتی سقوط الخلافة بقرطبة:

ڈاکٹر عبدالعزیز سالم کی یہ کتاب قاہرہ کے دارالمعارف سے 1962ء میں طبع ہوئی تھی۔

15. تاریخ الإسلام السیاسی والدیینی والثقافی والاجتماعی:

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن کی یہ کتاب نبی کریم ﷺ کی بعثت سے لے کر دولت عباسیہ کے تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط تک کی مختصر ترین تاریخ ہے جو قاہرہ کے مکتبہ نھضہ مصریہ سے 1967ء میں 4 اجزا میں شائع ہوئی۔

16. تاریخ التمدن الإسلامی:

جرجی زیدان کی یہ کتاب اسلامی سلطنت کی تاریخ، اس کے تمدن و ثقافت، اجتماعی طرز زندگی، معاشرتی نظام، اجتماعی ادبیات اور دولت عباسیہ کے دور کے آخر تک کے حالات کی مختصر انداز میں عکاسی کرتی ہے۔ یہ کتاب 1967ء میں دو جلدوں اور پانچ حصوں میں شائع ہوئی تھی۔

17. تاریخ الشعوب الإسلامیہ:

مشہور مستشرق کارل بروکلمان نے بعثت نبوی سے لے کر 1939ء تک اسلامی اقوام کے حالات کو اختصار کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ بروکلمان نے اس تاریخ کی تدوین میں استشراتی نقطہ نظر کا مظاہرہ کرتے ہوئے بعض ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے جو مسلمان مورخین کے نقطہ نظر سے میل نہیں رکھتے۔ اس لئے تحقیق کرنے والے کے لئے اس میں ذکر کردہ ہر بات سچ مان لینا ضروری نہیں کیونکہ ایک تو یہ مختصر ہے اور دوسرا اس میں بعض حقائق کو بدل دیا گیا ہے۔ یہ کتاب امین فارس اور منیر بعلبکی کی تحقیق کے ساتھ ایک بڑی جلد میں شائع ہوئی تھی، اس کا چوتھا ایڈیشن 1965ء میں بیروت سے چھپا تھا۔

کتاب انساب وسوانح

کتاب انساب:

1. جمهرة أنساب العرب:

ابو محمد علی بن احمد المعروف بابن حزم اندلسی (م 456ھ) کی یہ کتاب پروفیسر عبدالسلام ہارون کی تحقیق کے ساتھ مصر سے 1962ء میں ایک جلد میں شائع ہوئی تھی۔

2. کتاب الأنساب:

امام ابوسعید عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی (م 562ھ) کی یہ کتاب انساب میں جامع ترین کتاب ہے۔ اس میں ہر نسبت کو قبیلہ، بطن، شہر، گاؤں، اجداد یا پیشہ کی طرف ثابت کیا گیا ہے۔ اس میں قبائل و بطون کی نسبت کے ساتھ آباؤ اجداد اور فروع و اصول میں مذاہب کی نسبت کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ جیسے کسی کا شافعی، حنفی، شیعہ اور معتزلی ہونا۔ یہ کتاب حروف بحم کے اعتبار سے ترتیب دی گئی اور ہندوستان میں 1382ھ سے 1386ھ تک شائع ہوتی رہی۔

3. نهاية الأرب فی معرفة أنساب العرب:

ابوالعباس احمد بن علی قلعشندی (م 821ھ) نے اس کتاب میں علم انساب اور اس کے فوائد کو جمع کیا۔ اس میں انہوں نے ان لوگوں کی بھی وضاحت کی جن پر لفظ عرب کا اطلاق ہوتا ہے، انہوں نے انساب کے طبقات کا تعارف کرایا اور عربوں کے قدیم مسکن کی وضاحت بھی کی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے مکمل نسب نامہ اور اس سے نکلنے والی شاخوں کو بیان کیا اور اس کتاب کو حروف تہجی کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب قاہرہ سے 1959ء میں ابراہیم ایباری کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔

4. سبائك الذهب فی معرفة قبائل العرب:

ابو الفوز محمد امین سویدی (م 1246ھ) جو عراقی عالم ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں قلعشندی کی ترتیب کی مخالفت کی ہے اور وہ اس طرح کہ انہوں نے قبائل کے اواخر کو اوائل سے ملایا ایسے خطوط کے ساتھ جو آباء سے اولاد کی طرف کھینچے گئے، انہوں نے انساب حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کئے۔ یہ کتاب مصر کے مکتبہ تجاریہ سے ایک جلد میں شائع ہوئی تھی۔

5. معجم قبائل العرب القديمة والحديثة:

اس کتاب کو پروفیسر عمر رضا کمال نے حروف تہجی پر ترتیب دیا ہے اور یہ کتاب تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن بیروت سے 1388ھ میں شائع ہوا تھا۔

کتاب سوانح:

(أ) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سوانح:

1. الاستیعاب فی معرفة الأصحاب:

ابو عمر یوسف بن عبداللہ المعروف بابن عبد البر قرطبی (م 463ھ) نے اس کتاب کو حروف تہجی پر ترتیب دیا ہے اور آخری مرتبہ علی محمد بجاوی کی تحقیق کے ساتھ مصر سے چار اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

2. الاستبصار فی نسب الصحابة من الأنصار:

شیخ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ مقدسی (م 620ھ) کی یہ کتاب استاذ علی نو بیہض کی تحقیق کے ساتھ 1971ء میں بیروت کے دار الفکر سے شائع ہوئی تھی۔

3. أسد الغابة فی معرفة الصحابة:

ابن الاثیر عز الدین ابو الحسن علی بن محمد (م 630ھ) نے اس کتاب میں 7 ہزار پانچ سو چون صحابہ کرام کے حالات کو ذکر کیا اور یہ مصر سے پانچ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

4. تجرید أسماء الصحابة:

حافظ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی (م 748ھ) کی یہ کتاب 1310ھ میں ہندوستان سے دو اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

5. الإصابة فی تمييز الصحابة:

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی احمد بن علی (م 852ھ) کی یہ کتاب صحابہ کرام کے حالات میں تصنیف کردہ سب سے جامع کتاب ہے۔ اس میں (9477) اسماء، (1268) صحابہ کی کنیتیں اور (1552) صحابیات کے سوانح کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہندوستان اور مصر سے پانچ جلدوں میں کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

6. حياة الصحابة:

شیخ محمد یوسف کاندھلوی (م 1384ھ) کی یہ کتاب سیر صحابہ میں ایک اہم اور مستند دستاویز ہے۔ یہ کتاب شیخ نایف عباس اور محمد علی دولہ کی تحقیق کے ساتھ چار جلدوں میں دمشق سے 1390ھ/1970ء میں شائع ہو چکی ہے۔

(ب) راویوں کے حالات پر مشتمل کتب:

1. تذكرة الحفاظ:

امام حافظ شمس الدین، ابو عبداللہ، محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (م 748ھ) نے اس کتاب کو راویوں کے طبقات کے اعتبار سے ترتیب دیا۔ لہذا پہلے صحابہ کرام پھر تابعین اور پھر بعد کے حضرات کے اکیس طبقے بنائے اور ایک ہزار ایک سو چھ ہتر (1176) راویوں کے حالات جمع کئے۔ یہ کتاب 1975ء میں ہندوستان سے چار جلدوں میں شائع ہوئی۔

2. تهذيب التهذيب:

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی احمد بن علی (م 852ھ) نے اس کتاب کو حروف معجم کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور یہ کتاب 1327ھ میں ہندوستان سے 12 جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

(ج) مشاہیر و اعلام کے حالات پر مشتمل کتب:

1. الطبقات الكبرى:

محمد بن سعد (م 230ھ) نے اس کتاب میں نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین اور اپنے زمانہ تک کے بڑے علماء کے احوال کو قلم بند کیا ہے۔ آخری جلد میں معروف خواتین کے حالات کو جگہ دی، یہ کتاب 1958ء میں بیروت سے آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

2. كتاب الطبقات:

امام ابو عمرو، خلیفہ بن خیاط عصفری (م 240ھ) نے اس کتاب کو تین بنیادوں پر ترتیب دیا۔ 1- نسب، 2- طبقات، 3- مدن و بلدان۔ یہ کتاب اکرم ضیاء عمری کی تحقیق کے ساتھ 1967ء میں بغداد سے شائع ہوئی تھی۔

3. کتاب المعرفة و التاريخ:

ابو یوسف، یعقوب بن سفیان بسوی (م 277ھ) نے مختصر انداز میں رجال کے تراجم کو ذکر کیا اور تاریخ کو سالوں کے اعتبار سے بیان کیا، گویا کہ معرفت سے مراد رجال کی معرفت اور تاریخ سے مراد سالوں کے اعتبار سے تاریخ ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری کی تحقیق کے ساتھ 1974ء میں بغداد کے مطبعہ ارشاد سے شائع ہوئی تھی۔

4. تاریخ بغداد ۵:

حافظ ابوبکر، احمد بن علی بن ثابت بغدادی المعروف بہ خطیب بغدادی (م 463ھ) نے اس کتاب میں بغداد کے علماء، قضاة، امراء، ارباب اختیار، ادباء اور شعراء کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب قاہرہ سے 1931ء میں شائع ہوئی تھی جو (7831) شخصیات کے حالات پر مشتمل ہے۔

5. سیر اعلام النبلاء:

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (م 748ھ) کی یہ کتاب علماء، امراء، حفاظ، قراء، اور ہر فن کے اہل مہارت حضرات کی سوانح حیات میں سب سے بڑے ذخیرہ سے عبارت ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کتاب کو طبقات کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور کل پینتیس طبقات بنائے ہیں۔ اس کتاب کے کل چودہ حصے ہیں۔ پہلے دونوں حصے سیرت النبی ﷺ اور سیرت الخلفاء الراشدین پر مشتمل ہیں۔ اور تیسرے حصے کو عشرہ مبشرہ سے شروع کیا اور پھر کبار صحابہ کا تذکرہ کیا اور پھر تدریجاً آگے بڑھتے ہوئے تابعین تک کے حالات کو جمع کیا۔ یہ کتاب بہت سے محققین کی تحقیق کے ساتھ جامعہ الدول العربیہ کے ادارہ معبد مخطوطات عربیہ اور مصر کے دارالمعارف کے تعاون سے 1957ء سے 1979ء تک شائع ہوتی رہی۔

6. الوافی بالوفیات:

صلاح الدین، خلیل بن ایبک صفدی (م 764ھ) کی یہ ضخیم کتاب بہت سے علماء، وزراء، حفاظ، قراء، قضاة، اصحاب فتویٰ، ادباء، شعراء اور اہل فضل حضرات کے ایک کثیر مجموعہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اسے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور یہ کتاب دمشق کے مطبعہ ہاشمیہ سے 1959ء میں شائع ہوئی تھی۔

7. الدرر الكامنة فی أعيان المثة الثامنة:

شیخ الاسلام احمد بن علی، ابن حجر عسقلانی نے اس کتاب میں آٹھویں صدی ہجری کے علماء، ادباء، مصنفین، وزراء، بادشاہوں اور شعراء کا تذکرہ کیا ہے۔ اور یہ کتاب 14 اجزاء میں حیدرآباد دکن کے مطبعہ دائرہ معارف عثمانیہ سے 1348ھ میں شائع ہوئی تھی۔

8. الضوء اللامع لأهل القرن التاسع:

حافظ شمس الدین، محمد بن عبدالرحمن سخاوی (م 902ھ) کی یہ کتاب انتہائی شاندار تصنیف ہے۔ انہوں نے اسے حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا ہے، اور یہ کتاب حسام الدین قدسی کی نگرانی میں 1355ھ میں مصر سے بارہ حصوں میں شائع ہوئی تھی۔

9. البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع:

یمن کے چیف جسٹس محمد بن علی شوکانی (م 1250ھ) نے اس کتاب میں آٹھویں صدی ہجری سے لے کر اپنے زمانہ تک کے ائمہ، بڑے علماء اور مشہور شخصیات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے اور 1348ھ میں مصر سے دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

10. الأعلام:

خیر الدین زرکلی نے اس کتاب میں مشہور عرب، مستعرب اور مستشرق رجال و خواتین کا تذکرہ کرتے ہوئے ہر ترجمہ کے مصادر کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان مصادر میں سے مخطوط اور مطبوع کی وضاحت کی اور اپنی کتاب کو مختلف خطوط اور رسوم سے آراستہ کیا ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن 1954 تا 1959ء مصر سے دس جلدوں میں شائع ہوا۔

11. معجم المؤلفین:

پروفیسر عمر رضا کمال نے اس عظیم الشان کتاب میں تدوین کتب کی ابتداء سے لے کر دور حاضر تک عربی و عجمی مصنفین کے حالات کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے، اور کثیر التالیف علماء کی محض پانچ کتابوں کے تذکرہ پر اکتفاء کیا۔ مصنف نے اس کتاب میں اپنے ماخذ و مصدر کے ذکر کو بھی اہمیت دی اور ان کی یہ کتاب پندرہ حصوں میں 1957ء تا 1961ء دمشق سے شائع ہوئی۔

(د) علماء لغت و نحو اور ادباء کے سوانح حیات:

1. طبقات النحویین و اللغویین:

ابوبکر محمد بن الحسن زبیدی اندلسی (م 379ھ) نے اس کتاب میں صدر اسلام سے لے کر اپنے زمانہ تک کے لغوی اور نحوی علماء کا تذکرہ کیا، اور اس کتاب کو علاقوں کے اعتبار سے ترتیب دیا، جیسے کوفہ، بصرہ، مصر، افریقہ اور اندلس وغیرہ۔ پھر ہر علاقہ کے علماء کو ان کے طبقات کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے، ان کی یہ کتاب محمد ابو الفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ 1954ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

2. إنباه الرواة على أبناء النحاة:

جمال الدین علی بن یوسف قفطی (م 646ھ) نے اس کتاب میں قرن اول ہجری سے لے کر اپنے زمانہ تک کے علماء لغت و نحو کا تذکرہ کیا ہے، یہ اس موضوع پر سب سے جامع تصنیف ہے۔ مولف نے علماء کے تراجم کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور یہ کتاب محمد ابو الفضل کی تحقیق کے ساتھ مطبعہ مصریہ سے 1950ء تا 1955ء میں اجزاء میں شائع ہوئی۔

3. بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة:

حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی (م 911ھ) کی یہ کتاب اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر نویں صدی ہجری تک کے اہل لغت اور اہل نحو علماء کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے اور یہ کتاب قاہرہ سے 1966ء میں محمد ابو الفضل ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔

4. إرشاد الأريب إلى معرفة الأديب (معجم الأدباء):

شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ حموی (م 626ھ) نے اس کتاب میں نحوی، لغوی، علماء، ماہرین علم الانساب، مشہور قراء، اخبارین، مورخین، وراقین، مشہور مصنفین، مدونین رسائل، مؤلفین اور ہر اس شخص کا تذکرہ کیا ہے، جس نے ادب میں کوئی نہ کوئی تالیف چھوڑی ہے، اور پھر اسے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ اور پھر مترجم اور اس کے باپ کے نام میں بھی اس ترتیب کی رعایت کی گئی ہے۔ یہ کتاب مصر کے دارالمامون سے 1936ء تا 1938ء شائع ہوئی۔

5. معجم الشعراء:

یہ کتاب ابو عبداللہ محمد بن عمران مرزبانی (م 384ھ) کی ہے جو ادب اور شعر کے ممتاز علماء میں سے تھے، انہوں نے اس کتاب میں تقریباً (5000) مشہور شعراء کا تذکرہ کیا ہے، ان میں ایک ہزار کا تذکرہ عبدالستار احمد فرج کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ سے 1960ء میں چھپ چکا ہے۔

6. يتيمة الدهر في محاسن أهل العصر:

ابومنصور ثعالبی (م 429ھ) نے اس کتاب میں اپنے زمانہ کے شعراء کا تذکرہ کیا ہے اور یہ ایک انتہائی قیمتی اور جامع کتاب ہے۔ علامہ ثعالبی نے اس کتاب میں بہت سے اشعار و حکایات اور دلچسپ ادبی نکات کو بھی ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ 1947ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔

فہارس کتب

1. الفہرست:

محمد بن اسحاق الندیم المعروف بابن الندیم (م 385ھ) نے مختلف علوم پر مشتمل عربی زبان کی جملہ تصانیف کو ذکر کیا اور ہر عالم کے مختصر حالات زندگی اور ان کی تالیفات کا مختصر تعارف درج کیا۔ انہوں نے ہر علم کے آغاز سے لے کر 377ھ تک لکھی گئی تمام کتابوں کے تذکرہ کی کوشش کی ہے، اور ان کی کتاب مصر اور بیروت سے کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

2. الفہرست:

محمد بن خیر اشعری جو چھٹی صدی ہجری کے عالم ہیں، ان کی یہ فہرست اندلس کے مکتبہ عربیہ کی لاجواب کتاب شمار کی جاتی ہے۔ یہ کتاب ایسی قیمتی معلومات پر مشتمل ہے کہ ہم ان معلومات کو کسی دوسری کتاب میں نہیں پاسکتے۔ مصنف نے اس کتاب کو موضوعات میں تقسیم کیا ہے اور ہر موضوع کے لئے ایک باب خاص کیا ہے، اور انہوں نے کتاب کی آخری قسم میں ان علماء کا تذکرہ کیا جن سے ان کی ملاقات ہوئی اور جن سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور ان شیوخ کا ذکر بھی کیا جنہوں نے مصنف کو روایت کی اجازت دی۔ ان خیر کی یہ فہرست 1893ء میں اسپین سے شائع ہوئی پھر دوسری مرتبہ 1963ء میں بغداد سے شائع ہوئی۔

3. كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون:

مصطفیٰ بن عبداللہ (م 1067ھ) جو حاجی خلیفہ اور کاتب چلبی کے نام سے مشہور ہیں، آپ

نے زمانہ تدوین کی ابتداء سے لے کر اپنے زمانہ تک کی تمام کتابوں کو حروف مجتم کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ وہ کتاب کا نام، مولف کا نام اور کتاب کی مختصر خصوصیات ذکر کرتے ہیں۔ نیز کتاب کے مقدمہ میں آنے والے مضامین کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ اسماعیل پاشا بغدادی نے ”ایضاح المکتون فی الذیل علی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون“ کے نام سے کشف الظنون کا ضمیمہ لکھا ہے جو 1945ء میں ایک ضخیم جلد میں شائع ہوا تھا۔ اسماعیل پاشا کی ایک اور تالیف ”ہدیۃ العارفین: اسما المؤلفین وآثار المصنفین“ 1951ء میں استنبول سے شائع ہوئی تھی۔

4. تاریخ الأدب العربی:

کارل بروکلمان کی یہ کتاب مختلف علوم اسلامیہ کے بارے میں تصنیف کی گئی کتابوں میں جامع ترین کتاب ہے۔ پہلے مصنف علم کو ذکر کرتے ہیں پھر اس علم کے مشہور علماء اور ان کے علمی نقوش کا تذکرہ کرتے ہیں، اور منظومات کے تذکرے کو فراموش نہیں کرتے، اور اس کے ساتھ ساتھ کتاب کی تاریخ و مکان، طبقات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ (یہ کتاب انگلش میں تھی اس لئے) ڈاکٹر عبدالحلیم نجار نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا اور یہ کتاب 1961ء میں مصر سے شائع ہوئی تھی۔

5. معجم المطبوعات العربیة والمعرية:

یوسف الیان سرکیس (م 1351ھ) نے اس کتاب میں پوری دنیا میں طبع کی گئی تمام کتابوں کا ذکر کرنے کے ساتھ ان کے مولفین کا مختصر تذکرہ کیا، اور یہ پریس کے ظہور پذیر ہونے سے لے کر 1919ء تک کے زمانے پر مشتمل ہے۔ مصنف نے مولفین کے اسماء کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ طرز یہ ہے کہ وہ مصنف کا ذکر کرتے ہیں، ان کی طبع شدہ کتاب کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے صفحات اور تاریخ اشاعت کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ان کی یہ کتاب 1928ء میں مصر کے مطبعہ سرکیس سے دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔

کتب جغرافیہ

1. معجم ما استعجم من أسماء البلاد والمواضع:

مشہور عالم اور وزیر ابو عبیدہ عبداللہ بن عبدالعزیز بکری اندلسی (م 478ھ) نے اس کتاب کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور اس میں کلمہ کے پہلے اور دوسرے حرف کی رعایت کی ہے۔

یہ کتاب پروفیسر مصطفی السقا کی تحقیق کے ساتھ 1945ء میں چار اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

2. معجم البلدان:

شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ حموی بغدادی (م 626ھ) نے اس کتاب کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے نیز کلمہ میں اس کے حروف کی ترتیب کا بھی خیال رکھا ہے۔ چنانچہ وہ علاقوں، شہروں، پانیوں، وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی طرف منسوب مشہور شخصیات کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ یہ کتاب 1323ھ میں آٹھ اجزاء اور پانچ جلدوں میں 1376ھ/1957ء میں بیروت سے شائع ہوئی تھی۔

3. بلاد العرب:

حسن بن عبداللہ اصفہانی نے جزیرہ عرب کے ہر قبیلہ کے منازل ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اماکن کی تحدید و تعیین بھی کی ہے۔ یہ کتاب حمد الجاسر اور ڈاکٹر صالح العلی کی تحقیق کے ساتھ 1968ء میں ریاض سے شائع ہوئی تھی۔ محققین نے اس کتاب کی بہت سی عمدہ فہارس تیار کی ہیں۔

4. صحیح الأخبار عما فی بلاد العرب من الآثار:

شیخ محمد بن عبداللہ نجدی (م 1958ء) نے اس کتاب میں ان مقامات، شہروں اور علاقوں کا ذکر کیا ہے جن میں زمانہ جاہلیت اور صدر اسلام کے شعراء نے زندگی گزاری یا ان کے اشعار میں ان مقامات کا ذکر آیا۔ علاوہ ازیں موجودہ دور کے حوالہ سے بھی ان علاقوں کی نشاندہی اور تعیین کی ہے، اور اس میں انہوں نے اپنے مشاہدہ اور معتدروایات کو بنیاد بنایا ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جزیرہ عرب پر تحقیق کرنے والے اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ یہ کتاب محمد محی الدین عبدالحمید کی نگرانی میں مصر سے 1951ء میں پانچ اجزاء میں شائع ہوئی تھی۔

الفاظ قرآنیہ کی معاجم

1. المعجم المفہرس لألفاظ القرآن الکریم:

محمد فواد عبدالباقی (م 1388ھ) نے اس مجتم میں قرآن مجید کے تمام الفاظ کی فہرست تیار کی ہے۔ طریقہ کار یہ ہے کہ ہر کلمہ کے تحت وہ تمام آیات ذکر کرتے ہیں جن میں یہ کلمہ استعمال ہوا ہے۔ اور آیت کا نمبر اور اسی طرح سورت کا نام اور نمبر بھی ذکر کرتے ہیں۔ یہ مجتم انتہائی مفید ہے، علوم شرعیہ یا

ادبیہ میں مشغول محقق اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ یہ کتاب بڑے سائز کی ایک جلد میں 1364ھ میں مصر سے شائع ہوئی، بعد ازاں لبنان، ایران اور پاکستان سے بھی شائع ہوئی تھی۔

2. المرشد إلى آیات القرآن الکریم و کلماته:

پروفیسر محمد فارس برکات دمشق کی یہ کتاب دمشق کے مطبعہ ہاشمیہ سے بڑے سائز کی ایک جلد میں شائع ہوئی تھی۔

3. الجامع لمواضیع آیات القرآن الکریم:

مصنف مذکور نے اس کتاب میں ان لوگوں کے لئے بہت آسانی پیدا کی ہے جو قرآنی موضوعات کے متعلق آیات کو جمع کرنا چاہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کو مباحث اور مقاصد کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور ان تمام آیات کو جمع کیا جو کسی موضوع کی مختلف جوانب میں سے کسی ایک پہلو کے متعلق ہیں مثلاً: ایمان کے باب میں ایمان باللہ، ایمان بالملائکة، ایمان بالکتاب، ایمان بالرسول، ایمان بالیوم الآخر وغیرہ کی آیات کو ذکر کیا ہے۔ تکرار سے اجتناب کیا اور محض آیت نمبر، سورت اور ان کلمات کو ذکر کیا جو اس پر دلالت کرتے ہیں اور اسے مشابہ الفاظ سے ممتاز کر دیئے ہیں۔ یہ کتاب بھی دمشق کے مطبعہ ہاشمیہ سے 1959ء میں بڑے سائز کی ایک جلد شائع ہوئی ہے۔

4. تفصیل آیات القرآن الحکیم:

یہ ایک فرانسیسی مستشرق جول لابوم کی تالیف ہے، اس کے ساتھ مستدرک بھی ہے، یہ قرآنی معلومات کی فہرست ہے، جسے محمد نواد عبدالباقی نے عربی میں ترجمہ کیا۔ مرتب نے قرآن مجید کے موضوعات کو اٹھارہ ابواب میں ترتیب دیا اور ہر باب کے تحت اس سے متعلق قرآنی آیات کو ذکر کیا اور ہر آیت کا نمبر اور سورت نمبر کا نام بھی بتادیا۔

5. المفردات فی غریب الألفاظ:

ابوالقاسم حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی (502ھ) نے اس کتاب میں قرآن مجید کے الفاظ غریبہ کی شرح کی اور انہیں حروف تہجی کے اعتبار سے معجمی ترتیب کے مطابق جمع کیا اور پھر ہر حرف کے لئے ایک باب مخصوص کیا۔ پہلے کسی کلمہ غریبہ کو اس کے مادہ میں ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے تحت آنے والی آیات کو بتاتے ہیں، پھر اس کا معنی بیان کر دیتے ہیں۔ یہ کتاب پروفیسر محمد سیدگیلانی کی تحقیق کے ساتھ 1961ء میں مصر سے بڑے سائز کی ایک جلد میں شائع ہوئی تھی۔

ماہق (5):

ایم . نفل اور پی ایچ . ڈی

کے خاکہ جات (Synopsis) کے نمونے

(ا) ایم . نفل اسلامیات کے خاکہ جات

(ب) ایم . نفل عربی کے خاکہ جات

(ج) پی ایچ . ڈی اسلامیات کے خاکہ جات

(د) پی ایچ . ڈی عربی کے خاکہ جات

(۱) ایم . فل اسلامیات کے خاکہ جات

خاکہ برائے تحقیقی مقالہ ایم فل، علوم اسلامیہ

قرآن مجید میں رجولیت کا تصور

مونوگرام

نگران

ڈاکٹر خالق داد ملک

چیرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور

مقالہ نگار

سعدیہ تبسم

رول نمبر.....

شعبہ علوم اسلامیہ، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز

منہاج یونیورسٹی لاہور

سیشن: 2010-2012ء

قرآن نے ”رجل“ ان افراد کو قرار دیا جو ہمہ جہت صلاحیتوں کے حامل ہوں، جن کی فکر عمیق، قلب و نظر وسیع اور امت کے درد سے پر ہوتے ہیں۔ جو ”الدین نصیحة“ پر سر تاپا عمل پیرا ہوں اور جو ”خیر الناس من یبغی الناس“ کی عملی تصویر ہوں، جن کی زندگی کا مقصد ذاتی مفادات کا حصول نہیں بلکہ امت مسلمہ اور تمام انسانیت کی فلاح و بہبود ہو۔ خواہ وہ مرد ہوں یا عورت قرآن انہیں ”رجال“ سے تعبیر کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے امت مسلمہ کو تمام وسائل و ذرائع اور افرادی قوت سے نوازا ہے مگر اس کے پاس کمی صرف صاحب عقل سلیم، بڑے دل، مضبوط عزائم، پختہ ارادوں کی حامل قیادت کی ہے۔ قرآن مجید میں ایسی صفات والے رجل کا یوں تذکرہ ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”مومنوں میں سے (بہت سے) مردوں نے وہ بات سچ کر دکھائی جس پر انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، پس ان میں سے کوئی (تو شہادت پا کر) اپنی نذر پوری کر چکا ہے اور ان میں سے کوئی (اپنی باری کا) انتظار کر رہا ہے، مگر انہوں نے (اپنے عہد میں) ذرا بھی تبدیلی نہیں کی۔“

جو صاحب مذہب و عقیدہ قرآن کریم کے دسترخوان پر بلا بڑھاوہ سچا سپاہی ہے تاکہ اپنے بل بوتے پر عزت و اکرام اور اپنے ملکوں کی آزادی کے ساتھ ترقی کی منازل طے کر سکے۔ گویا موجودہ دور زوال کو عروج میں بدلنے کے لئے کسی ایسے ”رجل“ کی ضرورت ہے جس کے اثرات دین کے کسی ایک پہلو تک محدود نہ ہوں بلکہ وہ دین کے تمام پہلوؤں پر بیک وقت محنت بھی کر سکے اور اثرات و نتائج بھی پیدا کر سکے۔ جس کی شخصیت ایک ہمہ جہت شخصیت ہو، جو بیک وقت سکا لربھی ہو، معیشت دان بھی، خطیب بھی اور قوم کا طبیب بھی۔ بقول اقبال:

جہاری و قہاری و قدوسی و جبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ایسا رجل جو قوم و ملت کا ستون، ترقی کی روح، انقلاب کا مرکز ہو جبکہ معاشرہ مشکلات سے

یہ تحقیق اس لئے ہے کہ حقیقت واضح ہو کہ قوم کو اس وقت کس ”رجل“ کی ضرورت ہے جو اس کی ذہنی ناؤ کو پھر سے کنارے لگا دے۔

میرے ذہن میں ایک Insisting سوال ابھرا جو جامع جواب کا محتاج ہے کہ قرآن جنہیں رجال کہتا ہے اس سے آخر اس کی مراد کیا ہے؟ اسی جواب کی تلاش میں میں نے مذکورہ بالا موضوع کا انتخاب کیا۔

اہمیت موضوع: (Importance of the Subject)

رجولیت کی ضرورت و اہمیت میں کوئی اختلاف نہیں۔ رجال امت کے کندھوں پر ہی اقوام کی ترقی اور تہذیبی عروج کا انحصار ہے۔ کسی بھی قوم کی ترقی اور آزادی کی باگ ڈور سچے رجال پر منحصر ہوتی ہے، وہ جنہوں نے تعمیر و ترقی کے لئے سخت محنتیں اور جدوجہد کی ہو۔

اس کی سب سے اعلیٰ و اقرب مثال ہمارے سامنے حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوہ مبارک سے لے کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صورت میں بدرجہ اتم موجود ہے، جنہوں نے ہر لمحہ سخت آزمائش، تکلیف اور مشکلات میں گزارے اور علم اسلام کو چار دانگ عالم میں بلند کرنے کی خاطر بھوک اور خوف پر صبر کیا۔ حتیٰ کہ انہیں اپنا ملک، شہر، گھر بار اور بیوی بچے تک کو خیر باد کہنا پڑا، لیکن اس کے باوجود انسانی بزرگی اور احترام انسانیت کو اس کڑے وقت میں بھی برقرار رکھنے کی تگ و دو کرتے رہے اور حق کی راہ پر استقامت اختیار کیے رکھی۔

مسائل سے دوچار معاشرے کو ایسے ہی رجال کی ضرورت ہے جبکہ ہم بار بار مغلوب اور شکست خوردہ ہیں اور تمام اقوام عالم میں پستی کی طرف جا رہے ہیں۔

دور حاضر کی زبوں حالی کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے جب ہم ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جنہوں نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر عروج کو زوال میں بدل دیا اور ان اقوام کو ضائع کیا جن کے بارے میں اللہ کے حضور اور تاریخ ملت کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ یہ سب اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اپنے ضمیر کو مغربی تجارت میں فروخت کر دیا وہ کبھی یہ عزت بزرگی حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔

جب صالح رجولیت کی وضاحت کا ارادہ رکھتے ہیں تو ہم پر منج رسانی اور دین حنیف لازم ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ہی ایسی صفات حمیدہ کی طرف رہنمائی ملتی ہے جو کہ معین اور

واضح ہیں۔ ان مآخذ سے ہم اصول کا فیر اور منابع صافیہ کو حاصل کر کے اپنے مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

یہ میری تحقیق رجولیت کی حقیقت کی معرفت پر مبنی ہے تاکہ یہ اس کے پردوں میں چھپے مضامین جو کتاب اللہ، اس کی سورتوں اس کی آیات اور جو اس کے حروف بتاتے ہیں ان کو منکشف کرے۔

سابقہ کام کا جائزہ: (Literature Review)

سابقہ کام کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے مختلف فنون پر باقاعدہ طور پر کتب موجود ہیں لیکن 'رجولیت' پر ایم فل سطح کا کوئی کام کسی یونیورسٹی میں پیش نہیں ہوا۔

عصر حاضر میں اس موضوع پر لکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ رجولیت کا معنی اس کا اطلاق اور اس کے احکام سے آگاہی ہو سکے۔ یہ مقالہ اہل علم کی تشنگی بھگانے کے لئے اہم قدم ثابت ہوگا۔

اسلوب تحقیق: (Research Methodology)

- ۱۔ مقالہ بیانیہ تحلیلی و استنباطی تحقیق پر مشتمل ہوگا۔
- ۲۔ مقالہ کو مستند بنانے کے لئے تمام بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا جائے گا۔
- ۳۔ بوقت ضرورت بنیادی مآخذ سے اقتباسات کا اندراج کیا جائے گا۔
- ۴۔ تحقیقی کام میں انٹرنیٹ اور مختلف علمی سافٹ ویئرز کا استعمال کیا جائے گا۔
- ۵۔ مقالہ کی تکمیل کے دوران اساتذہ کرام اور اہل علم حضرات سے خصوصی استفادہ کیا جائے گا۔
- ۶۔ تحقیقی کام کے لئے پاکستان کی مختلف لائبریریوں سے استفادہ کیا جائے گا۔

۱۔ مرکزی لائبریری --- پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

۲۔ قائد اعظم لائبریری --- باغ جناح لاہور۔

۳۔ مرکزی لائبریری --- منہاج القرآن یونیورسٹی۔

۴۔ لائبریری --- دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور۔

۵۔ مین لائبریری --- کنیر ڈکالج لاہور۔

فہرست ابواب و فصول

(List of Chapters & Sections)

رجولیت اور اس کی صفات	باب اول:
رجولیت کے لغوی و اصطلاحی معنی	فصل اول:
لفظ رجل کے قرآن پاک میں متعدد معنی	فصل دوم:
رجولیت کی صفات	فصل سوم:
رجولیت کے مقومات اور اس کے ضیاع کے عوامل	باب دوم:
رجولیت کے مقومات	فصل اول:
ضیاع رجولیت کے عوامل	فصل دوم:
انبیاء اور رسل علیہم السلام کی رجولیت	باب سوم:
رسولوں کی اکملیت	فصل اول:
اصطفاء الرسل علیہم السلام	فصل دوم:
رجولیت انبیاء علیہم السلام پر کفار کا اقرار	فصل سوم:
خلاصہ و نتائج بحث	
تجاویز و سفارشات	
۱۔ آیات بینات	فہارس:
ب۔ احادیث	
ج۔ اعلام	

مآخذ و مراجع:

- ۱۔ الخضری، محمد بک۔ اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء۔ ط ۳۔ القاہرہ: مطبعۃ الاستقامۃ، ۱۹۸۶ء۔
- ۲۔ سعید حوی۔ الأساس فی التفسیر۔ ط ۳۔ الریاض: دار السلام، ۱۹۸۹ء۔
- ۳۔ الشراوی، محمد متولی۔ تفسیر القرآن۔ القاہرہ: قطاع الثقافة (بدون طبعہ و تاریخ)۔
- ۴۔ ابن عاشور، محمد طاہر۔ التحویر و التنویر۔ بیروت: دار الکتب (بدون طبعہ و تاریخ)۔

Introduction And Importance of The Topic:

Islam is complete and comprehensive, addressing all aspects of our lives and all of our needs, including our need for diversions and for recreation. It provides for us lawful means to fulfil this need.

People require rest and recreation. This is something completely natural. Without it, a person cannot be productive in life.

Recreation is sometimes used synonymously with leisure. However, recreation is usually used to describe active leisure. Sometimes its use implies that activities have positive value in terms of mental and physical therapy.

Recreation is the expenditure of time with intent to gain some refreshment. It is a break from monotony and a diversion from the daily routine. It is a positive change from the stereotypical lifestyle and involves active participation in some entertaining activity. Recreation activities involve an element of enjoyment and happiness obtained from engaging into something one likes.

We read in the Holy Qur'an how the brothers of Joseph (A.S.) appealed to their father, the Prophet Jacob (A.S.) on the basis of this fundamental human need. They said:

قالوا يا اباانا مالک لا تامنا على يوسف وانا له لناصرون ارسله معنا غدا

يرتفع ويلعب وانا له لحافظةون (سورة يوسف ۱۲: ۱۱-۱۰)

"They said: O our father! Why wilt thou not trust us with Joseph, when lo! we are good friends to him? Send him with us tomorrow that he may enjoy himself and play. And lo! we shall take good care of him". (Yusuf 12: 11-10)

Then they fabricated a lame excuse and said to their father:

Synopsis For M. Phil. (Islamic Studies)

Status of Recreational Activities in Islam

Presented By:

Muhammad Ijaz Nasim

Roll no...

Supervised By:

Dr. Khaliq Dad Malik

Chairman Arabic Department

Punjab University, Lahore

Faculty of Arabic And Islamic Studies Minhaj
University Lahore

Session: 2009-2012

وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون (الذاريات 56:51)

I created the jinn and humankind only that might worship Me:

According to the "Islamic Philosophy of Recreational Activities" permissible games are those that help to strengthen the body and energize the mind, increase understanding and knowledge, and are free of haraam (forbidden) things. The Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) approved of the Abyssinians playing with their spears in the mosque, because that was training for them in carrying weapons and the like.

قالت عائشة رضی الله عنها:

والله! لقد رأيت رسول الله ﷺ يقوم على باب حجرتي. والحبشة يلعبون بحراهم. في مسجد رسول الله ﷺ. يسترني بردائه. لكي أنظر إلى لعبهم. ثم يقوم من أجلي. حتى أكون أنا التي أنصرف. فاقدرة الجارية الحديدية السن، حريصة على اللهو.

"A'ishah relates the following about her husband, the Prophet (peace be upon him):

I swear by Allah that I saw Allah's Messenger (peace be upon him) standing at the door of my room while the Abyssinians were engaged in spear play in the mosque of Allah's Messenger (peace be upon him). He screened me with his cloak so I could watch them performing.

He stood there for my sake until I decided that I had enough. Now just imagine how much time a young girl eager for entertainment would stand there watching." (Sahih al-Bukhari and Sahih Muslim)

Recreational activities give us an opportunity to spend time with our near ones and ourselves. They give us an opportunity to meet

قالوا يا أبانا إنا ذهبنا نستبق وتركنا يوسف عند متاعنا (يوسف 12:17)

"Saying: O our father! We went racing one with another, and left Joseph by our things". (Yusuf 12: 12-17)

In the Sunnah, we see the Companions participating in many different forms of lawful entertainment and play. They engaged in sports like footraces, horseracing, wrestling, and archery. They spent time in telling jokes and in lighthearted conversation.

It is authentically related that the Prophet (Peace be upon him) said to Jabir when he married a matron: "Why did you not marry a virgining whom you could play with and who would play with you?" (Sahih al-Bukhari and Sahih Muslim)

The following narration strengthens and clarifies this:

عن علقمة، قال: كنت أمشي مع عبد الله بن مني. فلقية عثمان. فقام معه يحدثه. فقال يا أبا عبد الرحمن! ألا نزوجك جارية شابة. لعلها تذكرك بعض ما مضى من زمانك. قال فقال عبد الله: لئن قلت ذاك لقد قال لنا رسول الله ﷺ. "يا معشر الشباب! من استطاع منكم الباءة فليتزوج. فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج. ومن لم يستطع فعليه بالصوم. فإنه له وجاء". (Sahih Muslim)

"Alqama reported: While I was walking with 'Abdullah at Mina, 'Uthman happened to meet him. He stopped there and began to talk with him. Uthman said to him: Abu 'Abd al-Rahman, should we not marry you to a young girl who may recall to you some of the past of your bygone days, thereupon he said: If you say so, Allah's Messenger (may peace be upon him) said: O young men, those among you who can support a wife should marry, for it restrains eyes from casting (evil glances). and preserves one from immorality; but those who cannot should devote themselves to fasting for it is a means of controlling sexual desire.

Allah makes clear to use the effect that our works have on our recompense in the Hereafter. He says:

هل جزاء الإحسان إلا الإحسان (الرحمن: ٥٥:٦٠)

Is the reward of goodness ought save goodness?
(Ar-Rahman 55:60)

Research Objectives:

The Muslim world today is behind everyone else in knowledge, enterprise, and productivity. One of the reasons for this is that Muslims are not making productive use of their time and generally do not have a positive work ethic. We must resolve to stop wasting time, to stop falling short in our work, and to put an end to our unproductive habits.

It is the need of the hour that the Muslims should rise and enforce Islam in every walk of their life. Viewing this topic so that the masses should be intimated about the permissible and not permissible recreational activities. Today, numerous computer and electronic games are spoiling the pure minds of the young ones with their impurities. Hence, it is obligatory to propagate the perils of these games.

Literature Review:

The comprehensive, compact and terse print material on this topic is very rare and is not easily available. The books on recreational activities are countless but they have not been written with an Islamic approach. If any book of this kind is available, that is anonymous. Further, it has been attempted with research motive. In this way, the current research work would be definitely beneficial and useful.

new people, make new friends and socialize. Some of the recreational activities help us in developing leadership qualities and interpersonal skills. Although excessive amount of recreation is not advisable, a little amount of recreation on a daily basis is the need of our busy life of today. While being a part of the rat race of today, while we struggle to stay in the competition, it is also necessary to give some time to ourselves. Recreational activities serve this very need of humans.

Islam stresses the importance of striving to benefit for both this world and the next. The life of this world is the harvesting ground for the hereafter. It is but a passing phase and the life to come is the eternal abode. A Muslim, therefore, should expend his efforts for the sake of the should excel in cultivating and developing the Earth while gearing his Allah says:

وسخر لكم ما فى السموات وما فى الأرض جميعا منه إن فى ذلك لايت
لقوم يتفكرون (سورة الحاثية: ٣١)

"And He has made of service unto you whatsoever is heavens and whatsoever is in the Earth; it is all from Him. Lo! Here in are signs for a people who reflect." (Surah al-Jathiya:13)

Our work and our efforts are important in Islam, and as Muslims, we are encouraged to be industrious. Allah says:

وقل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله والمؤمنون وستردون إلى علم
الغيب والشهادة فينبئكم بما كنتم تعملون. (التوبة: ٩:١٠٥)

And say (unto them): Act! Allah will behold your actions, and (so will) His messenger and the believers, and ye will be brought back to the knower of the Invisible and the Visible, and He will tell you what ye used to do. (Al-Tawba 9:105)

- Section (iv) Causes of fall of nations
- a. Fall of Great Roman Empire
 - b. Lethargy
 - c. Deserted playgrounds
 - d. Over-crowded hospitals

Chapter 2 Recreational Activities In Quranic Scenario

- Section (i) Hazrat Taloot's physical supermacy.
- Section (ii) Recreational activities of Hazrat Yousaf's Brothers.
- Section (iii) Fundamentals of Physiology.

Chapter 3 Recreational Activities In Hadith Perspective

- Section (i) Recreational activities of the Holy Prophet (peace be upon him)
- a. Walking
 - b. Wrestling
 - c. Archery
 - d. Foot-racing
 - e. Horse-riding
 - f. Swimming
- Section (ii) A glimpse of recreational activities of the People of Madina
- a. Wedding ceremonies
 - b. Hunting
 - c. Spear Play
 - d. Lighthearted conversation
 - e. Horseracing
 - f. Miscellaneous

Methodology:

- 1- Literature review, analytical, logical, critical and deductive method will be adopted.
- 2- Original sources, i.e., the Holy Quran and the hadith will be resorted.
- 3- Anyhow, secondary sources like the quotations of the Companions of the Holy Prophet (PBUH), other relevant research books, journals, periodicals, magazines, manuscripts, newspapers, libraries, and websites will be fully utilized.

Contents

Chapter 1 Introduction:

- Section (i) Definition, scope and synonyms of recreation:
- a. Entertainment
 - b. Leisure
 - c. Diversion
- Section (ii) Permissible and prohibited recreational activities
- Section (iii) Recreational activity..... A sure remedy to all these ailments and agonies
- a. Diabets
 - b. Blood-pressure
 - c. Nervous Breakdown
 - d. Frustration
 - e. Drug addiction
 - f. Stomach upset
 - g. Paralysis
 - h. Human health deterioration

(ب) ایم . نفل عربی کا خاکہ

نموذج مشروع رسالة ایم . نفل

حطة البحث لمرحلة ایم نفل في اللغة العربية

عنوان الرسالة: النفاق والقرآن الكريم

إشراف

(اسم الأستاذ المشرف)

إعداد

(اسم الطالب)

قسم اللغة العربية، جامعة بنجاب بلاهور

العام الدراسي: -----

- Section (iii) Views of other projecting Islamic Scholars
- Hazrat Ali (R.A.)
 - Hazrat Abu Darda (R.A.)
 - Imam Ghazali
 - Ibn Miskawayh
 - Ibn Jama'ah

Chapter 4 Status of Recreational Activities

- Section (i) Islamic philosophy of recreation
- Section (ii) Purpose of creation
- Section (iii) Status of recreation in Islam
- ☆ - Summary, Findings, Recommendations
 - ☆ - Technical Indexes

References:

- Ibn Asir, Ali bin Muhammad .Usad-ul-Ghaba fi Marift Al-Sahaba. Beirut: Darul-Kutub Al-ilmia, 1985.
- Ibn Hisham, Abdul Malik. Al-Seerat Al-Nabwia.Beirut: Dar Ibn Kasir , 1988.
- Albarusi, Ismail Haqqi.Tafseer Rooh-ul-Bayan. Beirut: Dar-ul-Fikr(N.D.)

تتضمن الخطة ما يلي:

- ١ - أسباب اختيار الموضوع
- ٢ - أهمية الموضوع
- ٣ - الكتابات السابقة في الموضوع
- ٤ - خطة الموضوع
- ٥ - منهج البحث
- ٦ - المصادر الأولية للموضوع

١. أسباب اختيار الموضوع:

النفاق هو إظهار الإيمان ومحبة الإسلام والمسلمين أمام الناس وإبطال الكفر، والعداوة للإسلام وأهله، وهو سلوك منحرف في الحياة، ومظهر من مظاهر الإنسان الفاسد، له دوافع نفسية عديدة تدفع صاحبه لاتخاذ هذا السلوك السيء في حياته. والنفاق يختلف من عصر لآخر باختلاف دوافعه، وقد نشأ منذ العهد الأول للدعوة الإسلامية ولا يزال مستمراً في كل عصر حتى أيامنا هذه، وله دور خطير في رزعرة كيان المجتمع الإسلامي من داخله، فأهله هم أعداء الداخل، ويختلف باختلاف الناس والزمان، وله دوافعه وأسبابه.... ولكنه أصبح منظماً في العصر الحديث تديره جهات معادية للإسلام والمسلمين.

وإذا استطلعنا النفاق في حياتنا المعاصرة وجدنا من أسبابه: الثقافات والعلوم المدسوسة بأفكار الإلحاد والمنظمات والجمعيات والأحزاب التي تستدرج الشباب المسلم إليها من خلال مصالح دنيوية، فنشأ وسط المجتمع الإسلامي جيل بعيد عن الإسلام، يقلد ويعجب بالغرب، مع انتسابه للإسلام ولقومه وأهله المسلمين، وهو من أكبر معاول الهدم للمجتمع الإسلامي.

أضف إلى ذلك انتشار الانحرافات الخلقية الواسعة التي أرادها أعداء الإسلام بصورة كاملة للنفاق بألوانه وأشكاله في عصرنا، مع الدعوة القوية لتبني الافكار العلمانية

والمادية ودسها في أحكام الإسلام.

ومن آثار النفاق أنه لم يعد هناك اليوم المجتمع الإسلامي السليم، ولا الفرد المسلم الصادق بإيمانه وبمبادئه الإسلامية - إلا رحم ربنا - قلة بين بحر من أناس ينتسبون فقط انتساباً للإسلام ولا يتمثلونه ولا يطبقونه لا من بعيد ولا من قريب. من هنا جاءت الحاجة إلى ترشيد الصحوة الإسلامية وإلى تنقيتها من شوائب النفاق، بتوعية وتربية إسلامية صحيحة خالية من أي أخلاط غريبة عن الإسلام، وهذا كان من أهم أسباب اختياري للموضوع.

٢. أهمية الموضوع:

- ١ - موضوع النفاق قد تناول القرآن الكريم بالتفصيل والإيجاز في معظم سوره، لعلاقته الوثيقة بصحة عقيدة المسلم وانعكاسها على سلوكه وصفاته وأعماله، ومن هنا جاءت أهمية الموضوع بالدرجة الأولى.
- ٢ - يبين هذا الموضوع مكايد المنافقين ليحذر المسلمين منهم ولا يتخدعوا بهوياتهم الإسلامية الكاذبة.
- ٣ - التفطن إلى صفاتهم بعرض نماذج من المنافقين عبر التاريخ وطريقة سلوكهم وتعاملهم مع المسلمين، وتحذير المسلمين من اتخاذ بطانة منهم.
- ٤ - توضيح للإسلام على أنه انتماء إرادي عقدي وتطبيق علمي صادق، وليس أمراً نتوارثه عن الأهل.
- ٥ - الوعي والصحوة والتنبيه من الغفلة مما يكيد أعداء الإسلام للمسلمين.

٣. الكتابات السابقة في الموضوع:

يعتبر الإمام جعفر بن محمد (ت ٣٠١ هـ) أول من أفرد الكلام عن النفاق في تاليف مستقل في كتابه: "النفاق والمنافقون" وقد جمع فيه الآيات الواردة في شأن المنافقين كما حشد فيه أحاديث كثيرة رواها بأسانيده على طريقة المحدثين. ومن أفرد النفاق أيضاً إبراهيم علي سالم من القاهرة في كتابه: "النفاق والمنافقون في عهد رسول الله ﷺ" ومنهم الأستاذ عبدالرحمن حسن حبنكة في كتابه: "ظاهرة النفاق

وخبائث المنافقين في التاريخ”-

٣. منهج البحث:

سوف أتبع إن شاء الله في هذا البحث المنهج الاستقرائي الوصفي التحليلي فسأرجع إلى القرآن الكريم آية آية لاستخلاص آيات النفاق، ثم أرتبها حسب نزولها لما فيه من بيان عامل الزمن في بيان نشأة النفاق وتطوره عند العرب وأسبابه وأنواعه، وكيف تعامل القرآن مع المنافقين، فكشف نفاقهم وبين صفاتهم وأفعالهم وحذر النبي ﷺ والمسلمين من شرورهم.

وبعد تتبع آيات النفاق في القرآن سوف أرجع إلى أقوال المفسرين لبيان معانيها ولكتب الأحاديث النبوية الشريفة وشروحاتها وذكر أقوال العلماء فيها كما سأرجع إلى كتب التوحيد والعقيدة الإسلامية لبيان معنى النفاق الاصطلاحي وإلى كتب اللغة لبيان معناه اللغوي. كما سوف أحلل كل قول وأستنبط منه النتائج لأناقشها إن شاء الله.

٥. المصادر الأولية للموضوع:

- ١- القرآن الكريم
- ٢- تفسير الرازي
- ٣- تفسير الطبري
- ٤- تفسير القرطبي
- ٥- تفسير ابن كثير
- ٦- روح المعاني للآلوسي
- ٧- تفسير أبي سعود
- ٨- عقائد النسفي
- ٩- شروح عقائد النسفي
- ١٠- شرح الطحاوي
- ١١- الكتب الستة وشروحها

٦. خطة الموضوع: (تفاصيل خطة البحث)

يتضمن هذا الموضوع مقدمة وتمهيد وسبعة فصول وخاتمة.

أما المقدمة: فسوف أبين فيها إن شاء الله أسباب اختيار الموضوع، وأهميته وخطلته ومنهجه، والمصادر السابقة فيه وعلاقتها ببحثي.

وأما التمهيد فيشتمل على تعريف النفاق وتعريف القرآن، وهل عرف العرب النفاق قبل الإسلام، أيسن فيه أولاً: معنى النفاق لغة واصطلاحاً ثم أبين صلته بالإيمان وأركانه، وهل عرف أهل مكة النفاق، ومتى ظهر النفاق وأين ولماذا، ومن هو زعيمهم ولماذا؟

الفصل الأول: من هو المنافق: آيات من سورة البقرة.

الفصل الثاني: النفاق لماذا: حقيقة المرض وأسبابه.

الفصل الثالث: صفات المنافقين: حسد، حبن، ضعف الشخصية، آيات

من سورة المنافقين، التوبة، الحشر وغيرها.

الفصل الرابع: المنافقون والكفار: علاقتهم بأهل الكتاب، وبالمشركين.

الفصل الخامس: المنافقون والنبي ﷺ: ما آذوا به النبي ﷺ، مما ورد في

سورة النساء، والتوبة، والمنافقون.

الفصل السادس: المنافقون والمؤمنون: موقفهم في غزوة أحد، والخندق

مما سجله الوحي في سورة آل عمران والأحزاب.

الفصل السابع: أثر النفاق على الفرد والمجتمع.

الخاتمة: وفيها أهم نتائج البحث

الفهارس العلمية للموضوع: ومنها فهرس للآيات، والأحاديث، والأعلام،

وثبت المصادر والمراجع، وفهرس محتويات الكتاب.

اقتراح: وأقتراح على مجلس قسم اللغة العربية الموقر أن يكون المشرف على

بحثي فضيلة الأستاذ الدكتور..... لتخصصه في تفسير القرآن الكريم، أو من ترونه

مناسباً. وكذلك أحيطكم علماً بأن هذه الخطة قابلة للتغيير والتبديل حسب إرشادات

المشرف وتوجيهات لجنة الجامعة.

خاکہ تحقیق برائے پی ایچ ڈی، علوم اسلامیہ

ابن عربیؒ کے نظریہ وحدۃ الوجود کی اشاعت میں مشائخ چشت کا کردار

مقالہ نگار:

شبیر احمد جامی

رول نمبر:.....

نگران:

پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک

چیمبرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی، لاہور

شعبہ علوم اسلامیہ، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز

منہاج یونیورسٹی لاہور

سیشن: 2012-2009ء

تعارف موضوع:

الہیات اسلامیہ، علم الکلام، فلسفہ کا وہ ارمغان رنگ ہے جس کی خوشبو، مستانِ توحید کو کشاں کشاں اپنی جانب رواں دواں رکھے ہوئے ہے۔ یہاں ایک طرف اگر عقلی موشگافیوں کے دلدادگان کے لئے زحمتِ اطمینان کی فراوانی ہے تو دوسری طرف مشاہداتِ باطنی کے زائرین کے لئے مظاہر و تجلیات کی دل گداز دنیا میں بھی آباد ہیں۔ لیکن کچھ مسافرانِ تحقیق ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا کاسہ عرفان فقط فلسفیانہ دقائق یا فقط صوفیانہ لطائف ہی سے پر نہیں ہوتا بلکہ وہ اس سے آگے کسی جہانِ دیگر کے متلاشی رہتے ہیں۔ ایسے جہانِ دیگر کے جو ایک طرف ان کی خواہش دیدار کی تسکین کرے تو دوسری طرف ان کے ذہن رسا کو بھی عقلی طمانیت سے مالا مال کر دے۔ یہی مقام ہے جہاں علم اور معرفت یوں باہم گرا آمیز ہو جاتے ہیں کہ ان میں بظاہر تفریق کی صورت ممکن نہیں رہتی۔ اسلامی نظریہ وحدت الوجود، حقیقت و حکمت کے اسی دبستان کی علمی صورت گری کا نام ہے۔ یوسف سلیم چشتی کے الفاظ میں وحدت الوجود، الہیاتی یعنی توحیدی مباحث کا نقطہ عروج ہے۔

ملاحظہ خاطر رہے کہ توحیدِ اسلامی کے بنیادی مباحث میں مسئلہ وجود کو اساسی حیثیت حاصل ہے گو فلاسفہ، متکلمین اور صوفیاء میں اس مسئلہ وجود پر اختلاف کی صورتیں موجود ہیں مگر یہ طے ہے کہ اس دائرے میں وجود کی نوعیت، خلق کے وجود اور ان کے باہمی تعلقات پر بحث کی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ اسلامی وحدۃ الوجود کو سب سے زیادہ مؤثر اور مفصل طریق پر، ساتویں صدی ہجری کے مؤثر ترین بزرگ ابن عربی نے بیان کیا ہے۔

وحدۃ الوجود کا معنی:

وحدۃ الوجود سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ایسا وجود جو فقط اپنی ہی ذات سے زندہ و قائم ہے اور دوسروں کو قائم رکھے ہوئے ہے وہ صرف ذاتِ حق ہے جو حقائق کائنات کے آئینوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔

وحدۃ الوجود کی مثال:

اس کی مثال ایک ایسے آئینے سے دی جاتی ہے جس کو سورج کے سامنے کیا جائے تو اس میں سورج کی عکس کے ساتھ ساتھ اس کی شعاعیں بھی نظر آئیں، یہی مثال حقائق ممکنات کی بھی ہے جو آئینہ ہائے ذاتِ حق ہیں۔ ذاتِ حق بمعہ اپنی صفات کے حقائق ممکنات کے انہی آئینوں سے نمایاں ہے، گویا

یہ آئیے مخلوق ہیں، ان میں وجود حق ہی کا جلوہ موجزن ہے، گویا مخلوق کی حیثیت تعین اور تقید کی ہے جبکہ حقیقی وجود صرف ذات حق کا ہے۔

وحدت الوجود کی بحث کے دوران یہ ممکن نہیں کہ شیخ سرہند کے نظریہ وحدت الشہود کی وضاحت نہ کی جائے جو شاہ ولی اللہ کے مطابق وحدۃ الوجود ہی کا دوسرا اظہار ہے مگر لفظی نزاع کی موجودگی کے ساتھ۔
وحدۃ الشہود کیا ہے؟

وجود اصلاً دو ہیں، ایک وجود ذات حق اور دوسرا وجود ممکنات جو حادث ہے لیکن وجود حادث کے اندر ایسی صلاحیت واستعداد رکھی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر سو وجود ذات حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور اسی کو وحدۃ الشہود کہتے ہیں۔

وحدۃ الشہود کی مثال:

جس طرح دن کے وقت سورج کی ضوفشانی میں اپنا وجود رکھنے کے باوجود ستارے نظر نہیں آتے اسی طرح غلبہ حال میں ساکن یا اہل وحدۃ الوجود کو صرف ایک وجود ہی نظر آتا ہے اور بقیہ تمام موجودات اس کی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں حالانکہ دونوں کا وجود مستقلاً قائم ہے۔

وحدۃ الوجود کیا ہے؟

۱۔ وجود ایک ہے۔

۲۔ کائنات کی حیثیت صرف تعین اور تقید کی ہے لیکن اس سے وجود حق ہی ظاہر ہو رہا ہے، اس لئے عقل کو التباس ہوا ہے کہ یہ اشیاء کا وجود، اشیاء ہی کی صفت ہے حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ کشف صحیح سے واضح ہے۔

وحدۃ الشہود:

۱۔ وجود دو ہیں لیکن بوجہ غلبہ حال، صوفی کو ایک لگتا ہے۔

۲۔ کائنات کا خارجی وجود متحقق ہے جو وجود حق کے علاوہ ہے۔

وحدۃ الوجود میں التباس اور فتنوں کا آغاز:

نظریہ وحدۃ الوجود تین بنیادی مقدمات پر مشتمل ہے۔

۱۔ وجود ذات حق ہی اصل ہے۔

۲۔ کائنات اور مخلوقات کی حیثیت مظہری ہے۔

۳۔ وجود حق ہی متحقق ہے۔

صوفیہ وجودیہ کے نزدیک یہ تینوں مقدمات ثابت ہیں۔ اس حوالے سے صوفیہ نے کائنات اور مخلوقات کی حیثیت تعین میں بہت باریک کلام کیا ہے۔ ان کے مطابق علم الہی میں حقائق کائنات کا علم متحقق ہے جبکہ ان کو خارج میں ظاہر کرنے کے لیے ان پر حق کی توجہ با ایں طور ہوئی کہ اس نے ان حقائق علمیہ کو آئینہ ہائے وجود بنا کر ان پر اپنے وجود کی تجلی فرمائی تو یہ کائنات معرض وجود میں آگئی۔ یوں خارج کائنات میں دو اشیاء ظاہر ہوئیں ایک تعین و تشخص اور دوسری تجلی و وجود۔ نظر غائر سے اگر دیکھا جائے تو چونکہ تجلی و وجود اور وجود حق، فرق اعتباری کے باوجود ایک ہیں لہذا قائلین وحدۃ الوجود اس حیثیت سے عالم کو عین وجود حق کہتے ہیں۔ اب آتے ہیں عالم کی پہلی حیثیت تعین و تقید کی طرف جو صرف اندک اسی صلاحیت رکھتی ہے جو کہ غیر حق ہے اور یہ بھی ثابت ہے، چنانچہ اس اعتبار سے وجود حق اور عالم میں غیریت ہے اور دونوں کے احکام جدا جدا ہیں۔ لیکن ایک طرف تو معتزین وحدۃ الوجود، عالم کی اس حیثیت کو پیش نظر نہیں رکھتے اور اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ مخلوقات اور وجود حق ہر اعتبار سے عین یک دیگر ہیں جو کہ غلط ہے۔

جبکہ دوسری طرف مخلوق اور ذات حق میں اس فرق کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے مخلوق اور خالق کی عینیت کا نظریہ پروان چڑھا۔ حلال و حرام کی قیود کو انھار دیا گیا۔ یہ کہا گیا کہ جب سب کچھ وہ خود ہے تو حلال و حرام کیا؟ اور خیر و شر میں امتیاز کیسا؟ یہی بات وحدت ادیان اور دین الہی کے روپ میں سامنے آتی رہی۔
ضرورت موضوع:

عصر حاضر میں چونکہ محققین ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کو وحدت ادیان کے جواز کے لیے بنیاد بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر سب کچھ ذات حق ہی ہے تو مذاہب کی یہ تقسیم کیسی؟ احکامات میں کیسا فرق؟ نیز یہ کہ اگر تمام قسم کی آزادیاں جائز اور تمام پابندیاں غلط قرار دیدی جائیں تو کچھ حرج نہیں۔

چونکہ ان لوگوں کی صدائیں برصغیر کے اندر بھی پہنچ رہی ہیں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ ان سے متاثر ہو رہا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کو صحت کے ساتھ سمجھا جائے۔ اس

سلسلے میں سب سے زیادہ مستند اور وقیح کام برصغیر کے صوفیہ نے بالعموم اور مشائخ چشت نے بالخصوص کیا ہے۔ یہ مواد ان کی اس موضوع پر مستقل تصانیف اور اس نظریہ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل رسائل و ملفوظات میں موجود ہے۔

ابن عربی نے وجود کے متعلق جو کچھ کہا ہے انہوں نے ان مباحث کی تفصیل بیان کی ہے اور ان کے معانی کو کھول کھول کر بیان کیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ابن عربی کی مختلف عبارتوں پر جو اعتراضات کیے جاتے تھے ان کا جواب بھی دیا۔ مثلاً ابن عربی نے کہا 'اوجد الاشياء وهو عينها' (اللہ تعالیٰ شیاؤں کا موجد ہے اور اس کا عین ہے)۔ ظاہر اس سے خالق اور مخلوق کا اتحاد ثابت ہوتا ہے اور ناقدین اس کا سہارا لے کر خالق اور مخلوق کے تعلق میں حلول اور اتحاد ثابت کرتے ہیں حالانکہ نقطہ کی وضاحت کرتے ہوئے چشتی بزرگ سید مرہ علی شاہ نے اس کا جواب دیا کہ عین کے دو معانی ہیں:

- ۱- جیسے کہا جاتا ہے کہ یہ چیز اپنی عین ہے۔ مثلاً انسان، انسان کا عین ہے۔
- ۲- دوسرا معنی ہے کہ ماہ القوام (یعنی وہ چیز جس کے ذریعے کسی شے کی ہستی اور بقاء ہو) یہاں یہ دوسرا معنی مراد ہے۔

میت موضوع:

آج کل مختلف مذاہب و نظریات کا تصادم اپنے عروج پر ہے۔ مغربی افکار کے مویدین اس تصادم کو بھی اپنے حق میں اس طرح استعمال کرنے کے درپے ہیں کہ مختلف تہذیبوں اور مذاہب کی بنیادوں کو یوں مسمار کر دیا جائے کہ ان کی اصلی شکلیں ہی موجود نہ رہیں۔ اس سلسلے میں وہ بے دریغ نظریہ وحدۃ الوجود کی آڑ میں وحدت ادیان کو پروان چڑھانے میں مصروف ہیں۔ لہذا اس نظریہ کا تفصیلی مطالعہ اور اس امکان کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے کہ کیا وحدۃ الوجود سے وحدت ادیان کا نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر کام کرنا نہ صرف عصری نظریات کے استقام کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے بلکہ اصلی صوفیانہ موقف کی وضاحت کے لئے بھی ضروری ہے۔ چنانچہ اس مقالے میں اس اہم فکری مقالے کو رد کیا جائے گا۔

’’وحدۃ الوجود‘‘ کے معنی کو واضح کیا جائے گا جس کی بنا پر گمراہی اور زندہ پھیل رہا ہے اور یہ واضح کیا جائے گا کہ صوفیہ کے ہاں اس اصطلاح کے کیا معنی ہیں؟ اور جب اکثر صوفیہ کشفی

اور وجدانی بصیرت کے زور پر اس کی تائید کرتے ہیں اور اپنی کتب میں اس اصطلاح کو استعمال کرتے ہیں تو وہ اس کے کیا معنی مراد لیتے ہیں؟

۳- عالم اور خدا کو عین یک دگر کہہ کر تمام شرعی حدود و قیود کے کلی انکار پر مبنی افکار کی تردید کی جائے گی۔

۴- اور ابن عربی کی عبارتوں کو مشائخ کی شرح کی روشنی میں حل کیا جائے گا تاکہ ان کے متعلق صحیح رائے قائم ہو سکے۔

منہج بحث و تحقیق:

- ۱- اس تحقیق میں استقرائی، وصفی اور تجلیلی منہج اختیار کیا جائے گا۔
- ۲- ابن عربی کی وحدۃ الوجود سے متعلق عبارات کی تخریج کی جائے گی۔
- ۳- ابن عربی کے افکار کی مشائخ چشت کی کتب کی روشنی میں شرح و وضاحت۔
- ۴- آیات و احادیث کی تخریج۔
- ۵- وحدۃ الوجود سے متعلق اصطلاحات کی وضاحت۔
- ۶- وحدۃ الوجود کی تفہیم میں کارفرما فلسفیانہ اصولوں کی وضاحت۔

فہرست ابواب و فصول:

- | | |
|----------|---|
| باب اول: | ابن عربی اور مشائخ چشت کا تعارف |
| فصل اول: | ابن عربی کا تعارف |
| فصل دوم: | سلسلہ چشتیہ کا تعارف |
| فصل سوم: | ممتاز مشائخ چشت کا تعارف |
| باب دوم: | ابن عربی کا نظریہ وحدۃ الوجود اور اس کے عمومی اثرات |
| فصل اول: | مباحث وجود اور اس کی تاریخ |
| فصل دوم: | ابن عربی کا نظریہ وحدۃ الوجود |
| فصل سوم: | تصوف پر وحدۃ الوجود کے اثرات |
| باب سوم: | مشائخ چشت پر نظریہ وحدۃ الوجود کے اثرات |
| فصل اول: | مشائخ چشت کے طریقہ تبلیغ پر وحدۃ الوجود کے اثرات |

فصل دوم:	مشائخ چشت کے کردار و نفسیات پر وحدۃ الوجود کے اثرات
فصل سوم:	مشائخ چشت کے اوراد و وظائف پر وحدۃ الوجود کے اثرات
فصل چہارم:	مشائخ چشت کے شاعرانہ افکار پر وحدۃ الوجود کے اثرات
باب چہارم:	وحدۃ الوجود کے فہم و اشاعت میں مشائخ چشت کا کردار
فصل اول:	مشائخ چشت کی مستقل تصانیف
فصل دوم:	مشائخ چشت کی لکھی ہوئی شروحات
فصل سوم:	مشائخ چشت کے ملفوظات
باب پنجم:	وحدۃ الوجود میں افراط و تفریط کا محاکمہ
	(شروحات مشائخ چشت کی روشنی میں)
فصل اول:	معتزمین کے اشکالات اور ان کا حل
فصل دوم:	اصحاب غلو کے اشکالات اور ان کا حل
فصل سوم:	خلاصہ مباحث
نتائج بحث	

تجاویز و سفارشات
فہارس:

- i- آیات قرآنیہ
- ii- احادیث نبویہ
- iii- اماکن و بلاد
- iv- اعلام

ماخذ و مراجع:

- ☆ ابن الابار. التکملة لكتاب الصلة. مصر، ۱۳۷۵ھ.
- ☆ ابن حزم. جمهرة الانساب. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۲۱ھ.
- ☆ ابن عربی. فصوص الحکم، (مترجم)، لاہور: نذیر سنز پبلشرز. (س ن).
- ۲. فتوحات مکیہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۷ء.
- ۳. کتاب الاحدیة، حیدرآباد دکن، ۱۳۶۱ھ.

(۱) پی ایچ. ڈی عربی کے خاکہ جات

نموذج مشروع رسالة الدكتوراة

خطة البحث لمرحلة الدكتوراة في اللغة العربية

الترادف اللغوي في القرآن الكريم ومظاهره في الترجمات الأردية الباكستانية

إشراف

الأستاذ الدكتور خالق داد ملك

رئيس قسم العربية وآدابها

جامعة بنجاب، لاہور

إعداد

تاشفین اکرم

طالبة الدكتوراه

رقم الجلوس:

قسم اللغة العربية، جامعة بنجاب بلاہور

العام الدراسي: 2010-2013ء

خطة البحث

- المقدمة
- التعريف بالموضوع
- الدراسات السابقة حول الموضوع
- أسباب اختيار الموضوع
- أهمية البحث وأهدافه
- منهج البحث
- ميدان البحث والإمكانات المتوفرة
- تفاصيل خطة البحث (الأبواب والفصول)
- المصادر والمراجع

المقدمة: Preface

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وسلم تسليماً كثيراً.

أما بعد!

فإن اختيار الموضوع وإعداد الخطة يعتبران من أصعب مراحل البحث وأهمها. فكلاهما يتطلبان الجهد والمثابرة من الباحث حتى يكون موضوعه ذا أهمية ومميزاً عن غيره. ويظهر من خلاله شخصية الباحث ومدى قدرته على الاستمرار في هذا المجال.

وكان اختيار الموضوع لمقالتي من أهم ما انشغل به تفكيري خلال السنة الأولى من مرحلة الدكتوراة. وبعد تفكير عميق في هذا المجال، وبعد مناقشة أساتذتي الكرام، وخاصة بتوجيه من المشرف على البحث: أ.د. خالق داد ملك (رئيس قسم اللغة العربية بجامعة بنجاب) - حفظه الله -، تمكنت - بحمد الله - من اختيار الموضوع لمقالة الدكتوراة في مجال اللغة العربية وآدابها.

وعنوان الموضوع الذي اخترته هو:

”الترادف اللغوي في القرآن الكريم“

ومظاهره في الترجمات الأردنية الباكستانية“

وفي الصفحات القادمة سأقدم خطة بحث لهذا الموضوع، والذي أتمنى أن ينال رضى اللجنة المشرفة على الأبحاث، كما أتمنى وأرجو من الأساتذة الأفاضل توجيهي إلى الصواب في حال وقوع أي خطأ أو زلة في خطة البحث.

إن تجد عيباً فسدد الخللا جل من لا عيب فيه وعلا

وأخيراً أتمنى أن يكون هذا الموضوع موضوعاً لائقاً يبحث مرحلة الدكتوراة،

كما أتمنى من الله سبحانه أن يكون فيه المنفعة والفائدة، وأسأل الله التوفيق والسداد.

التعريف بالموضوع: Introduction

القرآن الكريم.... الوحي من الله... كتاب (لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه).... كتاب لا يمكن أن يماثله كتاب وكلام لا يمكن أن يماثله كلام في ألفاظه وعباراته وموضوعاته... كيف لا وهو الوحي الخالد الباقي إلى قيام الساعة، فقد ضمن الله سبحانه حفظه كما قال عز وجل: (إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون).

وقد نزل القرآن الكريم باللغة العربية الفصحى (بلسان عربي مبين)، اللغة التي تفتخر العرب بفصاحتها، اللغة التي خلدت للعرب تراثهم بين الأمم، ولكن هؤلاء العرب وجدوا أنفسهم عاجزين أمام الفصاحة القرآنية وبما احتوت عليه من الأساليب البلاغية اللغوية، فكل لفظة من ألفاظه مليئة بالبيان والايضاح... فالقرآن الكريم احتوى على العديد من الأساليب والتراكيب اللغوية التي لا يزال علماء اللغة في الإحاطة بأسرارها ودراستها واكتشاف الجديد عنها.

ولقد تميزت الألفاظ القرآنية بوضوحها ومناسبة كل لفظة منها للموضوع الذي وردت فيه، ومنها استخدام المترادفات في مواقعها المناسبة. ولكن قد خفي على الكثير من المترجمين والمفسرين لمعاني ألفاظ القرآن الكريم في نقل المعنى الحقيقي للكلمات القرآنية إلى اللغات الأخرى، فلم يفرقوا بين مفهوم الكلمة الواحدة وبين

مترادفاتھا۔ فمثلاً كلمة "الخوف" من مترادفاتھا: الخشية، والرہبۃ، والوجل، والاشفاق، وغیرھا۔

(إن الذين هم من خشية ربهم مشفقون) جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں (الذين إذا ذكر الله وجلت قلوبهم) جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈرجاتے ہیں (للذين هم لربهم يرهبون) ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں

فالكلمات بظاھرھا مترادفة ولكنها حقيقة مختلفة، فلكل واحدة منها أصل ومعنى مختلف عن الآخر، فهي متقاربة في المعنى وليست مترادفة. وإذا نظرنا في الترجمات الاردية سنجد بأنها استخدمت كلمة واحدة لجميع هذه الكلمات وهي كلمة "ذر"، وكذلك الحال مع بقية الكلمات المترادفة حيث لم يفرق بينها المترجمون واستخدموا مصطلحاً واحداً في جميع المواضع، فلم يهتموا بهذه الناحية وذلك يشكل خطورة كبيرة في نقل المعاني الصحيحة لآيات القرآن الكريم إلى قارئها. فالكلمات القرآن الكريم وعباراته لا يستطيع على أداء المعنى الصحيح لها أي شخص، فهو وحي من الله تعالى الذي يفوق الطاقة البشرية (قل لمن اجتمعت الإنس والجن على أن يأتوا بمثل هذا القرآن لا يأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً)، ولكن جهد الإنسان إنما هو نقل بعض ما يستطيع به من فهم القرآن الكريم على الوجه الصحيح. وموضوع بحثي يقع في هذا الإطار وعنوانه هو: "الترادف اللغوي في القرآن الكريم ومظاهره في الترجمات الأردنية الباكستانية"۔

تحديد الموضوع: (Topic Limitation)

نظراً لوجود العديد من الترجمات القرآنية للقرآن الكريم باللغة الأردية في باكستان فإني سأقتصر البحث على عدد من هذه الترجمات والتي هي الأكثر تداولاً والمعترف بها وتمثل الأفكار الإسلامية المعروفة في باكستان وهي:

- ضياء القرآن لكرم شاه الازھري
- تدبر القرآن للإصلاح
- معارف القرآن لمحمد شفيع

- ترجمة القرآن لفتح محمد جالندھري
- تفسير القرآن بكلام الرحمن لامرئسري
- لغات القرآن لبرويز
- تفھيم القرآن للمودودي
- تفسير نمونہ للشيرازي والباباني
- بيان القرآن لمحمد علي لاهوري

الدراسات السابقة حول الموضوع: (Literature Review)

قد صدرت أبحاث كثيرة ومتنوعة حول موضوعات مختلفة عن قسم اللغة العربية بجامعة بنجاب، ولكن هذا الموضوع المتعلق حول ظاهرة المترادفات القرآنية لم يسبق وأن تناوله أحد في بحثه، ولم اتمكن أيضاً من الحصول على أي كتاب يتناول هذا الموضوع في مكتبة جامعة بنجاب وغيرها، والجدير بالذكر هنا أنه قد تطرق لهذا الموضوع عدد من العلماء من دون تفصيل فيه، وإني فقط وجدت بعضاً من المقالات حول الموضوع خلال شبكة الإنترنت، وانه لربما وجدت بعض المؤلفات الخاصة بالمترادفات القرآنية في الدول العربية ولكن لم اجد شيئاً فيما يتعلق به بين أبحاث الدكتوراة، وكذلك لم اجد فيما يتعلق حول المقارنة بين ترجمات معاني القرآن الكريم وخاصة في مجال المترادفات، ولذلك سيكون هذا البحث مميّزاً عن غيره، ولم يسبقني أحد إليه، وسيفتح آفاقاً جديدة لطلاب اللغة العربية للاهتمام بهذا الموضوع في أبحاثهم مستقبلاً.

أسباب اختيار الموضوع: Justification & Likely Benefits

لقد شغفت بقراءة ودراسة القرآن الكريم منذ أن كنت طالبة في إحدى مدارس تحفيظ القرآن الكريم في المملكة العربية السعودية، وبعد التحاقني بقسم اللغة العربية بجامعة بنجاب، وأثناء دراستي في مرحلة ايم فل (ماجستير الفلسفة)، اتحت لي الفرصة بدراسة ترجمة تفسير معاني لبعض من سور القرآن الكريم باللغة الإنجليزية، والكتاب الذي اختاره أستاذ اللغة الإنجليزية لذلك كان الكتاب المختص بترجمة

عبد الله يوسف علي" للقرآن الكريم، والذي يعتبر من أهم الترجمات وتفسير معاني القرآن الكريم باللغة الإنجليزية. وفي أثناء الدراسة وجدنا بأن هذه الترجمة غلبت على أخطاء كثيرة في محتوياتها اللغوية، والتي لا يمكن المعرفة بمجرد النظر فيها بل بعد تدقيق النظر فيها، ومما يتطلب الدارس لها بالنظر في المعاجم اللغوية المختصة باللغة العربية - الإنجليزية.

لقد كان الأستاذ دائماً يشير إلى تلك الأخطاء ويقوم بتصحيحها على الوجه المطلوب. مع أن الآيات الكريمة التي كانت مقررة هي جزء بسيط من القرآن الكريم، إلا أنه بدراستها كانت المنفعة والفائدة العظيمة وذلك بمعرفة بعض الأخطاء الواردة في الترجمات الغير العربية.

وفي السنة الثانية من مرحلة الدكتوراة، وعندما كنت منهمكة في اختيار موضوع مناسب لرسالة الدكتوراة، لفت الدكتور خالق داد ملك - المشرف على بحثي - نظري إلى ظاهرة الترادف اللغوي في القرآن الكريم، وأن أغلب الأخطاء الواردة في الترجمات وتفسير معاني القرآن الكريم هي بسبب الإشكالية في التفريق بين المترادفات بعضها عن بعض. لقد كان الموضوع شيقاً، وبعد تفكير عميق، وتوجيه سديد من الدكتور خالق داد ملك - حفظه الله - تمكنت من اختيار الموضوع.

وأخيراً... وبعد التوكل على الله، هذا الموضوع والذي عنوانه:

"الترادف اللغوي في القرآن الكريم

ومظاهره في الترجمات الأردنية الباكستانية"

ولا أقصد بذلك بقدرتي على نقل معاني ترجمات وتفسير القرآن الكريم إلى اللغة الأردنية طبقاً كما هي وإنما هو جهد متواضع فقط في هذا المجال، حيث أن القرآن الكريم ولغته الفصحى تفوق كل وصف، وتفوق كل معنى....

أهمية البحث وأهدافه: Objectives

نزل القرآن الكريم باللغة العربية الفصحى، (بلسان عربي مبين)، وهو كلام الله ووحيه، لذا اختص بالبلاغة التي عجز أمامها العرب، فكل كلمة من كلماته مختصة

بمعنى مناسب استخدمت لتأديته، ولقد وجدت في القرآن الكريم عدة كلمات متقاربة المعنى، والتي استخدمت كل واحدة منها في مواضعها المناسبة، والتي تبدو وكأنها مترادفة لبعضها البعض ولكنها في الحقيقة ليست كذلك.

فلو نظرنا إلى التفسير والترجمات الغير العربية للقرآن الكريم لوحدنا الاختلاف الوارد لمعاني الكلمة بالعربية وتفسيرها بلغة أخرى... ولعل السبب في ذلك يرجع إلى عدم الإهتمام ببلاغة القرآن ومعرفة المفهوم المراد لكل كلمة منه مما نتج عنه استخدام المفسرين المعنى الواحد للكلمات المترادفة والمتقاربة في المعنى دون توضيح الاختلاف بينها.... ومن هنا يظهر الاختلاف بين الكلمات القرآنية والكلمات المفسرة لها والمترجمة إلى اللغات الأخرى والذي يختلف أيضاً حسب فهم ومقدرة المفسر في نقل المعنى من اللغة العربية إلى الغير العربية.

فالقرآن الكريم وحي الله، ومهما بلغ الانسان من البلاغة والفصاحة منزلة عالية فإنه لن يتمكن من أداء معاني القرآن الكريم ونقلها إلى اللغات الأخرى. وإنما ما يستطيعه هو فقط نقل تفسير المعاني إلى الغير دون تحديد كلمات بعينها المترادفة لكلمات القرآن الكريم.

فالغرض الأساسي من هذا البحث هو توضيح الفرق بين الكلمات المترادفة والمتقاربة المعنى في القرآن الكريم وذلك بتوضيح المعنى المراد لكل واحدة منها وتوضيح أخطاء التي قد يقع فيها المفسرون أثناء ترجمتها إلى اللغة الأردية دون الإهتمام للمعنى الذي تؤدي كل واحدة منها، ويكون ذلك بذكر جميع المترادفات الواردة في القرآن الكريم، وأماكن ورودها، ثم المقارنة بين بعض من الترجمات الباكستانية باللغة الأردية وذلك لتوضيح المعنى، ولترجيح المعنى المناسب على غيره من المعاني والمترادفات لها.

فالباحث سيكون إضافة جديدة في المؤلفات الخاصة بالموضوعات القرآنية، والخاصة بالمترادفات الواردة في القرآن الكريم، والتي أتمنى أن تكون مساندة لطلاب ودراسي العلوم القرآنية.

مصنف کی دیگر کتب

- اضاء علی تعلیم اللغة العربیة فی پاکستان
- الزاد المطلوب بتخریج احادیث كشف المحجوب
- دراسة وتحقیق شرح قصيدة البردة للجنابی
- منهج البحث والتحقیق
- تطبیق القواعد العربیة صرفاً ونحواً
- مباحث فی الإنشاء والمحادثة
- شذرات من الشعر العربی القديم والحديث
- شذرات من النثر العربی القديم والحديث
- علوم اللسان العربی
- الأسئلة الموضوعیة والمختصرة عن اللغة والأدب
- أسئلة الاختیار من المتعدد عن اللغة والأدب العربی
- پاکستان کی علاقائی زبانوں کا اسلامی ادب
- An Introduction to Arabic Language & Literature
- Selections From Arabic Poetry & Prose

اورینٹل بکس لاہور